

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_228893**

UNIVERSAL  
LIBRARY





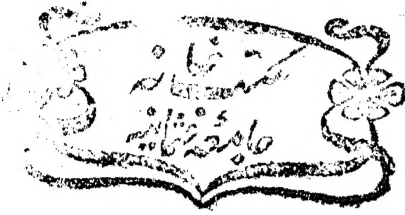




# شرح غزلیات شری

تارولیت را

مع متن



حصہ دوم

مرتبہ

جناب مولانا حافظ عبد المجید صاحب بی۔ اے رعلیگ، رنشی  
فاضل، مؤلف مہبط النوار شرح مخزن الاسرار و جہاں نمائے  
جہانکشائے خلاصہ جہانکشائے نادری +

ناشر

ملک پشیر احمد ناشر کتب کشمیری بازار مولو

• جلد حقوق شرح و ترجمہ بحق ناشر محفوظ۔ قیمت عام طبع اول

المرحومہ لا یرحمہ اللہ

# کتاب امتحان اعلیٰ مہتر فی پنجابی و نورسہ ۱۹۳۸ء

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
ملشی فاضل - ادیب فاضل	۱۲	گلشن معانی رنٹر	۱۲	ملشی ۱۹۳۸ء	۱۲
حاجی بابا صفحانی	۱۲	سرگزشت وزیر خاں	۱۲	۱۔ احسن القواعد	۱۲
سیا نامہ برائیم بیگ دوم	۱۲	تذکرہ دولت شاہ سرتندی	۱۲	شعر العجم حصہ اول	۱۲
ابوالفضل اول و سوم	۱۰	رطبہ اول تا پنجم	۱۲	۲۔ سید گل حصہ نشر	۱۲
وکلائے مراغہ	۱۲	صرف ادبی سوالات ہونگے	۱۲	وقائع عالمگیر	۱۲
قصہ ابد قانی مع حالات	۱۰	لسان العجم حصہ اول	۱۲	تکیم نباتات	۱۲
غزلیات نظیری رتار لیلی را	۱۰	نہر نمبر و غالب	۱۰	گلستان باب پنجم خارج	۱۲
دیوان فرخی حصہ اول و ثانی	۱۲	گلشن معانی نظم	۱۲	۳۔ سید گل حصہ نظم	۱۲
منطق الطیر عطار	۱۲	مطلع الانوار مقالہ ۵۰	۱۲	تحفۃ الاحرار جامی مقالہ ۱۰۰ خارج	۱۲
رباعیات بابا طاهر ترجمہ	۹	قصائد عربی	۱۲	رباعیات عمر خیام	۱۲
شرح از ملک احمد یار خاں بی	۱۲	۲۔ اخلاق ناصری	۱۲	۴۔ اخلاق محسنی	۱۲
رباعیات البوسعید ابو الخیر	۹	۵۔ ترجمتین و جواب مضمون فارسی	۱۲	۵۔ ترجمتین یعنی فارسی سے اردو	۱۲
تاریخ دصاف و افتخار جلوس	۱۲	۶۔ کتاب الصنعت ۱۲ کتاب النسخ	۱۲	اور اردو سے فارسی میں	۱۲
ارغون	۱۲	عربی الف - گوردین حصہ نشر	۱۲	۶۔ قواعد عربی میر احمد شاہ رنڈانی	۱۲
سیر المتأخرین از بارتاجا نگیر	۱۲	ملشی فاضل	۱۲	دیا پنجم میر ۳۰ سلم الادب	۱۲
نوٹ اس پرچہ سوالات عبادی	۱۲	۱۔ دبیر مجسم	۱۲	ملشی عالم	۱۲
تاریخی دو نو طرز پر ہوں گے	۱۲	جواہر النور جدید عربی کورس	۱۲	۱۔ رسالہ عبد الواسع صنعت	۱۲
۵۔ اخلاق جلالی رجب و خلیفہ	۱۲	بی - حصہ نشر	۱۲	۲۔ بجا خارج	۱۲
رموز حکمت	۱۲	شعر العجم چہارم میر پنجم	۱۲	عروض سیفی	۱۲
درۂ اخبار مطبوعہ یونیورسٹی کشف	۱۲	۲۔ چہار مقالہ تصنیف و النظام	۱۲	شعر العجم حصہ دوم	۱۲
رتنا اقتسام حوالہ صوفیہ کرام	۱۲	مقدمہ مولوی رشید احمد صاحب	۱۲	سوم	۱۲

ملشی کا پتہ: ملک بشیر احمد تاجر کتب کٹھنیری بانا لاہور

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## روایت الدال

### غزل نمبر ۱

بھر رہی شمع بجھن انہی رکنِ بخون بسکن مقصود  
تقطع آنی علقن  
سنتِ ام از  
علمین با  
نچہ چند  
فغان  
نے چند

۱۔ پروردہ پروا شستہ ام از غم پہناتے چند  
۲۔ زان ضعیفان کہ وفا داشت دریں شہر اسیر  
۳۔ سرو سامان سخن کردن این جسم نیست  
۴۔ بس خرابی کہ زیکد گیرماں نشناسند  
۵۔ کشتہ از بسکہ قتادند کفن نتواں کرد  
۶۔ ہیچ دل راستم حادثہ مجروح نکرد  
۷۔ ہچکس راسر پائے نزد ایام کہ ما  
۸۔ بر عشرت طلبی لخت دل آرم بیروں  
۹۔ چہ ام از گل ایں باد یہ دامانے چند  
۱۰۔ چشم بر فیض نظیری ہمہ خوبان دارند  
۱۱۔ کاسہ در پیش گدا داشته سلطانے چند

- (۱) میں نے اپنے بعض پوشیدہ غموں کو آج ظاہر کر دیا ہے۔ (درد عشق کی مصیبتوں کو بیان کر دیا ہے) اس لئے کئی گریبانوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ (میری داستانِ درد کو سنکر لذت آشنایانِ درد تائب ضبط نہیں لاسکتے مطلب یہ ہے کہ میں نے عشق کی تکلیفیں سب سے بڑھ کر یہ داشت کی ہیں)
- (۲) اُن بچلہ دلدار کی یادگار سے جنہیں وفائے اس شہر میں مقید کر رکھا تھا۔ بہ صرف چند نفس اور چند قید خانے باقی رہ گئے ہیں۔ (عشق میں وفائے دامن کو بھی بچھڑنے والے چل بسے۔ اُن کی یادگار میں اُن کی گرفتاری، در قید و بند کے سامانوں کی معیشت

- میں باقی رہ گئی ہیں۔ اب صرف ہوس پرست اور خام کار لوگ ہی باقی رہ گئے ہیں)
- (۳) جمع اور پریشان میں تضاد ہے۔ جمع سے مراد دُشمن کے ساز و سامان سے مطمئن ہو جانے والے لوگ۔ پریشان۔ عشاق۔ راہِ عشق میں سرگردان) مجھے ان دنیا دار لوگوں سے باتیں کرنے کا سلیقہ نہیں۔ (اگر میری باتیں سُنی ہیں تو میرے پاس چند پریشان حالوں کو بھلا دو۔) کہ کدہ ہمیشہ باہم پیٹھ پر دواغ خوب گذرے گی جو بل بٹھیں گے دیوانے چند)
- (۴) ہم پر کس قدر بادی آئی ہے۔ کہ لوگ ہمیں (بربادی میں مساوی ہونے کی وجہ سے) ایک دوسرے سے تمیز نہیں کر سکتے۔ (جاری مثال ایسی ہے گویا سم) ایک لٹے ہوئے گاؤں کے کچھ گھنٹہ باقی رہ گئے ہیں اور انہوں نے چند سے ظاہر ہے کہ سکست درجہ کے بعد کچھ زیادہ میں تیز و خوار ہو جاتی ہے۔)
- (۵) مقتول اس کثرت سے پڑے ہیں کہ ان (سب) کو کھنایا نہیں جا سکتا یوں کچھ لوگوں کو عمدہ محشر میں مرو سے پڑے ہیں۔ اور آفتاب محشر کی نذر آلی کر میں ان کی کفن پوشی کا سامان کر رہی ہیں۔ چند ایک سے پانچ یا نو تک کے لئے ہوا نہ لگتا ہے۔ اور معتدبہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں)
- (۶) کوئی دل ایسا نہیں جسے حادثہ کے ستم نے زخمی کیا ہو اور تیرے فعل (جیسے سُرخ) لبوں نے اس پر کئی ننگدان نہ چھڑک دیئے ہوں (ننگدان بمعنی معروف اور نیرنگنا یہ از وہن معشوق۔ عشاق کے دل جو ستم ہائے عشق سے بھرجو ہو رہے ہیں معشوق اُن پر طعن بیوفائی وغیرہ کے بچو کے لگا کر اور ننگ پاشی کرتا ہے)
- (۷) زمانے نے کسی شخص کو ٹھوکر نہ ماری کہ ہم نے اس پر اپنے دانتوں سے اپنی کشت دست کو نہ کاٹا۔ (جب کسی شخص پر مصیبت آئی ہے ہمارے دل میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے۔ خطرہ چلے کسی پر ٹپٹپہ میں ہم اہمیر دسار کو جہاں کا درہار کا حکم میں)
- (۸) (مجھ میں اور مجھ میں بہت فرق ہے) تو عیش و طرب نے پھل (یا پھل) کا خواہشمند ہے (بواہوس ہے) اور میں دل کے ٹکڑے کر کے نکال رہا ہوں۔ (یہ اشعار شفیق چو میرے وارث قلب ہیں۔ بہت کاوش سے نکالتا ہوں) میں نے اس قبیل کے پھولوں سے کئی حامن بھر لئے ہیں
- (۹) تمام حسین و معشوق نظیری کے فیض عشق کے امیدوار ہیں۔ (چشم داشتین۔ امیدوار توقع رکھنا) گو یا چند سلاطین نے ایک گدا کے سامنے کاٹہ گلابی پھیلا رکھا ہے۔ (نظیری گدا ہے اور معشوق سلاطین حسن ہیں جو نظیری کے ذوق و نیاز سے اپنے حسن کی بکریاں کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بغیر عشق نظرارہ باز کے حسن کی تمام زمیتیں بے سود ہیں) حسرت ہے
- انہیں خود ناز ہے اب اپنی صورت پر کہ برکت پرستش کر رہا ہے حسرت انگیز بیاں میری

## غزل نمبر ۱

بحرِ دلِ سخنِ مجنونِ اتہارِ کان

شمعِ رازن { قطع  
فعلان { فاعلان  
روزِ عشرت { روزِ عشرت

- ۱ شمعِ رازنہ دلی در شبِ تارِ آخر شد ۱ روزِ عشرت ہمہ در خواب و خمارِ آخر شد
- ۲ شاخِ سرکش شد و دوستِ ہمہ کوتاہ بماند ۲ جو رگلِ چین و زبازِ سرِ خارِ آخر شد
- ۳ عندلیبِ ارنسرا بد قفسِ معذورست ۳ گلِ بیزارِ نیردند و بہارِ آخر شد
- ۴ خلعتِ دہر باندازہ حالِ اکنون نیست ۴ چرخِ رازِ شتہ بہم رفت و مدارِ آخر شد
- ۵ ہمجو دینار کہ در پائے کریمیاں افتد ۵ کسِ نگفت از چہ شماریم و شمارِ آخر شد
- ۶ کمتر از رنگِ حنا بود بما لطفِ جہاں ۶ سرِ دستِ نقشاندیم و نگارِ آخر شد
- ۷ فکرِ نا آمدہ اینست کہ امسال گذشت ۷ غمِ آئندہ ہماں بود کہ پارِ آخر شد

نقش رخسار تو بر صفحہ جاں گشت رقم ۸ پردہ بر یک طرف انداز کہ کار آخر شد

۹ شاہدان گوشہ چشمہ بنظیری داند

ہر چہ دل صید ہمیکہ و شکار آخر شد

- (۱) شمع کی زندہ دلی اندھیری رات میں ختم ہو گئی اور عیش کا دن تمام خواب و شمار میں گزر گیا +
- (۲) شاخ بلند ہو گئی اور تمام رخا ہر شمعندوں کا ہاتھ کوتاہ رہ گیا۔ (جو نگاہ ہاتھ شاخ بلند نہ پہنچ ہی نہیں سکتا اس لئے ہلکیں کے ستم اور کانٹے کی نوک کا جھگڑا ختم ہو گیا ہے۔) بلند مقاصد یا عشق کی کھٹن منزلوں میں ہر کس و نا کس استقلال سے کام نہیں لے سکتا بے شمار لوگ یہاں بہت مار بیٹھے ہیں +
- (۳) بلبل اگر قفس میں نہیں کافی۔ تو وہ معذور ہے۔ کھجوروں کو لوگ ابھی بازار میں بھی لیجانے پائے تھے۔ کہ بہار ختم ہو گئی و بلبل کی نغمہ سرائی کا ذریعہ کل ہے جو بہار میں کھلتا ہے۔ مگر بہار اس قدر ناپائدار ہے کہ کھجول بازار میں پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو چکی۔ پھر وہ بلبل جو اس قفس ہے۔ نغمہ سرائی کا موقع کیسے پاسکتی ہے +
- (۴) اب زمانے کا خلعت رہا ہے حال کے مطابق نہیں رہا۔ (کیونکہ) چرخہ کا دھاکا لچھ کر رہ گیا ہے۔ اور اُس کی حرکت ختم ہو چکی ہے۔ نلنے نے جو پیرہن بنالیا تھا وہ ہمارے پیکر حالات کے مطابق نہیں + چرخہ چرخہ
- (۵) اُس دینار کی طرح جو نئی لوگوں کے پیروں میں (سختی کے وقت) گر پڑتا ہے۔ (قابل ذکر لوگوں کی) گنتی ختم ہو گئی اور (ہمارے متعلق) کسی نے یہ نہ کہا کہ ہم کس شمار میں ہیں۔ (ہم بالکل بے وقعت ہیں) +
- (۶) ہمارے لئے دنیا کا لطف مہندی کے رنگ سے بھی زیادہ ناپائدار تھا کہ ابھی ہم نے ہاتھ پھیلا کے تھے (سختی شروع بھی نہ کیا تھا۔ کہ رنگ اُڑ گیا۔) (درحقیقت عیش کا زمانہ تو ہمیں نصیب ہوا نہایت مختصر تھا یا یہ کہ عیش کا زمانہ باوجود مستدام کے بھی مختصر معلوم ہوا کرتا ہے) +
- (۷) جو فکر بھی پیدا نہیں ہوا وہ یہ ہے کہ یہ سال بھی گزر گیا۔ (ساں دواں کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم ابھی ہم نے محسوس نہیں کیا) اور آئندہ کا غم بھی رہا ہے کہ پارسا سال گزر گیا۔ مستقبل کی فکر پہلے سے نہیں کرتے بلکہ وقت ہاتھ سے نکل جانے پر (فسوس کرتے ہیں) +
- (۸) تیرے رخسار کے نقش تو میری جان کے صفحے پر ثبت ہو چکے ہیں۔ اب پردہ اٹھا دے کہ (میرا) کام تمام ہوا جاتا ہے۔ (مزید تاپ انتظار نہیں رکھتا) فاضل تعریف کا تعجب مطلب یہ کہ خدا کی صفات جمالی کے مطالعہ سے مجھ حالات انبساط طاری ہو چکی ہے۔
- (۹) اب معشوق بگ بھی نظیری کی طرف چشم التفات (مبذول) کئے ہوئے ہیں۔ جو چیز (چشم معشوق) پہلے میرے دل کو شکار کر کرتی تھی۔ آخر وہ خود شکار ہو گئی۔ (ہر چہ کی جگہ اگر تیر کہ ہو تو مراد خود معشوق ہو گا۔ مگر میرے خیال میں ہر چہ سابق و سابق کے لحاظ سے بہتر اور معذوں نزدیک ہے۔ پہلے مصرعہ میں گوشہ چشمہ بنظیری وارندہ کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں دیکھو ردیف وال پہلی غزل کا مقطع)

## غزل نمبر ۳

بھر رخسارِ سخن انور بکفوف محذوف  
زوقِ زمرے نرزاو  
تقطیع  
زوقِ زمرے نرزاو  
کے نرزاو  
فارعات  
بے مذاق  
ارکان: مفعول فارعات مفاعیل فاعلن  
کے صد شور  
شعر نہ شد  
فارعات  
در نہ شد  
نقص ہے ب

زوقِ زمرے نرزاو کہ صد شور و شر نشد ۱ بیباکی از مذاق خم مے بدر نشد  
ابں رسمائے نازہ ز حیران عہد ماست ۲ عنقا بیروزگار کسے نامہ بر نشد  
بازیں چہ آفت ست درخت اُمید را ۳ امسال ہم شگوفہ نشاند و ثمر نشد

بیہودہ بر گزردہ آفت نشستہ ایم ۴ شد کاروان و مرد رہے جلوہ گزشتہ  
 رسوا منم و گزرتہ تو صد بار در دلم ۵ رفتی و آمدی کہ کسے را خبر نشد  
 دستار مار گنج، گرہ در گلو شود ۶ خم را کہ خشت میکدہ تاج سر نشد  
 شب زندہ دار باش کہ تا پیر بت تراش ۷ بیدار بود بستکہ زیر و زبر نشد  
 در صد رچوں حضور نبود آستان گزید ۸ ہر گز گدائے کوئے مغاں معتبر نشد  
 ۹ بس نعمہا بگوش نظیری ہوس کشید  
 دراز دروں بہ بست و بہ بیرون در نشد

- (۱) شراب سے کوئی ذوق ایسا پیدا نہ ہوا کہ جس سے آخر سینکڑوں شور و شر نہ پیدا ہوئے ہوں۔ شراب کے شکر کے مذاق سے  
 بیباکی و گور نہ ہو سکی۔ (۲) بے باکی اور شور و شر شراب کا خاصہ ہے۔  
 (۲) یہ نئے نئے طریقے ہمارے زمانے کی محرومیوں میں سے ہیں۔ (۳) ہمارا نامہ بر غفلت ہے، ورنہ غفلت کو کسی (عاشق) کے زمانے میں  
 بھی نامہ بر نہیں بنایا گیا۔ (۴) ایسے محروم قسمت ہیں کہ میں ہمارا نامہ بر غفلت یعنی معدوم ہے۔ اس سے زیادہ حیاں  
 نصیبی کیا ہوگی کہ قاصد ہی نہیں ملتا۔  
 (۵) یہ امید کے رخت پر پھر کیا آفت آئی ہے۔ کہ اس سال بھی شگوفے ہی جھڑ گئے۔ اور پھل پانے آیا۔ (۶) ہمیشہ کی طرح پھر  
 اُمیدیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔  
 (۷) ہم ہیکار اس آفت کے راستے (دنیا) میں بیٹھے ہیں۔ قافلہ چاکا اور کوئی مرد راہ نمودار نہ ہوا۔ (۸) دنیا میں ہم نے کسی مرد کامل  
 کی تلاش میں بہت سرگردانی اٹھائی مگر بے سود۔ رہبر کامل ملتا ہی نہیں۔  
 (۹) چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اکیز کی قافلہ پہچانتا نہیں ہوں ابھی رہبر کو میں  
 رسوا میں ہو گیا ہوں حالانکہ کبھی تیرے دل میں آیا نہ گیا۔ ورنہ تو تو سینکڑوں مرتبہ میرے دل میں آیا اور گیا اور کسی  
 کو خبر تک نہ ہوئی اور مطلب یہ کہ معاملات عشق میں رسوائی بغیر حصول کے عاشق کا حصہ ہے۔  
 (۱۰) (خدا کرے) اس مشکل کے گلے میں خزانے کے سانپ کی پگڑی گروہ بن کر رہ جائے۔ جس کے سر کا تاج میکدہ کی اینٹ نہ  
 بنی ہو وہ مشکل کسی کام کا نہیں جسے میکدہ میں بار نہیں ملا۔ اور جس کو میکدہ کی اینٹ کا ڈسکتا نقیب  
 نہیں ہوا۔  
 (۱۱) راتوں کو بیدار رہا کر راتوں کو عبادت و ریاضت کیا کرے کیونکہ جب تک بوڑھا بت تراش (آذر) بیدار رہا ہنگامہ  
 زبرد زبرد نہ ہوا۔ (آذر) حضرت ابراہیم کے بت تراش اور بت پرست خالد۔ جو وہ اپنے بتوں کی طرف سے  
 غافل ہوئے وہ توڑ پیٹے گئے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ایک قسم کی صورت گری ہے اس کے لئے شب بیداری اور محنت کی ضرورت کام  
 (۱۲) چونکہ مسند پر جا نہ تھی۔ اس لئے اس نے دلیلیں ہی کو پسند کر لیا۔ یہ مغاں کے کوچے کے گدا کے تھان لیکن کو بت نہ آئی بلکہ  
 راہ معرفت اس کے دروازے کو چھوڑ کر بھی نہیں جاتے۔ خواہ اُن کو حضور ہی نصیب ہو یا نہ ہو۔ اور اس کی بھت پرکھنے کی  
 کریم فرمائی کو بھی اپنی ہیئت سے بڑھ کر خیال کرتے ہیں۔  
 (۱۳) ہوس نے نظیری کے کان میں بہت سے (روایتیں) نغے ڈالے۔ مگر اس نے اندر سے دیوانے کو بند کر لیا۔ اور  
 باہر نہ نکلا۔ (۱۴) ہوس کے غموں سے متاثر نہ ہوا بلکہ قناعت گزریں رہا۔

۴م نظیری اور وہ بہت مقصد۔ الفاظ کی صنعت گری کو لازم شعر تصور کرتا ہے اس اعتبار سے اچھے شعر کہنے کیلئے شب  
 بیداری کو ضروری تصور کیا۔



# غزل نمبر ۴

ارکان فاعل مفعول مفعول

لے دارد  
فعل  
لے دارد

تر از آب  
مفعول  
ز رفتن گل

بیا زرد  
مفعول  
درا کوئے

بجز بختن از خرب کفوف ممدوف

مقاصد  
تقطع  
لے آئی

قاصد دلے آرزوہ تر از آبلہ دارد ۱ مے آید ازاں کوئے و ز رفتن گلہ دارد  
کس خیمہ نیفرخت بسر چشمہ حیواں ۲ گاہے گذرے خضر بریں مرحلہ دارد  
شاید کہ شود جلوہ گر از غیب جہاں لے ۳ چشمہ ہمہ کس بر رہاں قافلہ دارد  
معتوق جمیل ست وغیر ار نہ بگویم ۴ مجنوں نسب از لیلی ایں سلسلہ دارد  
ہوئے بفرخت نکتہ در ہمہ صحرا ۵ دیوانہ کہ آہوئے رماں در گلہ دارد  
دریاش ہمے پایدہ در ظرف نلجید ۶ صد گونہ الم طایر کم حوصلہ دارد  
فارغ تشوم یک نفس از بندگی عشق ۷ شکرانہ فرضے کہ کنم نافلہ دارد  
بے بادہ کنم مستی و بے نغمہ ز نم ذوق ۸ اینک مے و نئے ہر کہ سر مشغلہ دارد  
۹ چوں گفتہ و ناگفتہ بسنجیدن بخت است

شعرے کہ نگفتست نظیر می وصلہ دارد

(۱) قاصد (جسے میں نے معشوق کے پاس بھیجا تھا) آبلہ سے زیادہ آرزوہ دل ہو رہا ہے۔ (پھوٹ پہنے کو ہے) وہ اس (معشوق) کے کوچے سے آ رہا ہے اور وہاں جانے کے متعلق گلہ کر رہا ہے۔ (معشوق نے اس سے ناگفتہ بہ سلوک کیا ہے وہ افسوس کر رہا ہے کہ کاپڑ جاتا ہی نہیں)۔

(۲) کسی شخص نے بھی کبھی آب حیات کے چشمہ پر خیمہ کھڑا نہ کیا۔ (کسی کو وہاں جم کر بیٹھنا نصیب نہ ہوا) ہاں! کبھی کبھار خضر کا گذر اس منزل پر ہوتا ہے۔

(۳) شاید غیب سے کوئی جمال (صاحب جمال) جلوہ گر ہو۔ شخص اس قافلہ کی راہ پر نظر جمائے ہوئے ہے۔  
(۴) میرا معشوق حسین بھی ہے اور غیر تم بھی درہ میں کہہ دیتا کہ مجنوں اس خاندان کی سنی سے تعلق رکھتا ہے۔ رشتہ غراپے کو مجنوں قرار دیتا ہے مگر حد و حد کو لیلیٰ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کی غیرت اور حسن کی وجہ سے کتر آتا ہے۔

(۵) وہ دیوانہ جس کے گلے میں بدکنے والا ہرن موجود ہے۔ (بادہ جو اس وسعت کے تمام صحرا میں باطمینان ہو و نفعہ لگاتا) نہیں کر سکتا نظیری اس علت کا حال بیان کر رہا ہے جو کہ قبولی ہی نزاکت خیال کے ہفت اظہار تما کی تاب میں لگتا تھا اس پر کیلئے اظہار عشق آواز ہو ہے۔

(۶) کہ عرصہ پہلے سینکڑوں قسم کے رنجوں میں مبتلا ہے۔ کہ اسے دریا چاہتے۔ حالانکہ وہ اس کے ظرف میں نہیں سما سکتا۔ (عاشق) کی خواہشیں بہت بلند ہیں، ہوا کے تھلے سے بڑھ کر ہیں۔

(۷) عشق کی بندگی سے آپس ایک ہی بھی فرصت نہیں ملتی جس فرض کا شکر ادا کرتا ہوں اس کے نفل باقی رہتے ہیں۔  
(۸) میں بغیر شراب کے مست ہو جاتا ہوں۔ اور بغیر نغمہ کے ذوق کا خیرا کرتا ہوں۔ جو شخص اس مشغلہ کی خواہش رکھتا ہو اس کے لئے یہ شراب اور نغمہ ہی حائز ہے۔ مطلقاً تعارف کے مطابق میں گو باخدا بیٹے کے بغیر حالت وجد میں ہوں۔  
ہیں گیت نہیں کے رنگ بھرے اور بھاد انہیں کے سہنے میں بد جو بے گت سبے سرتراں ہوئے بن تال کھاوے ناچے ہیں

(۹) چونکہ کہے اور ان کہے (اشعار کا قدر پانا) قسمت کے وزن کہنے پر موقوف ہے۔ اس لئے وہ اشعار جو نظیری نے ابھی نہیں کہے ان کا صلہ بھی اسے مل جائیگا۔ (قسمت نے یاد دہی کی توجہ معانی و الفاظ پر موزوں کے پیوستہ آنے سے دل سے دل ہی میں رہ گئے ان کا بھی صلہ مل جائیگا۔)

## غزل نمبر ۵

ارکان: - مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین

رہے آرد  
مفاعیلین  
رہے آرد

نی دیدا  
مفاعیلین  
سیندیا

شقی حیرا  
مفاعیلین  
رہے ماند

کمالے عا  
مفاعیلین  
چو آتش دے

بجز جہنم سالم

تقطیع

کمال عاشقی حیرائی دیدار مے آرد ۱ چو آتش دیر مے ماند سمندر بار مے آرد  
نہ رشک خود فروشاں میگذشتہ ناز کم سنجان ۲ فریب حسن غوغا از سر بازار مے آرد  
تو درخواہ از قضا چند آنکہ فیروزی شود روزی ۳ بخت ارد در بندہی اختر از دیوار مے آرد  
بہ ہندو خط جمال یار سودائے عجب دارد ۴ ہمہ اقرار و ایمان بوردہ و انکار مے آرد  
مسلمان عاشق رخسار و ہندو والہ زلفش ۵ موحد میں کہ باہم مصحف و زنا مے آرد  
مبارک فال صبح دولت دیدار میخواراں ۶ کہ دست و پائے بخت خفتہ را در کار مے آرد  
نزد و بیناں چہ میگوئی سبزم بخوداں بنشین ۷ کہ آپ خضر اگر حاجت شود خمار مے آرد  
۸ نظیری از نواز شہائے درد و دوست در فرد تم  
کہ چوں چنگم بضریت بر سر اسرار مے آرد

(۱) جب عشق کمال پہنچ جاتا ہے تو پھر عاشق پر حیرت طاری ہو جایا کرتی ہے۔ (مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ فَقَدْ كَلَّ لِسَانَهُ) جس نے معرفت خالق پالی اس کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی جیسے جب آگ عرصے تک (جلتی) رہتی ہے تو اس میں سمندر پیدا ہو جاتا ہے (سمندر سام بجی آگ اور اندر گدگدہ ظرف۔ وہ کیڑو جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ جب عرصے تک کسی مقام پر ٹال جلتی رہے تو اس میں پیدا ہو جاتا ہے)۔  
(۲) مجھے نہ تو خود فروشاں (مغرور) کا رنگ ملتا ہے نہ نکاح دیتا ہے) اور نہ کم عقل لوگوں کا نازی بلکہ قریب حسن ہاتھ سے شور و شر  
(۳) تو بے شک طلب کر کے دیکھ لے تیری کوشش سے نہ تو مجھے مقدر سے زیادہ مل سکتا ہے۔ اور دیر سے عدم طلب سے اس میں کچھ کمی ہو سکتی ہے جس قدر کامیابی تیری قسمت میں (رکھی) ہے۔ اس کے لئے اگر تو اپنی قسمت پر دروازہ بند کر دیکھا تو تیرا سناو اس (مقسوم) کو دیوار پر سے پھانڈ کر لے آئیگا۔  
(۴) معشوق کا حسن رخ اس کے ہندو خط جمال سے عجب سودا کر رہا ہے۔ کہ اقرار و ایمان کو تولے جاتا ہے۔ اور اس کی بگدہ کفر و انکار کو لے آتا ہے۔ شعر کا یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا کہ پہلا مصرعہ بہ ہندو خط جمال یار الخ ہو۔ اس صورت میں سودا کے معنی معاملہ اور لین دین کے ہوتے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلا مصرعہ شہید خط و قال بار الخ ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ خط و قال محبوب کا نہ پیدائی عجیب سودا در دیوانی میں مبتلا ہے کہ اقرار و ایمان کو چھوڑ کر کفر و انکار کو اغنیاء کئے جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی سودا کے معنی معاملہ کے ہو سکتے ہیں۔ (قتال)  
(۵) مسلمان اسکے رخسار کا عاشق ہے اور ہندو اس کی زلف کا شہید اور اس سے متحد ہو دیکھو جو مصحف اور زنا دونوں کو اکٹھا کئے ہوئے



مگر بزرگ دشمن اضراب کمفوق محذوف  
تقطیع { چو ابر  
هاری ب مفعل  
رکوع کس

ارکان : مفعول مفاعیل و مفاعیل فعدلن  
نکن شد  
فعدلن  
چمن شد

مرامی  
مفاعیل  
نظر کرد

چوں ابر بہاری بسم سایہ فگن شد ۱  
چوں شمع کہ شد رہبر پروانہ ز تابش ۲  
میخواست شود قابل نظم بپلافت ۳  
بے جام ہمہ میکش و بے بادہ ہمہ مست ۴  
شک نیست کہ از نیم نظر کار بر آید ۵  
همسایگیش را اثر ابر بہارست ۶  
از یار و یار ار نگم یاد عجب نیست ۷  
بر خاک درش جائے شہیداں ندهد کس ۸  
۹ مہبان بہشتی مخور اندوہ منظمی  
نزد ہنگہ حوران چمن بیتِ حزن شد

(۱) جب وہ اب بہار میرے سہرے سایہ انداز ہوا تو اُس نے میرے جس قطعہ زمین پر کبھی نظر ڈالی وہی چمن کی طرح سہ سبز و  
پیشاباب ہو گیا۔ (معشوق کی کوئی توجہ عشاق کی کامرانیوں اور کامیابیوں کی ضمانت ہے)۔  
(۲) شمع کی مانند جو اپنی چمک اور جلنے کے باعث پروانے کی (اپنی طرف) رہنمائی کرتی ہے۔ اُس (معشوق) کی دلسوزی میری  
جانب پاری کا سبب بن گئی۔ (تس طرح شمع جلتی ہے تو پروانہ آکر اُس پر قربان ہو جاتا ہے۔ محبوب کی دلسوزی، دیکھ کر میں اپنی  
جان کو اُس پر نشان کر دیتا ہوں)۔  
(۳) سخن (شاعری) کی خواہش تھی کہ وہ بلاغت میں میری نظم کے قابل ہو سکے اس لئے وہ (میری بلاغت) سے سو درجے نیچے اُتری اور  
بھر سخن اپنی بلندی کو پہنچا۔ (میری نظم اپنی بلندیوں سے سو درجے نیچے اُتری۔ پھر بھی اس کی بلندی اتنی ہے کہ شاعری کا تہہ نہ

- مقام دی ہے)۔  
 (۴) میری نظم کے سبب بیغوشوں کا آئین ایک رسم کہن (منزوک) ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس کے باعث تمام لوگ بغیر جام کے میخوار اور بغیر شراب کے مست ہو رہے ہیں۔ (میرے اشعار میں شراب سے زیادہ مستی ہے)۔  
 (۵) جس شخص کا رہنا معجزہ جیسے کلام والا آصف ہو گیا۔ کوئی شک نہیں کہ اس کا کام ایک نیم نظر (مدوح کی ذرا سی توجہ سے حل ہو جائیگا) آصف مجاز سخن بظاہر شاعر ہے۔ عیال کریم خان خاناں کی طرف جزئی نظیری کا مدوح خاص تھا اور اکبر کا وزیر ہونے کی حیثیت سے اس کی ہمسائی میں ابر بہار کا اثر ہے۔ کہ اس کی ہمسائی میں کچھ باغ بن گئے ہیں اور کائنات چلی ہے۔  
 (۶) اگر میں اپنے دوست اصحاب اور وطن کو یاد نہیں کرتا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس سال میرے رشک کے باعث مسافت وطن میں چلی گئی ہے۔ (مدوح کی بدولت مسافت میں وطن کی سی آسائشیں مجھے حاصل ہیں)۔  
 (۷) اس کے دروازے کی خاک پر کوئی شہیدوں کو بھی جگہ نہیں دیتا۔ کیونکہ اس خاک میں ایک ایسی لطافت ہے جو جسم کے لئے کافور اور کفن کے لئے عطر کا حکم رکھتی ہے۔ شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا۔ کافور غسل میت میں جسم کو اور عطر کفن کو ملا کرتے ہیں۔ جب شہید کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں تو اسے وہاں جگہ کیوں ملے)۔  
 (۸) اسے نظیری تو مہاجن ہشتی ہے تم دکھا۔ تیرا غم خامدو باغ کی حوروں کی تفریح گاہ بنا ہوا ہے۔

## غزل نمبر

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

زے آید  
مفاعیلن  
زے آید

چندوا  
مفاعیلن  
عزیز سے با

پریدن  
مفاعیلن  
وری زودی

بگوشم از پریدن ہائے چشم آواز مے آید  
تقطیع { بگوشم از  
مفاعیلن  
ک از غربت

- بگوشم از پریدن ہائے چشم آواز مے آید  
مبارک پے ہوائے کز دیار دوستے خیزد  
بغل بکشاے پر کن از غنیمت ہائے ایما فی  
بساط جادوئے برہم خورد جادو نگاہاں را  
محالست اینکہ بر دام نگاہ من گذر افتد  
سپہ را صبح در پرواز و شہ را بخت و رنا زست  
بترتیب صبحی صبحدم دیدم کہ دولت را  
سعادت ہائے گونا گوست دورانرا کہ حسن او  
نباشد محرم آہنگ دولت قدر ہر سمعے  
چو شد تنخیر دل مشتاق را در ماں شکیباییست  
۱ کہ از غربت دریں زودی عزیزے باز مے آید  
۲ کہ بے بال و پر آسنا مرغ در پرواز مے آید  
۳ کہ از تاراج حسن مملکت پرواز مے آید  
۴ کہ لب با حجت و رخسار با اعجاز مے آید  
۵ غزلے را کہ از پے صد مکند انداز مے آید  
۶ کہ از بالا ہما در چنگ آں شہباز مے آید  
۷ کمرے بست دوراں خانخاناں باز مے آید  
۸ بہر انجام فصلے بر سر آغاز مے آید  
۹ نوازاںک بروں زیں پرو ہائے راز مے آید  
۱۰ کہ دل مینازد و دلبر زوئے ناز مے آید

نظیری دوستاں را راز دل ناگفتہ مے ماند

" تحمل کن کہ او خود بر سر این راز مے آید

مگر با سلیکمان زند و شادان کا آصف بیک کشف حضرت سلیمان کے زیر کا نام تھا۔

- (۱) میرے کانوں میں آنکھوں کے پھرنے کی (خوشخبری کی علامت) آواز آرہی ہے۔ کیونکہ جلدی ہی ایک دوست سفر سے واپس آ رہا ہے  
(غالباً عبدالرحیم غاغاناں کی سفر سے واپسی کی طرف اشارہ ہے)۔
- (۲) مراگ قدم ہے۔ وہ ہوا جو کسی دوست کے شہر کی طرف سے اٹھ کر آئے۔ کیونکہ وہاں بے بال و پر پرندہ بھی اڑنے لگتا ہے۔  
دوست سے یا بے جھول کی جگہ اگر دوستی ایسے صورت سے جو توختی میں معمولیت اور خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں دیا آ  
دوستی کا ترجمہ عشق و محبت کا شہر کیا جائیگا)۔
- (۳) بغل کھول اور ایمان کی غنیمتوں (کے مال) سے بھر لے۔ کیونکہ حکمت پر داز (حکمت کو سنوارنے اور آراستہ کرنے والا) حسن  
ٹوٹ مار سے (واپس) آ رہا ہے۔
- (۴) بیٹے بیٹے عادیونگ ہوں (معشوق جن کی نگاہوں میں جادو کا سا اثر ہے) کی جادوگری کی بساط (الٹی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس  
کا لب (ایک زبردست) دلیل اور اس کا رخصت ایک معجزے کے ساتھ (ساتھ) آ رہا ہے۔ (معشوق یا ممدوح کے لب علیوں  
ایک دلیل اور اس کا رخصت معجزہ ہے۔ اور ان ہر دو کے سامنے بڑے بڑے جادو نگاہ معشوقوں کے حسن و غمزہ کا جادو بیگا ہو کر  
رہ جاتا ہے۔ جادو معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا)۔
- (۵) جس ہرن کے پیچھے سینکڑوں کنداز (شکاری) آرہے ہوں۔ (جس کے بے شمار چاہنے والے ہوں) ناممکن ہے کہ اس کا  
گندمیری نگاہ کے جال میں ہو۔ (اس کا میری طرف ملاحظت ہونا ممکن نہیں)۔
- (۶) فوج کی سوچ (نور انبساط سے) پرواز کر رہی ہے اور بادشاہ کا تخت ناز کر رہا ہے۔ کیونکہ بلندی پرست ایک جا اس شاہیانہ  
کے پٹے میں آ رہا ہے۔
- (۷) میں نے سچ ہی صحیح دیکھا کہ زمانہ حکومت کو صیوحی کی (بھلس) ترتیب دینے کے لئے کمر بستہ کر رہا تھا۔ کیونکہ غاغاناں واپس  
آ رہا ہے۔ (اس کی آمد کی خوشی میں صیوحی کا جشن ترتیب دیا جا رہا ہے)۔
- (۸) زمانے کو طرح طرح کی خوش بختیاں میسر ہیں۔ کیونکہ اس کا حسن ہر موسم کے اختتام پر پھر پہلی سی حالت پر آ جاتا ہے۔ (اس کا حسن  
زوال پذیر نہیں)۔
- (۹) ہر کان کا تقدیر نہیں ہے کہ وہ نوائے حکومت کا راز دان ہو۔ کیونکہ ان پر دہائے واز سے نہایت نازک ٹھٹھکتے ہیں۔ (ان کو  
سننا اور سمجھنا ہر کس کا کام نہیں کہ ع رمز مہمکت فویش خبر وہاں داند)۔
- (۱۰) حب (عشق میں) عاشق کا دل کسی (بے کے) بیٹے میں چلا جائے۔ تو پھر وہ اس کا علاج صرف صبر ہے۔ کیونکہ دل بھی دس  
تخیل عشق پر نازاں ہوتا ہے اور دل بھی ناز سے پیش آتا ہے۔ (جب دل آزار ہائے عشق کو لاندہ سمجھ کر نازاں ہے۔ تو پھر تخیل دل  
کا علاج سوائے صبر کے کچھ نہیں)۔
- (۱۱) اے نظیری! دوستوں کے دل کا راز ناگفتہ رہا جاتا ہے۔ (لیکن اس پر گہرا نہیں بلکہ) صبر اور تحمل سے کام لے۔ کہ وہ (محبوب)  
فد ہی اس راز کو افشا کیا چاہتا ہے۔ (راز عشق کو اگر عاشق ظاہر کرنے نہیں پایا تو وہ یہ سمجھے کہ محبوب اس کی عشق پرستی  
سے ناواقف ہے۔ بلکہ بجائے عشق اول و دل معشوق پیدا نہ شود "نور ہی اس راز کو ظاہر کرنے پر مجبور ہو گا)۔

## غزل نمبر ۶

بحر مفاعیلین مقبوض مجنون آخری رکن مقصور  
ارکان مفاعیلین فغلائن مفاعیلین فغلائن  
تقطیع { ب ہوش سے چمن کن ک شاہدا ک شاہدا  
مفاعیلین فغلائن فغلائن مفاعیلین فغلائن  
قراب بر صبر ابرے بہار پیش کشتند

بہوش سیر چمن کن کہ شاہداں مستند ۱  
چمن پیالہ کش است و صبا قدح پیائے ۲  
بنیر تر قہ نہاں بادہ میخورد صوفی ۳  
جہان و عشق جہاں حرف قاف و سیمیع است ۴  
قراب بر صبر ابر بہار بکشتند  
معاشران صیوحی ز خواب بر جستند  
حکیم و عارف و زاہد ہمہ از بس دستند  
در حرم فنائزن کہ نیستاں ہستند

تو نخل خوش شکرستی کہ باغ و چین ۵ ہمہ ز خویش بریدند و تو پیوستند  
بضریت تو چنان تشنہ ام کہ صبرم نیست ۶ بقدر فرصت آں ماہیاں کہ درشتند  
ز بقیہ راری افلاک داغہا دارم ۷ کہ تاز شوق تو برخواستند شستند  
نوافزون ست ز اندازہ بر شیم عود ۸ غزل یز مزمر خوانم کہ پردہا پستند  
یز مزمنہ ادا میسکنم کہ خلوتیاں ۹ سر سبز نکشاند و در فرو بستند  
تو نخل میوہ فشاں باش در صدیقہ دہر ۱۰ کہ کم درخت قوی خشک شد کہ نشکند  
۱۱ ز کاہلی تو نظیری خندان این چمنی  
گہے باغ شدی کہ نشاط وارستند

- (۱) پشش سے سرچین کر۔ کیونکہ حسینان چمن مست ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے شراب کی فراہمی کو ابر بہار کے سر پر ڈھدیا ہے (یعنی ابر بہار کی موجودگی میں شراب کی ضرورت نہیں رہی کہ بہار خود سرور انگیز ہے)۔
- (۲) باغ شراب پی رہا ہے اور صبا پیالے (کھڑکھڑکی) ناپ رہی ہے۔ (ابر بہار میں شراب کی سی سستی ہے کہ چمن اُس کے سبب مست ہو رہا ہے) اور صبح کے وقت مل کے شراب پیئے والے دوست بید سے اٹھ بیٹھے ہیں۔
- (۳) صوفی بھی اپنی گدڑی میں چھپا کر شراب پی رہا ہے۔ حکیم۔ عارف اور زاہد سب اسی جنس سے (تعلق رکھتے) ہیں۔
- (۴) دنیا اور دنیا کا عیش کوہ قات اور سمیرا کی مانند مفقود اور صفت نام کو موجود ہے۔ فنا کی چار دیواری کا دروازہ کھٹکھٹا (فنا فی اللہ ہو جا) کیونکہ جو لوگ اپنے آپ کو مشا ڈالتے ہیں (حقیقت میں زندہ مہی ہوئے ہیں)۔
- (۵) تو مجھ بھل (اور منت کس کا ہے) کیونکہ باغ و چین سب اپنے سے کٹ کر تجھ سے آئے ہیں۔ (سب بے اختیار تیری طرف کھینچے چلے آئے ہیں)۔
- (۶) میں تیری (عشق کی) ضرب کا استدریاسا (خواب شمند) ہوں۔ کہ مجھے اس قدر (یا رات) صبر بھی نہیں رہا جتنا ان پھلیوں کو جوندی میں (پھنس چکی) ہوں۔ (بے صبر ہو رہا ہوں کہ تیرے عشق کی تکلیفیں برداشت کرنے کا بے حد متنی ہوں)۔
- (۷) میں آسمانوں کی بے قراری کے باعث اپنے دل پر رشک کے بے شمار داغ رکھتا ہوں۔ کہ جب سے وہ تیرے شوق طلب میں کھڑے ہوئے ہیں۔ بیٹھے ہی نہیں آسمان کی گردش اُسی کی جستجو میں ہے۔ تجھے رشک آتا ہے کہ تجھے پرمترتبہ حاصل نہیں)۔
- (۸) نغمہ ربط کی تاروں کے انداز سے بڑھ کر ہے۔ (ربط کی تاریں خوش نغمہ کو برداشت نہیں کر سکتیں) میں غزل کو گنگنا کر دھنسا ہوں اس لئے کہ برف بستہ ہیں۔ (نغمہ بڑے معرفت کو سننے کا اہل ہر شخص نہیں ہے۔ عود۔ ربط۔ ابریشم ربط کی تاریں جو ابریشم سے بنائی جاتی ہیں)۔
- (۹) میں بھی نکتہ اشائے اور کنائے سے بیان کرتا ہوں کیونکہ خلوتیوں (اہلِ حضرت) نے (شراب کے) منکے کا مٹہ کھولنے سے پہلے ہی دروازے کو بند کر لیا۔ (رازِ حقیقت کو انہوں نے افشا نہیں ہونے دیا۔ میں بھی اسے بالفاظِ متح نہیں بکا اشارہ دیکھتے ہیں بیان کر رہا ہوں)۔
- (۱۰) تو باغ دنیا میں میوہ فشاں (درخت بن جا) مخلوق خدا کو فتنہ نہیں کیونکہ یہ بہت کم (دیکھنے میں آتا ہے) کہ ایک نسبت طوثر سے سوئے گیا حوالہ لوگوں نے اُسے کاٹ نہ ڈالا ہو۔ (بے فکر درخت کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ بے فیض انسان بے فکر درخت سے متماثل ہے)۔
- (۱۱) اسے نقدی: (تو اپنے گوناگوں مضامین کی وجہ سے درحقیقت بہار سے منسوب ہے مگر کھاہلی کے سبب اس باغ کی

نواں بنا ہوا ہے۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تو بارغ میں گیا ہو۔ اور (اہل جن) مسرت سے فارغ ہو گئے ہوں۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ تو کسی انجن میں گیا ہو اور اہل انجن کی افسردگی کا غریب بنا ہو۔

## غزل نمبر

بھریز متن احرب کفوف اضری کن مخدوف سنج  
 اور کلان و مفعول مفاعیل مفاعیل مفعولان  
 قطع { افعان ہر سنج مفعول مفعولان  
 ایسہ زور مفعولان ہر کور

ایجانہ ہر سنگ سیہ تور فروشند ۱ | ایں پایہ سنیش نہ ہر کور فروشند  
 فریاد کہ ہر کس با سیری فتد اورا ۲ | شرط است کہ از توشن وطن دور فروشند  
 غیرت نگدارد کہ چشم و دل مسکر ۳ | یک ذرہ ز خاکستر منصور فروشند  
 زینبہ بود دعوی مستوری خوباں ۴ | ہر چند کہ بولاں بسر طور فروشند  
 سر دیت چناں خانقہ و دیر کہ آتش ۵ | در وادی دوری شب دیو فروشند  
 آں دُر و کشانے کہ شناسائے عیارند ۶ | فردوس بیک توشہ انگور فروشند  
 اخراج مغل خواہم و تاراج قزلباش ۷ | گزہ بند بر تدم بہ نشاپور فروشند  
 در عشق تو با قدر و بہا یم کہ عزیز است ۸ | ویرانہ کہ در کشور معمور فروشند  
 قریباں شدگان تو بقصّاب سر کوے ۹ | یک سینہ بصد ضربت سا طور فروشند  
 ۱۰ | باریش دل و سینہ ناسور نظیری  
 خوش باش کہ کم بتدہ رنجور فروشند

(۱) یہاں (عشق میں) ہر سنگ یا پتھر کو نور نہیں بخش دیتے۔ ہر پتھر آئینہ نہیں بن سکتا یا ہر پتھر اُس کے جلوہ نور کے پر تو کی قابلیت نہیں رکھتا) ہر اندازے کو قتل و مینش کا یہ مرتبہ نہیں دیا جاتا۔  
 (۲) فریاد ہے کہ جو شخص بھی اُس (عشق) کا قید میں پھنس جاتا ہے۔ اُس کے لئے نہ دردی ہے کہ (اُسے) عزیز و اقارب اور وطن سے دور جاتی ہے۔ (عشق میں برادری و وطنیت اور دوسرے تمام تعلقات کو ترک کرنا پڑتا ہے)۔  
 (۳) غیرت (عشق کی) اجازت نہیں دیتی کہ منکر (عشق حقیقی کی لذت سے نا آشنا) کے چشم و دل کو منصور کی خاکستر کا ایک ذرہ بھی دیں۔

(۴) ہر چند کہ وہ اپنے جلووں کو طور پر نکال کر تے پھریں۔ پھر کبھی معشوقوں کو پردہ نشینی کا دعوے زیب دیتا ہے۔  
 (۵) خانقاہ انداز تھا کہ اسے سہ ہونچکے ہیں۔ کہ (اب) آگ اندھیری رات میں دھند راز کی وادی میں ہی جلاتے ہیں۔ (عشق حقیقی کی لذت سے خانقاہ نشین اور پرستار ان آتش سب محروم ہیں۔ اس فیض سے صرف جی مستفیض ہیں جو آبادیوں سے دور اندھیری راتوں میں اُس عشق حقیقی سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ وادی دور اور شب دیو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہی دیں کے نقشہ کی طرف توجہ ہو سکتی ہے)۔



- (۶) وہ بچھٹ پینے والے جو خاص (شراب) کو پہچاننے والے ہیں وہ فردوس کو انگور کے ایک خوشے کے عوض دیدیتے ہیں۔ (عشق حقیقی کی شراب سے ہمہ شاربوں معشوق حقیقی کے طلبکار ہیں۔ اور بہشت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتے) :
- (۷) میں مخلوق کا اخراج چاہتا ہوں اور قرلیا شوی کی تنہائی و بربادی تاکہ مجھے ہندوستان سے لیجا کر دنیا پر ملن میں پھیلایا دے وطن میں بے قراری کا اظہار کیا ہے) :
- (۸) تیرے عشق میں باقد و قیمت ہوں (تیرے عشق کی وجہ سے معزز ہوں) کیونکہ وہ دیرینہ و آباد علاقہ میں ہوتا ہے۔ قیمتی ہوتا ہے اور میں عشق میں منفرد ہوں اور سب کچھ ترک کر چکا ہوں) :
- (۹) وہ جو تجھ پر قربان ہو چلے میں گوچے کے قصاب کے ساتھ اپنے ایک سینہ کو چھری کی سونہر بک کے لئے پیش کرتے ہیں (عاشقان صادق عشق میں مجسمہ کے رنج و ایذا کو نہایت کشادہ پیشانی سے قبول کرتے بلکہ لبیک کہتے ہیں) :
- (۱۰) اسے بھیری تو دل کے دم اور سینے کے ناسور سے خوش رہ۔ کیونکہ بیمار غلام کو نہیں بچا کرتے۔ (تو عشق کا بیمار ہے اس لئے تجھے نہیں بچیں گے) :

## غزل نمبر ۱

مردود دوستانیم مارا ثمر نباشد  
از لب یروں نیاید آواز عشقبازاں  
تاراج دیدگان ند آوارگان معشوق  
صد در اگر کشايند بر خلق گاہ دیدار  
اول نشان مردی اخفائے کار خوبست  
فیروزی ضعیفاں در عجز و انکسارست  
نادل بجائے خوشت دارد عنان دیدہ  
از تیغ کے ہراسم دیدار مزد قتلست  
در گوشہ نقابت سیر گل ست و نسریں  
ہر چارود مسافر حرف تو ارمغانست  
قاصد کہ میفرستی رطل گرانش درودہ  
۱۲ - از شاخ لمویر گے حاصل نشد نظیری

مردود دوستانیم از ما بتر نباشد  
۱  
پرواز مرغ بسمل جز زیر پر نباشد  
۲  
راہ نمیرود عشق کا نجا خطر نباشد  
۳  
آزما کہ چشم بستند آتش بدر نباشد  
۴  
بہتر ازیں کہ گفتی دیگر بہتر نباشد  
۵  
ناشکند صف ما مارا ظفر نباشد  
۶  
عاشق کہ شد پریشان صفا نظر نباشد  
۷  
خونے کہ عشق ریزد ہر گز ہر نباشد  
۸  
زیں خوبتر نظر را ہر گز سفر نباشد  
۹  
یک بخا نہ نیست کز تو پیر از شکر نباشد  
۱۰  
کز ما خبر نیابد تا بے خبر نباشد  
۱۱

۱۲ - از شاخ لمویر گے حاصل نشد نظیری

لب تشنه باد شستے کز گریہ تر نباشد

- (۱) ہم (ایسے ہیں جسے) باغ میں بید ہیں کہ یہیں پھل نہیں لگتا۔ ہم دوستوں (کی بارگاہ) کے سرود میں۔ ہم سے دتر کوئی نہیں (بید کو پھل نہیں لگتا۔ ہم سے کسی کو ہماری فلاح کے سبب فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے سب ہم سے کنارہ کش ہو چکے ہیں)۔
- (۲) عاشقوں کی آواز (فریاد) لبوں سے باہر نہیں نکلا کرتی (جیسے) ہم جان پرندہ کی پرواز پروں کے نیچے ہی رہتی ہے۔ (عاشق نیم جان ہوتا ہے۔ اور اپنی آواز سے فریاد بھی نہیں کرتا۔ جیسے سبیل پر کھڑا پتھر اگر زہ جاتا ہے اور اڑ نہیں سکتا)۔
- (۳) وہ لوگ جو معشوق کے عشق میں آوارہ ہیں وہ برباد ہو چکے ہیں۔ کیونکہ عشق کبھی وہ براہ نہیں چلتا۔ جس میں خطرہ ہو (عشق کی راہ نہایت خطرناک ہے۔ کہ یہاں نام و تنگ عزت و جاہ اور مال و دولت سب کچھ قربان کر دینا پڑتا ہے)۔
- (۴) اگر مخلوق پر دیدار (معشوق) کے وقت سرور و از سے بھی کھول دیں تو جس شخص کی آنکھوں کا کرناں (تضاد) قدر نے) بند کر رکھی ہے اس کو اس جہاں کے دیکھنے کا (ماسنہ نہیں ملے گا۔ اس کے جہاں کا نظارہ صرف اٹھمے والے ہی کر سکتے ہیں)۔
- (۵) بہادری کی سب سے بڑی علامت (اپنے) اچھے کام کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ یہ بات جو تم نے کوی (انفیلے کا خوب) اس سے بہتر کوئی نہیں کہتی۔
- (۶) کمزوروں کی کامیابی عاجزی اور انکساری میں ہے۔ جب تک ہماری صف ٹوٹ نہیں جاتی۔ ہمیں فحندی (نسیب) نہیں ہو سکتی (عشق میں کامیابی ہی ہے جو عجز و انکسار اختیار کر لے)۔
- (۷) جب تک دل اپنی جگہ قائم رہتا ہے وہ آنکھوں کو قابو میں رکھتا ہے۔ (کیونکہ) جو عاشق پریشان ہو جاتا ہے وہ صاحبِ غم نہیں ہو سکتا۔
- (۸) میں (لوہار سے) نہیں ڈرتا۔ کیونکہ قتل کی مزدوری (بدل) معشوق کا دیدار ہے۔ اس لئے عشق جو خون کرتا ہے وہ مالگوں نہیں جاتا۔ (معشوق کا دیدار قتل عاشق کا کافی صلہ ہے۔ ہڈی۔ وہ خون جس کا بدلہ یا معاوضہ نہ ہو۔ عاشق کا خون ضائع نہیں گیا۔ کیونکہ اسے معشوق کا دیدار حاصل ہو گیا ہے)۔
- (۹) تیرے گوشہ نقاب میں گلاب اور نسترن کی سیر (کا لطف) ہے۔ (رُخ معشوق گل و نسترن سے بڑھ کر ہے) نظر کے لئے اس سے بہتر کوئی سفر نہیں ہو سکتا۔
- (۱۰) (یہ) مسافر جہاں کہیں جاتا ہے۔ تیری باتوں کو (بطور) تحفہ لے جاتا ہے۔ (ہر جگہ تیرے عشق کی داستان بیان کرتا پھرتا ہوں) کوئی بھی گھر ایسا نہیں جو تیری بدولت شکر سے نہ بھر رہا ہو۔ دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جہاں کوئی مسافر جاتا ہے وہاں تیرا ذکر بھر مارِ سخاں موجود ہوتا ہے۔ ہر مقام تیری شہر میں یاد سے پُر شکر ہو رہا ہے۔
- (۱۱) اگر تو (ہماری شہر لینے کو) کسی قاصد کو بھیج رہا ہے۔ تو بے شک بھیج دے (مگر) اسے ایک وزنی پیالہ شراب پلانے کیونکہ (ہم حالتِ بخود میں ہیں) جب تک وہ بخود نہ ہوگا ہماری شہر نہ پاسکے گا۔
- (۱۲) اسے (غیری) لہو بازی کی شرف سے تو ایک پتہ بھی حاصل نہ ہوا (کچھ بھی نہ ملا) خدا کرے۔ وہ (کھیتی پیاسی رہے۔ جو گریہ (کے پانی) سے سیراب نہ ہوئی ہو۔ (عشق اور گریہ عشق ہی حاصل عمر ہیں۔ باقی تمام مصروفیتیں بے نتیجہ اور دور از کار ہیں)۔

## غزل نمبر ۱

ارکان :- مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین

ن مے خیزد  
مفاہیلین  
ن مے خیزد

تی نبیا  
مفاہیلین  
زدن مس تا

چشمِ من  
مفاہیلین  
ردائے مے

بھر زجِ سخن سالم  
ز گرد شہا  
نقشِ مے  
مفاہیلین  
گرہِ کز اب

- ۱ گره کنر ایرواں میخیزدش مستانہ مے خیزد  
۲ شہید ز گس اواز لحد دیوانہ مے خیزد  
۳ مہم بر بام تابدا تشم از خانہ مے خیزد  
۴ نشیند در گھر بر روزم پروانہ مے خیزد  
۵ کہ در کاشانہ مے آید کہ از کاشانہ مے خیزد
- تگرہ شہائے چشمِ مستی پیمانہ مے خیزد  
چو در روز قیامت ہر کسے خیزد بسووائے  
مہیائے فنایم جلوہ در کار مے خواہم  
چراغِ اہل عشق از کلبہ من میشود روشن  
ز بس مجو تصور کردین یارم نمیدانم

ن تبستم

سبق از یک قلیلی و مجنوں راجہ جالست ای ۶ یکے دیوانہ میگردد یکے فرزانہ مے خیزد  
 ز شرح قصہ مارفتہ ثواب از چشم خاصانرا ۷ شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ مے خیزد  
 بر دنیا و دین خواہی سر شکے بر جرات ریز ۸ کزیں آپ زمین صد غمزن از یک دانہ مے خیزد  
 مگر گاہ نظیری میسکند آرام گاہ اینجا ۹

جنوں از سایہ دیوار ایں ویرانہ مے خیزد

- (۱) اُس کی آنکھوں کی گردش سے (شراب کے) پیالہ کی (سی) مستی پیدا ہوتی ہے۔ وہ گدہ (بل) جو اُس کے ابروؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ مستوں کی طرح اُٹھتی ہے۔ اُس کی آنکھ میں شراب کی سی مستی اور گردہ ابرو میں مستانہ پن موجود ہے) ۶  
 (۲) جب قیامت کے دن ہر شخص اپنے (کسی خاص) خیال میں (سنبھک) اُٹھے گا۔ تو اُس (معشوق) کی نرگس (جیسی آنکھ) کا شہید قبرت دیوانہ (ہو کر) اُٹھے گا۔ (قبر سے اُٹھے گا تو وہ جس نرگس معشوق کا شہید ہو کر دفن کیا گیا تھا۔ اُسی خیمہ بال کو لے کر اُٹھے گا) ۷  
 (۳) میں فنا ہونے کو بالکل مستعد ہوں۔ صرف ایک جلوے کی ضرورت ہے۔ (کیونکہ) چاند میری چھت پر چمک رہا ہے۔ اور آگ میرے گھر سے اُٹھ رہی ہے۔ (عشق نے گھر میں آگ لگا دی ہے۔ ایک جلوہ معشوق کا منتظر ہوں کہ دیکھوں اور دیکھتے ہی نقار جانے والے کر دوں) ۸  
 (۴) اہل عشق کا پورا عالم میری ہی جھونپڑی سے روشن ہوتا ہے۔ (عشق میں لوگ مجھ سے اکتساب فیض کرتے ہیں) اگر کوئی ذرہ بھی میرے روزن دیوار پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ پروانہ بن کر اُڑتا ہے (لذت نا آشنا یا ان عشق میرے فیض صحبت سے عاشقان کامل و صادق بن جاتے ہیں) ۹  
 (۵) میں چونکہ اپنے دوست کے تصور میں محو ہوں۔ اس لئے میں نہیں جانتا کہ کون گھر میں آتا ہے۔ اور کون گھر سے اُٹھ کر چلا جاتا ہے ۱۰  
 (۶) لیلیٰ و مجنوں کا سبق تو ایک ہی ورق (عشق) سے ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک دیوانہ ہو جاتا ہے اور دوسرا ہوشیار اور سچہ دار بن جاتا ہے ۱۱  
 (۷) ہمارے قصے کی تفصیل سے غاصوں (افسانہ) پر پردہ محبوب یا دوستان خاص کی آنکھ سے نیند اڑ گئی ہے۔ (حالت یہ ہے کہ) رات ختم ہونے کو آئی ہے اور بات میں سے بات پیدا ہوتی چلی جاتی ہے ۱۲  
 (۸) اگر دین و دنیا کا کھیل حاصل کیا جاتا ہے تو اپنے (عشق کے) زخموں پر آنسو ٹپکا۔ کیونکہ اس پانی (آنسو) اور زمین (جرات) سے تو ایک دانہ سے سینکڑوں غمزن پیدا ہو سکتے ہیں۔ (جرات و آنکھ عشق دینی و دنیوی مقصد برآری کے کفیل ہیں) ۱۳  
 (۹) شاید کبھی نظیری اس جگہ کو اپنی آرام گاہ بنا لے۔ (یہی وجہ ہے) کہ اس دیرانے کی دیواروں کے سائے سے دیوانگی پیدا ہو رہی ہے۔ (نظیری کا جنون انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور اُس کا اثر یہ ہے کہ جہاں سے وہ گزرتا ہے یا جہاں وہ چھہ دیر آرام کرتا ہے وہاں آثار جنون نمایاں نظر آتے ہیں) ۱۴

## غزل نمبر ۱۲

بحر دل نشن مجنوں آخری رکن جنون مسکن مقصود ارکان :- فاعلاق فعلاتن ضلاتن فعلان

داوند

ن براتم

دوش بر سو

تقطیع

فعلاتن

فعلاتن

فعلاتن

سرج شمع

داوند

دوچاتم

بہرین

سرج شمع

دوش بر سو ز دل و سینہ براتم دادند ۱ سرچو شمع بر پند و حب اتم دادند  
 نالہ کردم بہاں عشوہ خموشم کردند ۲ گریہ کردم ز شکر خندہ نب اتم دادند



دُرد و صاف غم و شادی بمن ارزانی شد ۳ تا خُم و خمکہ عشق پر اتم دادند  
 پارہ پارہ جگر طور ز غیبت خوں شد ۴ کہ کہے بودم و چوں کوہ ثباتم دادند  
 گر سنہ دیدہ تر از مفلس کنعاں بودم ۵ خواجہ شتم کہ از اں حسن زکاتم دادند  
 تا بمقصد سپرم کشتی مشتاقاں را ۶ از خضر ہمت و از نوح نجاتم دادند  
 ۷ اخترم شمشعہ بہ چرخ نظیری زدہ ست  
 کس چہ داند کہ چہ عالی در جاتم دادند

- (۱) کل (روز ازل میں) مجھے رکھ کر ان قضا و قدر نے دل اور سینہ کی سوزش کا حصہ دیدیا۔ میری قسمت میں ازل ہی عشق کا آذر لکھ دیا گیا، میرے سر کو شمع کی طرح کاٹ ڈالا۔ اور مجھے زندگی بخش دی (حسن طرح شمع کا کل کاٹ دینے سے وہ زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عشق میں جل جل کر میں جیانت تازہ پاتا ہوں)۔  
 (۲) میں نے نالہ کرنا شروع کیا۔ تو انہوں نے ایک ناز پرشیدہ سے مجھے خاموش کر دیا۔ میں رونے لگا۔ تو انہوں نے شکر خند سے مجھے مصری دیدی۔ اُس کے عشوہ کو دیکھ کر میں نے نالہ اور اُس کے شکر خند کو دیکھ کر گریہ موقوف کر دیا)۔  
 (۳) (دوسرا مصرعہ پہلے) جب سے (قضا و قدر نے) عشق (کی شراب) کا خُم و خمکہ میری قسمت میں کر دیا ہے۔ (اُسی وقت سے) رنج و مسرت کی لکھچٹ اور شراب صاف مجھے بخت سی گئی ہیں۔ (درد و صاف غم و شادی میں لف و نشمر مرتب ہے۔ غم کو دُرد اور شادی کو صاف سے تعبیر کیا ہے)۔  
 (۴) طُور کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غیبت کے ماسے خون ہو گیا۔ کہ میں (انسان) ایک تنکا (ساختیم) تھا اور مجھے بہار جیسا ثبات استقلال بخش دیا گیا، طُور اُس کے جلوہ سردی کی تاب نہ لاسکا۔ اور انسان ضعیف البیان کا قلب اُس کے انوار و تجلیات کا جلوہ گاہ بنا ہوا ہے)۔  
 (۵) میں کبھی مفلس کنعان (حضرت یعقوب) سے بھی زیادہ دیدار کا جھوکا تھا۔ (مگر اب) میں مالدار ہو چکا ہوں۔ کیونکہ مجھے اُس حسن کی زکوٰۃ مل گئی ہے۔ (اُس کے حسن نے مجھے تمام ضروریات سے مستغنی کر دیا ہے)۔  
 (۶) (دوسرا مصرعہ پہلے) مجھے (قدرت نے) خضر کی سی ہمت اور نوح کی سی نجات دیدی ہے۔ تاکہ میں مشتاقوں کی نشانی کو مقصد تک پہنچا دوں۔ (عشق کے طوفان میں غامکاران عشق کو منزلِ مقصد و پہنچانا آسان نہیں۔ مجھے قدرت نے حضرت خضر کی سی ہمت و رہنمائی اور حضرت نوح کی طرح اس طوفان سے خود بچ نکلنے اور دوسروں کو بچانے جانے کا یقین و اتق بخش رکھا ہے)۔  
 (۷) اسے نظیری: میرے ستارے نے آسمان پر شعاعیں پسپا رکھی ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ مجھے قدرت نے کیسے کیسے اوتارے مرتبہ دیتے ہیں)۔

## غزل نمبر ۱۳

بحر ہرج منمن اھرب مکفوف مخدوف  
 کلزار ۱ شہرام  
 تقطیع ۲ مفعول  
 ارکان: مفعول مفعول مفعول مفعول  
 ۱ کلزار ۲ شہرام  
 ۳ مفعول ۴ مفعول  
 ۵ مفعول ۶ مفعول  
 ۷ مفعول ۸ مفعول

گلزارِ شہر آمد و بازار چمن شد ۱ گوش بہم س مجو غزلخوانی من شد  
 تاجیب کشادم کہ از اں نامہ بر آرم ۲ دیدم کہ صبا قائم، صمد بیتِ حزن شد

ہر غل کہ میخواست کند دشمن حاسد ۳ آمد بزبان زول و مہر دہن شد  
 از ظلمت شب مرغ خروشاں نشد مشب ۴ ہر چند کہ در بند پروبال زدن شد  
 پُر نور تر از بادۂ تلخ ست محبت ۵ عشقے کہ برو سال گذر کرد کہن شد  
 الفت وہ بجران و وصال است صبور ۶ مخموری من توبہ وہ و توبہ شکن شد  
 تائے شنوم حسن و وفا ہر دو غریب اند ۷ عاشق نشنیدم کہ ز غربت بوطن شد  
 تائے مسفر اشک خودم کار خراب ست ۸ ہر جا کہ شدم در پے ویرانی من شد  
 ۹ ہر زخم کہ برداشت زایام نظیری  
 نے چاک گریبان شد و نے چاک کفن شد

- (۱) بارغ شہر میں آگیا اور بازار چین بن گیا۔ (کیونکہ) ہر شخص کے کان میری غزلخوانی میں گھوہیں۔ (شہر میں میری غزلخوانی کے باعث بنیل کے غموں اور چین کی سی کیفیت پیدا ہو رہی ہے)۔
- (۲) جب میں نے حبیب گھولی کہ اُس میں سے خط نکالوں تو میں نے دیکھا کہ صبا سینکڑوں غم خانوں کی قاصد بن گئی ہے۔ (زیرا نامہ اس قدر پُر از قصہ علم تھا کہ ہوا جو اُس سے ٹکرائی جہاں جہاں پہنچی غم کا اثر ساتھ لیتی گئی)۔
- (۳) میرا حاسد دشمن (میرے کلام پر) بواغرائی بھی کرنا چاہتا تھا۔ وہ اُس کے دل سے زبان پر تو آیا۔ لیکن اُس کے منہ پر مہر بن کر رہ گیا۔ (راول تو اعتراض ہی بوجھ تھا۔ کچھ ہیبت اور عدم استقامت و قدرت بیان کی وجہ سے دشمن اُسے قیام بھی نہ کر سکا)۔
- (۴) آج رات کی تاریکی کی وجہ سے مرغ نے بانگ نہیں دی۔ (رات بہت اندھیری تھی اس لئے مرغ نے بانگ نہ دی) ہر چند کہ اُس نے پھر پھر پھڑپھڑائے۔ (در بند چیزے یا کائے شدان۔ کسی کام کے لئے آمادہ و مستعد ہونا)۔
- (۵) محبت (عشق) شراب تلخ سے بھی زیادہ تیز اور زبردست ہے۔ کیونکہ جس عشق پر ایک سال گزر جاتا ہے۔ وہ پُرانا ہو جاتا ہے۔ (شراب کہن تیز ہوتی ہے۔ عشق جس پر ایک سال گزر چکا ہو۔ شاعر اُسے پرانی شراب سے بھی زیادہ تیز قرار دیتا ہے)۔
- (۶) صبر وصال اور بھر دوں کو باہم ملا دینے والا ہے۔ (ہر دو میں صبر کی ضرورت ہے) اسی طرح میری مخموری توبہ کرنے والی اور توبہ نہ کرنے والی بن گئی ہے۔ (خمار کی تکلیف توبہ آموز بھی ہے اور پھر اس لئے کہ خمار کا علاج شراب ہے توبہ شکن بھی ہے)۔
- (۷) جب سے مجھے سننے کا موقع ملا ہے (میں تو یہی سنتا آیا ہوں) کہ حسن اور دلف دونوں مسافر (بے ثبات) ہیں۔ اس لئے میں نے نہیں سنا کہ کوئی عاشق سفر سے وطن میں آیا ہو (وفا سے یہاں میرے خیال میں حسن کی طرف سے وفامراد ہے نہ کہ عاشق کی طرف سے)۔
- (۸) جب سے میں اپنے آنسوؤں کا ہم سفر ہوں (عشق میں آنسو بہانا اختیار کیا ہے) میرا کام بگڑ گیا ہے۔ کیونکہ میں جہاں کہیں بھی گیا۔ وہ میری بریادی کے درپے رہا۔ (آنسو افشائے راز عشق کا سبب بن کر میری بریادی کا ذریعہ بنتے رہے)۔
- (۹) نظیری نے زمانے کی طرف سے جو زخم بھی برداشت کیا۔ وہ نہ تو چاک گریبان ہی بنا اور نہ چاک کفن ہی۔

# غزل نمبر ۱۱

اگر کلام مفعول مفعیل مفعیل مفعول

برآمد  
مفعول  
برآمد

مفعول  
مفعیل  
مفعول

مفعول  
مفعیل  
مفعول

مفعول مفعول مفعول مفعول

مفعول  
مفعیل  
مفعول

آخر میں اس مہیچہ ہم کیش برآمد ۱ داں کافر بیگانہ بمن خویش برآمد  
نیش سیم گرچہ نمود از صفِ مژگاں ۲ نوشیں تلکے از عقبِ نیش برآمد  
چشمش نکماں خائے ابرو بمن انداخت ۳ ہر تیر کہ چالاک تر از کیش برآمد  
اقبال دو گیتی بکلاہ ندی بود ۴ دیہیم شہ از خائے درویش برآمد  
کامے کہ بشمشیر سناں دیر برآید ۵ از دیدہ خونین و دل ریش برآمد  
بر خلق نگر دید گراں ہر کہ دریں بزم ۶ پس از ہمہ رفت و ز ہمہ پیش برآمد  
دیدیم ز سرتا قدمش حسن و شمائل ۷ لیک از ہمہ تویش و قابیش برآمد  
داویم بجاں منصبِ ہمزاری جاناں ۸ دل نیز دور و غرض اندیش برآمد

۹ سامان نشد از سعی خرد کار نظیری

دیوانہ شد و از خود و از خویش برآمد

- (۱) آخر میں ہم کیش کا فریبہ اپنا (غزلی) ہی نکلا۔ اور وہ بیگانہ دشمن کافر بیگانہ بمن خویش کا فریبہ اپنا (غزلی) ہی نکلا۔  
(۲) نوشیں تلکے از عقبِ نیش برآمد۔ نوشیں تلکے از عقبِ نیش برآمد۔ نوشیں تلکے از عقبِ نیش برآمد۔  
(۳) چشمش نکماں خائے ابرو بمن انداخت۔ چشمش نکماں خائے ابرو بمن انداخت۔ چشمش نکماں خائے ابرو بمن انداخت۔  
(۴) دیہیم شہ از خائے درویش برآمد۔ دیہیم شہ از خائے درویش برآمد۔ دیہیم شہ از خائے درویش برآمد۔  
(۵) از دیدہ خونین و دل ریش برآمد۔ از دیدہ خونین و دل ریش برآمد۔ از دیدہ خونین و دل ریش برآمد۔  
(۶) پس از ہمہ رفت و ز ہمہ پیش برآمد۔ پس از ہمہ رفت و ز ہمہ پیش برآمد۔ پس از ہمہ رفت و ز ہمہ پیش برآمد۔  
(۷) لیک از ہمہ تویش و قابیش برآمد۔ لیک از ہمہ تویش و قابیش برآمد۔ لیک از ہمہ تویش و قابیش برآمد۔  
(۸) دل نیز دور و غرض اندیش برآمد۔ دل نیز دور و غرض اندیش برآمد۔ دل نیز دور و غرض اندیش برآمد۔  
(۹) سامان نشد از سعی خرد کار نظیری۔ سامان نشد از سعی خرد کار نظیری۔ سامان نشد از سعی خرد کار نظیری۔

(۹) نظیری کی خودکار (غفلتدانہ) کوشش سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا (غفل سے عشق میں کام نہیں چلتا) اس لئے وہ دیوانہ ہو گیا اور خودی و خودپرستی کو چھوڑ دیا :

## غزل نمبر ۵

بھر بھر بھن اضر ب کفوف آخری رکن حذف سے  
ارکان: بمفعول مفعیل مفعیل مفعیل  
تلفظ: یغما، دستے ب، مفعیل، مفعیل  
تلفظ: یغما، دستے ب، مفعیل، مفعیل

یغماے تودستے یکم و بیش بر آورد ۱ تاراج تو دلق از بر درویش بر آورد  
عشق تو شک انداخت بہ فتاد و دولت ۲ حقیت آئین خود از کیش بر آورد  
حسن تو بقید دو جہاں سلسلہ افراشت ۳ آوازہ آزادگی خویش بر آورد  
از بیلک خزان تو شد کشتہ جہانے ۴ یا آنکہ ندیدیم کے از کیش بر آورد  
چوں از تور ہد صید کہ کعبین غزلت ۵ چوں پیہ شیراں بغضب نیش بر آورد  
خط نیست کہ بر عکس رخت سایہ فگندست ۶ از صیقل تیغ آئینہ ام ریش بر آورد  
در مصلحت کس تر نہم پیگ کہ ششقم ۷ از کشمش عقل کج اندیش بر آورد  
عشق از خردم خوب رہانید نظیری  
خون گرمی بیگانہ ام از خویش بر آورد

- (۱) تیری لوٹنے کم اور زیادہ سب پر ہاتھ ڈالا (یعنی اس پر وہ نظیر کسی کو نہیں چھوڑا) اور تیری غارتگری میں لوٹ کر ہم پر سے گدلی تک تار لی :
- (۲) تیرے عشق نے ستر و بہتر فرقوں میں شک ڈال دیا۔ (کہ ان میں سے کوئی بھی راستی پر نہیں ہے) اور اپنے طریق کی سحائی کو مذہب سے ثابت کر دیا۔ (کہ حدیث شریف میں آیا ہے تمام فرقوں میں سے صرف ایک ناجی ہو گا۔ شاہر کہتا ہے کہ وہ طریق عشق ہی ہے جو راہ نجات ہے) :
- (۳) تیرے حسن نے دونوں جہاں کو اپنی قید میں لانے کے لئے سلسلہ پھیلا دیا۔ دونوں جہاں تیرے حسن کی قید میں ہیں (اور اپنی آوازی کی شہرت کو عام کر دیا۔ حسن خود آزاد ہے) :
- (۴) تیری طرحان کے تیروں سے ایک جہاں عقل ہو چکا ہے حالانکہ ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ وہ (تیرے زکاں) کب ترکش سے نکلا (نگاہوں کے تیرے ایک دنیا گھائل ہو رہی ہے حالانکہ اس تیر کو کبھی کسی نے کسی کو زخمی کرتے دیکھا نہیں) :
- (۵) (کعبین۔ مخنّفہ۔ کعبین۔ دونوں مخنّفہ) شہرہ سے چھوٹ کر کہاں جا سکتا ہے۔ کہ تیرے ہرن (آنکھوں) کے کعبین نے اس طرح نیش نکال لئے ہیں جس طرح غضب کی حالت میں شیروں کے پیچھے ہوں :
- (۶) یہ جو تیرے چہرے کے مقابل سایہ فگندست ہے۔ یہ (تیرے چہرے کا) خط نہیں ہے۔ (بلکہ) تلوار کے صیقل کرنے میں میرے آئینہ (دل) میں زخم ہو گیا ہے :
- (۷) میں کسی کی مصلحت میں بھی دست اندازی نہیں کرتا۔ کیونکہ عشق نے مجھے کج اندیش عقل کی کشمش سے نکال دیا ہے (عشق نے مخلوق آوازی اور مفوضانی کے خیالات کو جن کا منبع عقل ہے۔ میرے دل سے نکال دیا ہے) :
- (۸) اسے نظیری! عشق نے مجھے عقل (کے پیچھے) سے خوب چھڑا دیا۔ ایک بیگلے (مشفوق) کی محبت نے مجھے اپنے (خودی) سے آزاد کر دیا۔ (عشق کی بدولت خودی ترک ہو گئی) :

# غزل نمبر ۱۶

بھر ہزار عشق افسوس  
تقطیع { درود و غم  
مست کہ ہم  
فعلات  
ہم آست  
مفعلات  
خاند  
فعلات  
جا خوند

درد و غمت کہ پہچو ہما استخوان خورند ۱  
بر من مبارک اند گرم مغز جاں خورند  
بر نامہ ام محنت کہ آشفته خاطر اں ۲  
موکز قلم کشند نے اندر بُناں خورند  
مست ایم بصلح اگر نکھتے بر می ۳  
زاں مے کہ در محبت ہم دوستاں خورند  
نیشکر آچنتاں نخورد کس ز دست دوست ۴  
کا زادگاں ز دست مبارک سناں خورند  
جانے و صند کر شمع مژگاں چہ مے کنم ۵  
ایں تیر ہا تمام اگر بر نشاں خورند  
چشم ہزار تشنہ جگر در کین تست ۶  
ترسم کہ خام میوہ ایں بوستاں خورند  
آزادگاں بجائے رسیدند و ما ہاں ۷  
زاں رہرواں کہ گرد پس کارواں خورند  
۸ ہر جا گلیست بہر نظیر می طرب گلیست  
کے بلبان مست غم آشیایں خورند

- (۱) قیر اور دو غم (عشق) ہو چکی طرح میری ہڈیاں کھائے جا رہا ہے۔ (مست ہو رہے کہ ہاڈیاں کھانا ہے) وہ میرے لئے مبارک ہیں۔ اگر میرا مغز جان تک کھا جائیں۔  
(۲) میرے خط کو پڑھ کر اُس پر ہنس نہیں کیونکہ پریشان خاطر لوگ (عشاق) قلم بنانے میں ہزار تکلیفیں برداشت کرتے ہیں (خط لکھنے میں انہیں کیا کچھ غلاب برداشت نہیں کرنا پڑے ہو گئے۔ مواز قلم کشیدیں۔ قلم سے تنکا نکالنا۔ قلم بنانا اور نے اندر بناں یا ناخن خوردن۔ تکلیف و اذیت برداشت کرنا۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریق کہ نے کا سر وار یک اور تیز بنا کر ناخنوں میں چھوڑتے اور توڑتے ہیں)۔  
(۳) اگر تو اُس شراب کی ذرا سی خوشبو بھی پالے جو درست ایک دوسرے کی محبت میں پیتے ہیں۔ تو تو اُس بوئے شراب محبت سے مست ہو کر میرے پاس صلح کی غرض سے آجائے۔ (محبت میں جو لطف ہے اگر تجھے اس کی ذرا برابری خبر ہو تو تو کبھی مجھ سے کچھ اچھا نہ رہے)۔  
(۴) کوئی شخص دوست کے ہاتھ سے اس طرح (شوق سے) گتائے کر بھی نہیں کھاتا۔ جس طرح (شوق سے) کہ (راہ عشق کے) آزادہ نہ اپنے حریف مقابل کے ہاتھ سے بھر کھاتے ہیں۔  
(۵) (میری) ایک جان ہے اور (معتوق کی) پلکوں کے سینکڑوں کرشمے۔ اگر یہ تمام تیر نشاں پوچھیں تو میں کیا کرونگا۔  
(۶) ہزاروں تشنہ جگر دریں عشاق لوگوں کی آنکھ تیری تاک میں ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ اس بارغ کے کچے ہی پھل کو نہ کھا جائیں (جوان ہونے سے پہلے ہی تجھے اپنی حرص و ہوس پرانی کی آماجگاہ بنالیں)۔  
(۷) آزاد لوگ تو کسی مقام (منزل مقصود) پر پہنچ گئے اور ہم اُسی طرح اُن مسافروں میں سے ہیں جو قافلے کے بیچے کی گرد کھا رہے ہیں۔ یعنی سہ  
یاران نیز کام نے محفل کو جالب  
ہم مجنا نہ جس کارواں رہے

(۱) جہاں کہیں بھول ہے وہی جگہ بخیری کے لئے مقام طرب ہے مست ملبیس آشیانے کا غم کب کھاتی ہیں۔ (میل کو آشیانے سے نہیں ملے عشق ہے۔ تباہی کو کبھی کسی خاص مقام سے اُلفت نہیں۔ جہاں کوئی حسین صورت نظر آجاتی ہے وہیں ڈیرے ڈال دیتا ہے) ۵

## غزل نمبر ۱

بہر بزمِ سخن، غریبِ کفوفِ آنری، کن محذوفِ مبلغ  
ارکان: یہ فعل فاعلات، مفعیل فاعلات  
تماشا، تماشا، تماشا، تماشا  
مجلس، مجلس، مجلس، مجلس  
تقطع، قطع، قطع، قطع  
فارغ، فارغ، فارغ، فارغ  
چومند، چومند، چومند، چومند  
در بزم، در بزم، در بزم، در بزم  
مجلس، مجلس، مجلس، مجلس  
چو بر شکست تماشا، چو بر شکست تماشا  
در بزم چوں نماز کسے جا، در بزم چوں نماز کسے جا  
رسید، رسید، رسید، رسید

مجلس چو بر شکست تماشا، رسید ۱ در بزم چوں نماز کسے جا، رسید  
دلالِ عشق بود و خریدارِ دستان ۲ خود را فروختیم چو سودا، رسید  
دی خندہ بر بضاعتِ درویشِ زویش ۳ صد کارواں شکر پہنچے پوریا، رسید  
بال و پر از درازی منزلِ بختسیم ۴ پیغام بے نیازی عفتا، رسید  
آموخت ہر چہ عشوہ ز گبری با فروخت ۵ اندوخت ہر چہ غمزہ ز عفتا، رسید  
گر گریہم تیرہ شب از خوابِ جستم ایم ۶ حسن تو شور کرد کہ غوغا، رسید  
بعد از ہزار سعیِ ثواب و مجاہدت ۷ ز تارِ راہب و بتِ ترسا، رسید  
مار کجاست از زش زخمِ التفات تو ۸ شد عام آسچنانکہ تمنا، رسید  
رحمے نما و مستی مارا زیادہ کن ۹ زان خم کہ یک پیالہ صہبا، رسید  
مشکلِ عنانِ نالہ نظیرِ می تو اس گرفت ۱۰  
بادِ بہار و نکمتِ صحرایا، رسید

- (۱) جب مجلس در بزم ہو گئی تو ہماری باری آئی۔ (اب ہمیں کیا حاصل ہے) جب مجلس میں کوئی بھی باقی نہ رہا۔ (سب اٹھ گئے) تو ہمیں جگہ ملی۔ (کیا کریں کہ لطف صحبت نہیں رہا) ۵
- (۲) عشق دلال (سودا کرنے والا) تھا۔ اور خریدارِ عشق (حبیبِ دل لینے والا) تھا۔ (جب ایسا دلال اور ایسا خریدار موجود تھا تو پھر) جب ہماری سودے کی باری آئی۔ تو ہم نے اپنے آپ کو عشق کے ذریعہ معشوق کے ہاتھ بیچ ڈالا ۵
- (۳) کل اس کے لبوں نے درویش کے سامان کی ہنسی اڑائی۔ درویش کی متاعِ حقیر کا طعن آمیز ہنسی سے مذاق اڑایا ۵
- (۴) کے تنکوں میں محاسن کے سینکڑوں قافلے پہنچ گئے (اس کے شکستہ کے اثر سے بے حد شیرینی حاصل ہوئی) ۵
- (۵) منزل کی مدد کے سبب ہم نے اپنے بال و پر جلا ڈالے (مایوس ہو کر کہ ہم منزل پر پہنچ ہی نہیں سکتے) کیونکہ ہمیں عفتا کی بے نیازی کا پیغام پہنچ چکا ہے ۵
- (۶) عشوہ نے جو کچھ کفر سے سیکھا ہے اسے بیچ دیا اور غمزے نے جو کچھ لوٹ مار میں بیچ کیا وہ ہمیں مل گیا (اس کے عشوے اور غمزے نے) اپنی آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں ۵
- (۷) اگر تم گمراہ ہیں (تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہم اندھیری رات میں نیند سے اٹھے ہیں۔ کیونکہ تیرے سن نے ایک شور مچا دیا ہے ۵



کی آواز ہم تک پہنچی۔ (راہ معرفت بہت متواگزار ہے۔ اس راہ پر ہمیشہ یکسانیت اور اطمینان سے چلے جانا مشکل ہے۔ جیسے اندھیری رات ہو اور کوئی شخص شور و غل سن کر گہری نیند سے بیدار ہو تو ناممکن ہے کہ وہ راستے کے نشیب و فراز سے پوری طرح آگاہ ہو کر حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے راہ طے کر سکے)۔

(۷) ثواب اور مجاہدہ نفس کی ہزاروں کوششوں کے بعد ہمیں راہِ سب کی زیارت اور ترسا کا بیت ملا۔ (راہ معرفت ضروری نہیں کہ مجاہدہ و ریاضات سے طے ہو سکتا ہے کہ عبادت و ریاضتِ شافہ کے باوجود کسی شخص اور مقصودِ حقیقی کے درمیان کچھ بھی امتنا ہی بند ہو جتنا کھڑا اور سلام میں)۔

(۸) ہم میں تیرے زخم (عشق) کی قابلیت کہاں تھی (ہمیں جزا عشق یوں ہوئی کہ) تیری مہربانی اور توجہ اس قدر عام ہو گئی (تو ہر شخص پر مہربانی کرنے لگا) کہ ہمارے دل میں بھی تنہا پیدا ہو گئی (کہ ہم بھی عشق کے زخم کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے)۔

(۹) (ہم پر) رحم کر اور (شراب کے) اُس شعلے سے (اور شراب دسے کر) جس کا ایک پیالہ شراب ہمیں (پیلے) بل چکا ہے۔ ہماری مستی کو اور بھی بڑھا دے۔ (شراب محبت جس کے ایک جرہ سے ہم پیلے ہی مست ہو رہے ہیں۔ اور دسے کر ہمیں اور زیادہ مست کر دے)۔

(۱۰) اسے نظیری! (اب جبکہ) بہار کی ہوا اور صبح کی خوشبو ہمیں آ رہی ہے۔ (موسم بہار آ گیا ہے) نالہ و فریاد کو روکنا مشکل ہے (و غنائے نالہ گرفتار۔ نالہ کو روکتے۔ موسم بہار میں عشق بھی خوش پر ہوتا ہے)۔

## غزل نمبر ۱۸

بکرمل ہمیں مجنون آخری رکنِ بھون بکھن مقصود  
تلفیق  
سب از پا  
علاقہ  
کر کشادہ دل  
ارکانِ اربا علاقہ فلاح فلاح فلاح فلاح  
عصا بک  
فلاح  
دل پاک  
نشانہ  
فلاح  
نشانہ

ہر سحر سدا از پائے صبا بکشایند ۱ کز کشادش گر ہے از دل ما بکشایند  
درد نایافتہ سوخت ندانم ز کجا ۲ بلبلاں را بچمن راہ تو ابکشایند  
کارم از زلفِ گرگیر تو پیچیدہ تر است ۳ سر این رشتہ ندانم ز کجا بکشایند  
آخر اے گل گذرے کن بگشتاں ہما کے ۴ چشمِ نرگس برہ بادِ صبا بکشایند  
بر ہم افتادہ دل و دیدہ بر انداز تقاب ۵ تاہمہ عقدِ گہروئے تما، بکشایند  
ہر کجا فتنہ آں چشمِ سیہ در کار است ۶ کفر باشد کہ زباں را بدعا بکشایند  
سیر این دائرہ بدنیت و بے ترسم ۷ چشم از خویش ببندد چو پا بکشایند  
۸ گزہ میخانہ نظیری برم این زمزمہ را  
مطر بانم گرہ از بند قبا بکشایند

(۱) صبح بادِ صبا کے پاؤں سے زنجیر اس لئے کھول دیتے ہیں۔ تاکہ اُس کے کھلنے سے ہمارے دل کی ایک گرہ بھی کھول ڈالیں (صبا کے چلنے سے ہمارے دل کی کھل جاتی ہے۔ گو یا قدرت نے ہوا بنائی ہی ہمارے رنج و غم کو دور کرنے کے لئے ہے)۔  
(۲) مجھے تو نایافتہ (ناکامی مقاصد کے دروئے جلاؤ والا ہے۔ (گر مختار رہتا ہوں) میں نہیں جانتا کہ بلبلاں کے لئے باغ میں





- (۲) زمانے نے مجھے ایک منٹ بھی بامراد نہ دے دیا جس کی مراد کو بھی (زمانے نے) پورا کیا اُس کا بدلہ مجھ سے لے لیا۔ (لوگ مراد میں پائے ہیں بعد میں ہر لحظہ نئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہوں)
- (۳) آسمان نے مجھے ہزاروں دلکش امیدیں دلائیں۔ مگر سب جو دیکھا تو اُس نے ظلم کیڑ کر اُن سب پر خطا سہو کھینچ دیا۔ (سب اُمیدوں کو مٹا ڈالا)۔
- (۴) مجھے یہ فریب (حُسن) گراہ نہ کر سکا۔ دہند اس حادثے خاص لوگوں کی بھی ہاگ تمام لی اور تمام لوگوں کو بھی کند میں جکڑ لیا۔ (خوامں عوام سب اُس کے فریب حُسن میں مبتلا ہیں)۔
- (۵) میں تو آہ و نالہ کا حربہ ہوں (ہر وقت آہ و نالہ کرتا رہتا ہوں) مجھ سے جام شراب اور نعمہ و سرور کی باتیں مت کرو کہ میرا کام نئے و طرز سے گذر کر اس مقام پر پہنچ چکا ہے (اگر تھکانہ کے معنوں میں)۔
- (۶) زمانے کی شراب کو اُس بے تیر کے سوا کسی نے نہ لیا۔ (مرطوبات زمانہ کی اُلفت میں پھنس کر غمخور ہو جانا بے تیروں کا کام ہے) کہ خواہ حلال ملی خواہ حرام وہ چڑھا لیا (جاننا اور ناجائز کا مطلق خیال نہ کیا)۔
- (۷) میں کیا ہوں (میری کیا بساط ہے) کیونکہ جام شراب اور ہمد کی زلف کے ساتھ تو آسمان پر سے فرشتے کو بھی جال میں کھینچ سکتے ہیں (میں مد سالہ اور معشوق چارہ سالہ کو پاکر توبہ کو قائم رکھنا قریباً نامکن ہے۔ شر میں غالباً ہاروت و ماروت اور چاہ باطل کے مشہور فساد کی طرقت تلخ ہے)۔
- (۸) میں اُس نیم نظر کے شوق میں ایسا لاغر ہو گیا ہوں کہ سائے نے مجھے کوچے کے سرے سے چھت کے لئے نیچے فہیٹ لیا (سائے کا کھید لانا کمزوری اور ضعف میں مبالغہ کی انتہا ہے۔ نیم نظر معشوق کو جو غمخواری چشم کہا ہے)۔
- (۹) اے عقل و ہوش تم اپنا عافیت کا دوا بستر سیٹھو (بٹھو) کیونکہ بے طرف نظیری نے پھر ایک درجام چڑھا لئے ہیں (نظیری کم نظر ہے کہ تھوڑی سی ہی کڑکست ہو جاتا ہے)۔

## غزل نمبر ۲

ارکان: مفعول فاعل لات مفعیل وعلن

نہن رسد  
فاعیل  
من رسد

ادائے سُ  
مفاعیل  
کتاب

من گمے ز  
فاعل لات  
کہ فایم

من افریب کدھ حذف رصیب  
تقطیع { مفعول  
مدحان

- رنگے بمن گمے زادائے سہن رسد ۱ صد جانکہ مقام کند تا بمن رسد  
من بردراز تجلی این نور سوختم ۲ پروانہ چوں بعصرۃ آں انجمن رسد  
در راہ تو شمال و صبا در ترددند ۳ تابو کرا دی کہ بہ بیت الحزن رسد  
گر زیر گلبنے قفسم رائے نہی ۴ جائے بہتہ کہ نالہ بگوش چمن رسد  
گفتند کم بقاست سمن عندلیب گفت ۵ اے کاش عمر گل بجایات سمن رسد  
جیسے کہ پارہ شد بکلامت رفو نشد ۶ دست جنوں مباد بایں پیرہن رسد  
زاد ز سر نکتہ صوفی چہ آگست ۷ در شیوہ ہائے چشتم صنم برہمن رسد  
باز بچہ تو معجز عیئے بباد داد ۸ در نرگس تو کس بچہ افسون فن رسد؟

۹ اے جاں بسعی درد نظیری نمیرود

مرگے مگر بباد دل زیستن رسد

ترک کر دیتا ہے) \*

(۲) کھر میرے عشق کی صلاح و فو فی بن گیا ہے۔ ادا یان سے انکار میرا یقین ہو چکا ہے۔ عشق میں کھر اختیار کر چکا ہوں کہ عشق کی فوجی اسی میں ہے۔ اور یقین کی جگہ ایمان سے انکار نے لے لی ہے (محبت کعبہ کو دیران کرتی ہے اور تجھے کو آباد +

(۳) ظم اس (فادہ مطلق) کے ہاتھ میں ہے۔ میں تو ایک سوہوم رخص کا کہیں دھند نہ ہو) نقش کی طرح ہوں۔ اگر وہ چاہتا ہے تو مجھے غفلت نہ بنا دیتا ہے ادا چاہتا ہے تو مجھے دیوانہ کر دیتا ہے \*

(۴) میں ناخنوں سے اپنی جان کے رگ و ریشوں کو جیتا رہتا ہوں۔ (ازہم میکنم۔ ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہوں)۔ کیا ہی مبارک ہے وہ ہاتھ جو کبھی اپنے بچے کو کسی معشوق کی زلف میں لٹکھی بناتا ہے۔ رخصشوق کے بالوں کو نگلیوں سے سلجھاتا ہے۔ مڑاویہ ہے کہ میں تو جہر میں ترپتا ہوں۔ وہ شخص خوش قسمت ہے جسے دولت وصال حاصل ہے) \*

(۵) مجلس (دولوں) کے رد قبول سے میرا دل خون ہو چکا ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہے وہ مندو (مجلس ادا بل مجلس سے بے نیاز) مات کو تو کسی بھاڑ کے کونے میں اور دن کو کسی دیرانے میں گزار دیتا ہے۔ (شاعر لوگوں کے بے جا اعتراضات اور غصہیں ناشناس سے تنگ ہے) \*

(۶) اُس پڑیا کی طرح جو ایک بچے کے ہاتھ میں کھیل کی غرض سے (پکڑی ہوئی) ہوتی ہے۔ میں بھی (محبوب کو) عزیز ہوں۔ وہ اپنی زلفوں سے میرے لئے جال بنتا ہے اور فال کو دانہ بناتا ہے۔ (محبوب مجھے اپنے عشق میں پھنسلے ہوئے ہے لیکن محض بطور شند و تفریح طرح۔ اُسے مجھ سے دلی لگاؤ نہیں ہے) \*

(۷) نظیری کو بیگانوں کی طرح اپنی مجلس سے مت نکال دے۔ اگر شراب نہیں ہے۔ تو (دہی وہ بیگاد تھوڑا ہی ہے کہ اس کا خیال کر بیگاد وہ پیلا شراب کی ذہر کی سیل پر ہی قناعت کر لے گا) \*

## غزل نمبر ۳۳

ارکان:۔ مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین

ضرورت خا  
مفاہیلین  
آپ ودا  
تھے سازو  
مفاہیلین  
ن سے سازو

چمن مرغ  
مفاہیلین  
بود بیل

راج غیاث  
مفاہیلین  
تھے گل

بھر زینت من سال  
تقطیع

۱ چو خط گل بیو بیل باب و انہ میسا زد

۲ مبارک پے پود آندم کہ با ویرانہ میسا زد

۳ قسوں جادو انرا معجزم افسانہ میسا زد

۴ تجلی ذرہ ذرہ کوہ را پروانہ میسا زد

۵ کلید باغ را کے شاخ گل دندانہ میسا زد

۶ فلک صد جاسبو گل میکند پیمانہ میسا زد

۷ پیری را گوشہ ویرانہ ام دیوانہ میسا زد

۸ کہ شکر خندہ آنرا نقل صد کا شانہ میسا زد

۹ نظیری لازم عشق و جنوں جنگست و ناسازی

تو معذوری بمردم مردم فرزانه میسا زد

- (۱) جب باغ عریاں ہو جاتا ہے۔ (خزاں آجاتی ہے) تو پتہ مجبوراً از ضرورت۔ ضرورت سے مجبور ہو کر لکھ بنالیتا ہے۔ جب پھولوں کا قحط پڑ جاتا ہے۔ تو لیل آب وادہ بر قناعت کرتی ہے۔ (میش و تنعم کے سامان کھو جانے پر معمولی طریق زندگی اختیار کر لینا دانشمندی کا)۔
- (۲) تو جب لوگوں کے دروہام پر بیٹھتا ہے۔ تو وہ محسوس خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ ویرانے میں رہتا ہے۔ تو اس وقت وہ مبارک قدم رکھ جاتا ہے۔ (ہر شخص اور ہر چیز کسی خاص مقصد اور غرض سے وجود میں آئی ہے۔ اور وہی اس کے لئے مناسب ہے)۔
- (۳) دشمنوں کی فوج در فوج (میرے مقابلے میں جمع) ہے۔ (تو محبت کا گوشہ چشم میری طرف کر دے۔) (پھر مجھے گروہ در گروہ دشمنوں کا مطلق خوف نہ ہوگا) پھر جاہ و گروں کے جاہ و گروہ میرا مجبور ایک داستان رہے (حقیقت فرضی قصہ) بنادینگا۔ (میں دشمنوں پر غالب آؤنگا۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون کے جاہ و گروں پر غالب آئے)۔
- (۴) محبت میرے (جسم کے) ایک ایک جڑ کو ایک دوسرے سے بڑھ کر بے قرار اور مضطرب رکھتی ہے۔ (میں کوہ ثبات تھا مگر محبت نے میرے ثبات و استقلال کو بالکل فنا کر دیا۔ گویا تجلی بہار کے ایک ایک ذرہ کو ہر دانہ بنادیتی ہے)۔
- (۵) ہمارے زمانہ میں جڑوں کچھ بٹھ جاتا ہے۔ (ابنور و زری) ہمارے زمانہ میں بارش خوب ہوتی ہے۔ (ابنور و زری) سے مراد اگر بہ کثیر میم مضاف الیہ اسی کا ہے۔ (ابنور و زری) لالہ گون سرخ رنگ لالہ گون ابنور و زری سے مراد اگر بہ غنیمت و ناز و کلیہ بھی کی جھڑھلی انہی دندانوں سے چلتا ہے۔ (ترجمہ مطلب) میرا گریہ غنیمت و بہار اینکلیہ لالہ ہمارے دیکھنا چاہئے کاش گل باغ کی فحش میں کب نہانہ پیدا کرنی ہے تاکہ باغ جو خزاں کو جو ہے زیرہ سنوں (لکھ روں) کے سر پہ نہ جھارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ آسمان سینکڑوں دفعہ ٹٹکے کو (توڑ پھوڑ کر) بچہ بنا ڈالتا ہے اور (پھر اس سے) پچانہ بنا دیتا ہے۔ (جو سکتا ہے) کچھ نہیں تفریق نظر آئے ہیں دراصل وہ معزز و بادقار ہوں سے فاکساران جہاں را بختات منکر توجہ دانی کہ دریں گرد سوار باشند
- (۶) اس کی پریشان (بکھری ہوئی) زلفوں کے بغیر میرے خیال میں اور کوئی چیز آتی ہی نہیں رہر وقت انہیں کے خیال میں محو رہتا ہوں (میرے دیرانے کا گوشہ زلفی جہاں زلف پریشان کے تصور کے سوا اور کچھ نہیں گویا دیرانہ ہے) پسری کو بھی دیوانہ بنا ڈالتا ہے۔ (حالا کچھ پسری دیرانے میں ہوتی ہے)۔
- (۷) اگر میں نے رنج اور ناامنی کا اظہار کیا ہے۔ (معشوق سے بیزاری یا غصہ) کچھ ظاہر کیا ہے) تو خدا کرے میرے ساز و سامان (عشق) میں (اس سے) کوئی کمی نہ آئے۔ (کیونکہ معشوق کا) شکر خندہ اس کو سینکڑوں گھروں میں بیان کر دے۔ (میں نے معشوق سے بیزاری کا اظہار کیا۔ وہ اس پر تلے بیٹھا ہوا کہ وہ یہ بھی اس قابل ہوا ہے کہ ہم سے اظہار بیزاری کرے۔ اور اس امر کا ہر جگہ چہا چہا ہوا ہے۔ افشاں نہ ام تلخی سے گریہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور نقل بمعنی حکایت و بیان کی جگہ نقل بمعنی اول بھی ہو سکتا ہے)۔
- (۸) اے نظری! جنگ اور نا موافقت، عشق اور جنون کو لازم ہیں (چونکہ تو عاشق ہے۔ اور اس لئے دیوانہ) اس لئے تو معذہ رہے کیونکہ عقلن یوگ ہی (دوسرے) انسانوں سے (صلح و امن سے) بنا کر رکھتے ہیں۔

## عزل نمبر ۲۲

ارکان مفعول مفاعیل مفاعیل فاعیل

تر بود  
فعلان  
جگر بود

باتاز  
مفاعیل  
نوتے ز

ننگی  
مفاعیل  
رخا ہے م

بھر نرینچن انزب کثوف آفری مکن سبغ

امشب  
مفعول  
برہن

تقطع

- ۱۔ امشب چمن از گریہ باتازہ و تر بود  
۲۔ مے رست رگ و ریشہ جہاں از بن ناخن  
۳۔ در زیر لیم گاہ طرب زمزمہ مے سفت  
۴۔ تار و زنجوت کہ مقصود اجابت  
۵۔ از کثرت آمد شدن دزد خیالی  
۶۔ وز بہر شار قدے چشم ترم را  
۷۔ بر سر خار مرزہ نختے ز جگر بود  
۸۔ صد لالہ شاں کاشتہ در سببہ و بر بود  
۹۔ بر دور رخس گاہ ہوس حلقہ ثمر بود  
۱۰۔ در پیر تنم تالہ ہم آغوش اثر بود  
۱۱۔ پیرایہ خواہم ہمہ شب ز پر د زبر بود  
۱۲۔ تا گوش گریبان نظر پر ز گہر بود

مہر و نعت کھلا رہا ہے گریہ غنیمت کا قاتل لکھتا ہے سرخ فلان سے کہیں کہ ہونا گریہ غنیمت یاد دہے لکھتا ہے سرخ فلان

گفتم بدعائے سحری وصل تو خواہم ۷ بیہوش شدم بوئے تو یا بادِ سحر بود  
قاصدِ جگرِ سوخت چہ پیغام و چہ نامہ ۸ دل بود ہماں خوش کہ بامیدِ خبر بود  
۹ بگذشت گریباں نزدی چاک نظیری  
پیشش چہ بلا دست دعائے تو بسر بود

- (۱) آج رات باغ (عاشق کا چہرہ) ہمارے گریہ کے باعث سرسبز و شاداب تھا۔ پلوں کے ہر ایک کانٹے کی نوک پر میرے جگر کا ایک ٹکڑا (جگر رہا) تھا۔ (جگر کو خون کے آسودوں کے ذریعہ آنکھوں سے بہا دیا تھا۔ اور اس سے چہرے پر رونق آ رہی تھی)۔  
(۲) میرے نافوں کی جڑوں سے جان کے رگ ریشے اُگ رہے تھے۔ (ناخنوں سے اپنی جان و جسم کے رگ و ریشے نوج رہا تھا) اور میرے سینہ اور پیلوں لالہ کے سینکڑوں باغ اُگ رہے تھے۔ (سینہ اور جسم کے زخموں کو خون آلود ہونے کی وجہ سے لالہ کے سرخ پھولوں سے استعارہ کیا ہے)۔  
(۳) حلقہ شمعِ شمار کنندہ حلقہ ہائے زلف (ترجمہ بطلب خیر) انسان کو جب امید بڑھتی ہے تو وہ بہت کچھ خیالات کو وسعت دیا کرتا ہے مثلاً مفلس آدمی جب سونیکہ لیتا ہے تو خیالی بلاؤں کا تارے کہ اندیشہ تار و پود پڑھتا ہے تو ایسا باغ بنائیں گے ایسی کوٹھی اور ایسا فرخچہ ہو گا یہ کریں گے وہ بیکار چال عاشق کا بھی ہے اس لئے کہتا ہے کہ عشق گویا آگیا ہے لہذا نشاط کے باعث کبھی خوشی میں گنگنا تا ہے اور کبھی ان زلفوں کی از روئے قبولیت کے مقصود کی غفلت گاہ میں (رات سے ملے کر) صبح تک نالہ میرے پیرہن میں اثر سے ہم آغوش تھا۔ (قبولیت دعا کو مقصد قرار دے کر میں تنہائی اور غفلت میں رات بھر التجائیں اور نالہ و فریاد کرتا رہا اور وہ اثر سے ہم کنار ہوتے رہے)۔  
(۴) (اُس) دوزخیالی کی آمد و رفت کی کثرت کے سبب کل تمام رات میری نیند کا لباس بالکل زیر و زبر رہا۔ (معتوق کا خیال تا بھر آتا رہا اور اُس نے مجھے سوئے نہ دیا)۔  
(۵) اور اُس کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے میری چشم ترکا گریبان نظر کا نوں تک موتیوں سے بھرا ہوا تھا (اُس کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے آسودوں کے موتی گرتا رہا)۔  
(۶) میں نے کہا کہ صبح کی دعا میں تیرا وصل چاہوں گا (تیرے وصل کی دعا مانگوں گا) کہ میں بے ہوش ہو گیا (معلوم نہیں کہ وہ تیری خوشبو کتنی یا بادِ سحر کتنی) (تصور میں تیری خوشبو گئی یا بادِ سحر کی خوشبو پر تیری خوشبو کا گمان گذرا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ پھر وصل کی تاب کیسے لاسکوں گا)۔  
(۷) قاصد نے میرے جگر کو (جواب خط لاکر) جلادیا۔ اب کیسا پیغام اور کیسا خط۔ دل اُسی وقت تک خوش تھا۔ جب تک (جواب نامی) خبر کی امید میں تھا۔ (قاصد جو جواب لایا ہے۔ ہا یا یوس کن ہے۔ قاصد مناد ہی بھی ہو سکتا ہے۔ اور اُس صورت میں ترجمہ یوں ہو گا۔ کہ اے قاصد! (متا ہے جواب سے) میرا جگر جل گیا۔ (اس صورت میں سوخت فعل لازم ہو گا اب مجھے پیغام اور خط سے کیا واسطہ ہے) اسے نظیری! وہ (تیرے پاس سے ہوتا ہوا) گذر بھی گیا۔ اور تو نے اپنے گریبان کو چاک نہیں کیا۔ اُس کے سامنے تیرے دست و دعا پر کیا آفت آگئی۔ (کہ وہ گریبان چاک کرنے کو بھی نہیں اُٹھا۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ اس کا معمول تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عاشق محبوب کو دیکھ کر رعبِ حسن میں مہلوت رہ گیا ہے۔ پیشش چہ بلا دست دعائے تو بسر بود۔ نثر یوں ہو گی کہ پیشش بہ سر دست دعائے تو چہ بلا بود یعنی تیرے دعا طلب، ہاتھ کے سر پر کیا آفت نازل ہو گئی)۔

## غزل نمبر ۲۵

بجز ہر زخمیٰ افریب کھوفِ محذوف  
تقطیع { محذوف } با آک  
ارکان :- مفعول مفاعیل مفاعیل : وزن  
و لم یجور  
مفاعیل  
من زود و  
بجز ہر زخمیٰ افریب کھوفِ محذوف  
تقطیع { محذوف } با آک  
ارکان :- مفعول مفاعیل مفاعیل : وزن  
و لم یجور  
مفاعیل  
من زود و

با آنکہ ز مہر شش یدلم تور نگنجد ۱ در دیدہ او نقش من از دور نگنجد

محذوف کلموں کی علامت شمار کیا ہے جو اس کے دونوں رخساروں کے گرد و پیر کی ہیں۔

پروانہ بہ بہتاب کس دیاں فشانہ ۱ ۲ کز عیش بخلوت کہ او نور نگنجد  
 از گریہ من عشرت او تلخ مسازید ۳ در بزم کہ خوش بہمکان شور نگنجد  
 سلطان و گدا بر در میخانہ خرابند ۴ در حلقہ ما شوکت فقور نگنجد  
 مارا چہ محل لیک عزیزاں نیستند ۵ ہر دل کہ درونالہ رنجور نگنجد  
 نومیدی و آنکہ ز تو ہیں تیرگی بخت ۶ در روز سیاہ و شب و بچور نگنجد  
 ما دروش ویر کہ دریائے خطا شوست ۷ در شرع غلط گوئہ منصور نگنجد  
 از صدرہ ویرانہ پری جلوہ کثانت ۸ زانست کہ دیوانہ بمحمور نگنجد  
 ۹ گریست نہ دم مزین از عشق نظیری  
 کیں ذوق و ہوس در سر محمور نگنجد

- (۱) باد و دیکہ مہیے دل میں اس کی محبت کی وجہ سے فوراً بھی نہیں سما سکتی۔ (رہے سے بڑا حسین! اسکے مقابلے میں بے وقعت ہے)۔  
 (۲) اگر کسی آنکھ میں میرا نقش دوسرے بھی نہیں چھتا وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔  
 (۳) بال افشانہ من پرگرا اور ناپرواہانے شعلہ شمع پر آگے گرتے ہیں تو انکے پر جھڑ جاتے ہیں پھر شعلہ کے اثر سے ادا دھوا دھرمیلاتے اورڑتے پھرتے ہیں۔  
 (۴) رز جہ طلب خیر غلط نگاہ یا ارتقا عیش و نشاط سے پر ہے کہ اس کی خیریت میں مطلق ذریعہ شمع کی بھی گنجائش نہیں خود ذریعہ شمع سے اس کی مجلس منور ہو رہی ہے جب شمع کو دھل نہیں تو پروانہ وہاں کیسے جا سکتا ہے شمع ہی پر پروانہ آکر گر کر رہتے ہیں اور جلنا اور تر پنا اور بال افشانہ کی کرکڑ پرانہ کی صم میرے گریہ سے اس کی مسرت کو تلخ بناؤ۔ کیونکہ خوش رنگ (خوش دل) لوگوں کی محفل میں رنج و غم (شور و تلخی) کی گنجائش نہیں (کہ غم افسردہ دل افسردہ کسند اچھتے ما)۔  
 (۵) شاہ و گدا (سبھی) میخانہ کے دروازے پر مست ہیں۔ ہماری مجلس میں فقور (سلاطین چین کا لقب) کی شوکت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ (کہ یہاں جنید و شبلی و عطار سب مست ہیں اور شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں)۔  
 (۶) ہماری کیا حقیقت ہے (کہ ہم کچھ کہیں) لیکن محبوب لوگ اس دل کو پسند ہی نہیں کرتے جس میں درد بھرانا نہ جگہ نہ رکھتا ہو۔ (دل درو مند ہی ان کے نزدیک قابل قدر ہے۔ درد وہ دل نہیں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے بیکار)۔  
 (۷) ناامیدی اور بچہ تجھ سے! یہ سیاہ بختی تو روز سیاہ اور شب تاریک میں بھی نہیں سما سکتی ران سے بڑھ کر تاریک ہے کیونکہ ناامیدی کفر ہے۔ (تَعْلَايِيْشُ مِنْ دُوْحِ اَدْبَا الْاَقْوَمِ الْكُفْرُوْنَ) (قرآن مجید) خدا کی رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں)۔  
 (۸) ہم ہیں اور طریق دیر (ہم نے) دیر کا طریقہ اختیار کر لیا ہے) کیونکہ وہ گناہوں کو دھو ڈالنے والا ایک دریا ہے۔ (یہاں شریعت کی سی پابندیاں نہیں اسی لئے ہم نے شریعت کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ) شریعت میں منصور کا غلط طریقہ نہیں سما سکتا۔ (منصو نے) الحق کہا۔ شریعت نے اسے لکھتی ٹھیکرایا۔ طریقت اس کے لئے معرفت میں سرشار ہونے کی وجہ سے اسے معذور سمجھتی ہے۔ غلط گوئہ۔ گوئہ غلط)۔  
 (۹) دیوانے کی سینکڑوں راہوں سے پری جلوہ افگن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانہ آبادی میں نہیں ٹھہرتا۔ (دیوانہ کو پرپی دیدہ بھی کہا کرتے ہیں۔ دیوانہ آبادی سے بھاگتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اسے دیرانے میں محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے)۔  
 (۱۰) اسے نظیری! اگر تو مست نہیں ہے۔ تو عشق کا دعوے مت کر کہ عشق میں پوری بے خودی۔ محویت اور مستی کی ضرورت ہے) کیونکہ یہ (عشق کا) لطف اور ذوق محمور سر میں نہیں سما سکتا۔



# غزل نمبر ۲۶

ارکان: بمفعول فاعلات مغایلات

مارید  
مغایلات  
مارید

مارید  
مغایلات  
مارید

مغایلات: بمفعول فاعلات

مغایلات  
مغایلات  
مغایلات

در آشیانِ ما پر و بالِ ہمارے رسید ۱ ہر جا رسید سایہ دولت زما رسید  
بلبل، نئے شود کہ تنالہ ہوستاں ۲ گلبن ز صوت و نغمہ بہ نشو و نما رسید  
کس ماجرائے بلبل و پروانہ حل نکرد ۳ گزشتہ ماند ہر کہ یاسِ ماجرا رسید  
یا نغمہ ایں معاملہ پیش از است بود ۴ حرفِ ملی نبود کہ زخمِ بلا رسید  
ہر کس بقدر طاقتِ خود میکشد غمش ۵ آہن بقدر جذبہِ یاسِ ریا رسید  
شبِ تہذہ بر بضاعتِ درویشِ دلش ۶ صد کارواں شکر بہ تے یوریا رسید  
کرد تلخ عیشِ حریفان ز حسرت ۷ لذت شد از طعامِ چو چشمِ گدا رسید  
آزار از حیرتِ بیگانگان رسد ۸ مرہمِ منہ کہ زخمِ دل از آشنای رسید  
مے وہ کہ رفت نوبتِ مستوری و صلاح ۹ طرفِ نقابِ غنچہ بدستِ صبار رسید  
کس در جفا طریقِ رضا را بسر نبرد ۱۰  
در حیرتِ تم کہ کارِ نظیرِ تمی کجا رسید

- (۱) ہمارے آشیانے میں جا کے پرو بال بچے ہیں۔ (اردو اس کی برکت کا اثر ہے کہ) جہاں کہیں بھی دولت کا سایہ پہنچتا ہے۔ وہ ہمیں سے پہنچتا ہے۔  
(۲) یہ ہر نہیں سکتا کہ بلبل باغ میں نالہ و فریاد نہ کرے کیونکہ گلاب کا پودا (اُسی کی) آواز اور نغمہ سے نشو و نما پاتا ہے۔ (نالا عاشقِ مرغوب معشوق ہے)۔  
(۳) کوئی شخص بھی بلبل اور پروانہ کے قصہ کو حل نہ کر سکا۔ جو شخص بھی اس داستان تک پہنچا۔ وہ سرگرداں نہ گیا۔ (عشق کی داستان ایک لایخ حل معیہ ہے)۔  
(۴) غمزے کے ساتھ چار دیوے (عشق کا) معاملہ روزِ است سے بھی پہلے موجود تھا۔ ابھی ہاں کی بات بھی نہ ہوئی تھی کہ (ہمیں) اس بلا (عشق) کا زخم لگ گیا۔ (ہم ازل سے دردِ عشق میں مبتلا ہیں)۔  
(۵) ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق اُس کا غم عشق پر داشت کرتا ہے۔ (جس طرح) لوہا مقناطیس تک اُس کی کشش کے موافق کھینچتا ہے۔ (مقناطیس میں جس قدر قوت زیادہ ہوگی اُسی قدر وہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں لوہے کو کھینچ سکے گا۔ عاشق میں جس قدر عشق کمال پر ہوگا وہ غمِ معشوق زیادہ پر داشت کر سکے گا)۔  
(۶) یہی شعر غزل نمبر ۲۵ میں نمبر ۳ پر گزر چکا ہے۔  
(۷) میری حسرت کے سبب حریفوں نے اپنا عیش تلخ کر لیا۔ (جیسے اُس) کھانے کا لطف جاتا رہا جس پر گدا کی نظر پڑ گئی رہی نے

- لچائی ہوئی اور حسرت بھری نگاہ سے حریفوں کی خوش میثی کی طرف دیکھا تو وہ بھی مکدر ہو گئے)۔
- (۸) دکھ بچانوں کے رنگے ہوئے زخم سے پہنچا کرتا ہے۔ رگڑ میرے دل کا زخم ایک دوست کی طرف سے لگا ہے۔ اس پر مرہم مسرت رکھو۔ (کہ یہ مجھے محبوب ہے اور تکلیف نہیں دیتا)۔
- (۹) شراب پلا کہ خلوت و پرہیزگاری کا وقت گزر چکا۔ کیونکہ غیظ کے نقاب کا کونہ یاد صبا کے ہاتھ آ گیا ہے۔ (صبا نے فخر کو کھلا دیا ہے صبح یا بہار ہے اور پیٹنے پلانے کا لطف اسی وقت ہے)۔
- (۱۰) کسی شخص نے بھی جنا میں رضا کے طریق کو انجام تک نہ پہنچایا اور جفا کے مقابل آخر تک صبر و رضا اختیار کئے رکھنا بے حد مشکل ہے مگر میں ہیرت میں ہوں کہ نظیری کا معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ (کہ وہ جفا کے مقابل آخر تک طریق رضا اختیار کئے ہوئے ہے)۔

## غزل نمبر ۲

بحرِ لُغْوِیْنِ مَزْدُفِ  
تَقْطِيعِ {  
پائے عالم  
فَاعِلَاتِنِ  
خفتے را  
فَاعِلَاتِنِ  
ہر کہ در شو  
فَاعِلَاتِنِ  
را آورد  
فَاعِلَاتِنِ  
ہر طرف زد  
را آورد

۱ پائے عالم فتنہ را ہر کہ در شور آورد  
۲ ختم غم در آب و خاک من بگو بر میدہد  
۳ کہ پس از مرگم چہ رخسے بر سر گور آورد  
۴ خلعت سلطنت برائے مفلس و غور آورد  
۵ عشق دایم بر سر بازار مستور آورد  
۶ گل بر قے بہستان زد کہ کنول شاخ گل  
۷ مجلس عشق از فروغ من نظیری روشن ست  
۸ موسیٰ از بہر چراغم آتش طور آورد

- (۱) میں اس فتنے سے پامال ہو رہا ہوں کہ جس وقت وہ شورش برپا کرتا ہے۔ تو میرے سانسے میں مصیبتیں ہر طرف سے زور لا ڈالتی ہیں۔
- (۲) موت سمجھو کہ غم کا بیج میرے جسم (کے آب و خاک) میں بھیل دیتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی چوٹی ایک دانہ بھی لے کو آتی ہے۔ تو میں اس سے ایک خرمن حاصل کر لیتا ہوں۔ (تھوڑے پر قناعت کر کے اسے بہت سمجھتا ہوں)۔
- (۳) جو شخص میری زندگانی کی شام (زندگی کی حالت) میں میرے سر ہانے کی شمع نہ بتا۔ (میری خبر کو نہ آیا) وہ میری موت کے بعد میری قبر پر چہ رخسے لے کر کب آئیگا۔
- (۴) عشق اور وصال کی خلعت! (عشق میں وصال کی خلعت ملنا ناممکن) یہ محال ہے۔ کہ کوئی شخص ایک ننگے دھڑکے اور کنگال کے لئے شاہی خلعت لے کر آئے۔
- (۵) صرف یہی نہیں کہ میری ہی ذلت کا ہنگامہ بلند ہوا ہے۔ (صرف میں ہی عشق میں ذلیل نہیں ہوا) بلکہ عشق ہمیشہ خلوت گزین اور تنہائی پسند لوگوں کو بر سر بازار لے آئے (اور ذلیل کر دیتا ہے)۔
- (۶) کچھول کے ٹخن نے ہارے میں ایسی کجلی بھردی کہ اب کچھول کی شاخ بیل اور پروانے کو زخمی اور رنجور کر رہی ہے۔ (گل کا ٹخن





(۷) مقبولیت حاصل ہوئی چاہئے) تیرے نزدیک مرود ہو جاتا ہے۔  
 کبھی کبھی محبت سے نظیری کو اپنے پاس بلایا کر رکھو (نک) وہ جدائی دیکھے ہوئے ہے۔ اس لئے تیرے وصل سے جلد مطمئن ہو جائے گا۔  
 (نچوائے قدر عافیت کسے داند کہ مصیبت کفر قنار آید۔ وہ بجز کی سختیوں کو برداشت کر چکا ہے۔ وصل سے فوراً مطمئن ہو کر تمام شکوے اور شکایتیں مٹا دیگا۔ تسلی۔ فارسی میں اطمینان اور مطمئن دونوں معنوں میں مستعمل ہے) \*

## غزل نمبر ۲۹

بحر مفعول ثمن بقوین آخری رکن مجنون مخدوف

ارکان: مفعول مفعول مفعول مفعول

تقطع { گئے ک وقت ت علا ہے  
 مفعول مفعول مفعول مفعول  
 نسیم در داغ من باشد  
 ف در مفعول باشد

گئے کہ وقت علاج دماغ من باشد ۱  
 متقدم بہ بت خود چنانکہ میجو اہم ۲  
 ز طور عشق ہمہ کار عقل دیگر شد ۳  
 مشو خویش مقید کہ مرغ زیرک را ۴  
 سفر گزریں کہ نہال اول ارملول شود ۵  
 چو ذرہ ام پہوائے در تو بازار یست ۶  
 ز بسکہ جامہ ز شوق تو پارہ پارہ کنم ۷  
 تواں ز نامہ من یافت اشتیاق مرا ۸  
 ز نالہ یں نکم زانکہ کم رسد آسیب ۹  
 چو شاخ گل ہمہ مرغاں سزد کہ گوش شوند  
 کہ بلبے چو نظیری دریں چمن باشد ۱۰

- (۱) جب میرے دماغ کے علاج کا وقت ہو تو نسیم من میں اور نافذ ختن میں ہی رہے (اچھا سے میرا علاج دماغ محبوب کی زانوں کی خوشبو ہے۔ مجھے نسیم من اور نافذ ختن سے دشت ہوتی ہے۔ خوشبو و حقیقت ا مراضی دماغی میں مفر ہے)
- (۲) میں اپنے بت شوق حقیقی سے ایسا وابستہ ہوں کہ چاہتا ہوں کہ کوئی بت پرست ہو نہ بت گراور نہ بت شکن ہی (میرے اور عشق کے سوا اور کوئی وجود ہی نہ رکھتا ہو۔ خصوصاً ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی بھی نسبت حاصل ہو۔ اگرچہ وہ نسبت، مخالفت ہی کی کیوں نہ ہو۔ جیسے بت کو۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جو نسبت تقدیر مجھے اس بت سے حاصل ہے میری خواہش ہے یہ نسبت کسی اور کو حاصل نہ ہو، عشق کے طور طریقوں سے عقل کا تمام کاروبار درہم برہم ہو گیا ہے۔ جیسے وہ آصف کہ جس کا یلماں بیچطان بن گیا ہو۔ آصف حضرت سلیمان کے وزیر تھے مشہور ہے کہ حضرت سلیمان کی انکوائی کم ہو گئی اور ایک جن نے اس پر قابو پا کر حضرت کے تحت پر قبضہ کر لیا۔ الخ)
- (۳) خودی میں مقید مت ہو جا کہ وانا پرندہ کے لئے وہی خطرے کا موقع ہوتا ہے جب وہ اپنے آراستہ کرنے میں مشغول ہو (خودی



- جنس میں فرق نہیں آجاتا) (۳۳) موت کے ساتھ گویا توبہ سے نکل کر جہاں سے وہ کسی کے (میرے) لئے یہ جان دیدینا تو کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے جہاں میںے کوتاہی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ تو جی تو نکل جائیگا۔ اور یہ مجھے تمہارا نہیں۔ اور دوسرا نطفہ یہ ہے کہ گویا معشوق ہی جہاں ہے۔
- (۳۴) کنواں تراو جاں راز ہم امتیاز کردن) تیری محنور تر کس میں آنکھوں کے سبب بستر و بالین میں فتنہ برپا ہے۔ اس کے باوجود وہ بیدار نہیں ہوتی تیری نیم باز محنور آنکھیں فتنے بہا کر رہی ہیں۔ اور نطفہ یہ ہے کہ خود انہیں اس کی خبر نہیں)
- (۳۵) یہ بھی تیرے حسن کے جادو کا ایک کرشمہ ہے کہ تیرے جمال کے سامنے نیکار زمین پر تر پتا ہے۔ حالانکہ وہ گرفتار نہیں ہے مگر گرفتاری کے ظہری اسباب کے فقدان کے باوجود عاشق کو معشوق سے وہ لگتا ہے کہ کسی طرح نہیں ٹوٹ سکتا،
- (۳۶) تیرا غم میرا بار ہے۔ اور میرا بخت خیرت میں ہے کہ اگر یہ غم تیرا ہی ہے۔ تو اسے مجھ (نظیری) سے عادیوں نہیں ہے (کچھ مجھ سے عادی ہے پھر یہ غم عشق بھی جسے مجھ سے نسبت حاصل ہے کیوں میری جان کو کھائے جاتا ہے)
- (۳۷) وہ فتنہ جو غل و غار میں گر پڑے عشق نہیں ہے۔ درالوں میں اگر کچھ جذبات محبت کا اثر نظر آئے تو وہ عشق نہیں) ہر بظاہر سوختہ ساماں اس تشنہ (عشق) سے آگاہ نہیں ہوتا۔
- (۳۸) تیرے درد عشق کے ہوتے ہوئے نظیری کسی اور کو یاد نہیں کرتا جو ہر داند کہ قطع پر عشق میں بدل مرتا ہے اسے پھول سے کئی کام نہیں ہوتا اور عاشق کو درد عشق کے سوا کسی سے کچھ سہرا نہیں)

## غزل نمبر ۳

ارکان: مفعول مفاعیل مفاعیل فعلن

بر آورد

فعلن

بر آورد

دل افکار

مفاعیل

زنگار

دو شے

مفاعیل

جسم مرغ

دو شے

مفعول

کاہور

تقطیع

- دو شینہ سروے دل افکار بر آورد ۱ کاہور حرم مرغ ز گلزار بر آورد
- امسال و گداشک صلاح و دم نہیم ۲ ننگ مے پار و گل پیرا بر آورد
- من توبہ نیا و روہ ام از کعبہ کہ کافر ۳ بت از گرو خانہ خمار بر آورد
- تنہا نہ مرا راہ ز داں بواجہی عشق ۴ بس شیخ کہ از خرقہ و زناں بر آورد
- ہر خار کہ اندر رہ ماہر کف پا خورد ۵ صدر ننگ گل از گوشہ دست بر آورد
- ہد کرد بہا ہر کہ در غلوت ماند ۶ مار از سہرا پر دہ دیدار بر آورد
- چوں کبک خرامندہ بہرہ کہ گشتی ۷ جولان تو طوائس ز رفتار بر آورد

بس سر کہ نہ دیر دیر افلاک منظیوی

کیں صبح طرب راز شب تار بر آورد

- (۱) کل رات میرے زخمی دل نے ایسا درد انگیزہ لگا الا پنا شروع کیا کہ وہ ہر کو حرم سے اسیہ ندوں کو باغ سے نکال لایا۔ و فتنہ کی درگاہی سے متاثر ہو کر قیامی میں سب نے اپنے نشین چھوڑ دیئے اور سننے کے لئے نکل آئے)
- (۲) اس سال پھر تیری پوہیز نگاہی کے آنسوؤں اور نہ ہ کے دم دہا نہ آجوں، نے کہ شہ سال کی کا شرابہ اور دو سال پہلے

- کے سے پھولوں کا رنگ ظاہر کیا ہے: (شک ملاح دوم زہد اور رنگ نے پاروں کے پیرا میں لف و نشر مرتب ہے۔ آنسو ایسے سنج ہیں جیسے یکسالہ شراب اور تھیں ایسی پڑ مردہ اور بے اثر جیسے دو سال کے پھول۔)
- (۳) میں کہے سے توبہ تو نہیں لایا ہوں میں کہہ تو توبہ کر کے نہیں آیا کہ کافر شراب فردی کے گھر کو دہن رکھ کر بت کو لے آیا ہے کہ مجھے توبہ یعنی پیر آدمہ کرے کہے میں جانے نے باوجود میرا دل محبت غیر سے پاک نہیں ہوا)
- (۴) عشق نے اپنی ہا پھیوں سے صرف مجھے ہی نہیں لٹا مارا راہ زون۔ بڈاؤ اٹا، بلکہ کہنے ہی بزرگ ہیں جن کا خرقہ و زمار دلواس زہد و تقدس اس نے اتار پھینکا۔
- (۵) ہر وہ کاٹا جو ہمارے راستے میں پیروں کے تلووں میں پھونکا اس نے دایے، گوشہ دستار سے کٹی رنگ کے پھول نکالے (میرے خیال میں گوشہ دستار سے عاشق کے گوشہ دستار کے مقابلے میں خار کا گوشہ دستار مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے گویا ہمارے تلو کے خون نے کانٹوں کی اس تیرا بیماری کی ہے کہ ان سے سینکڑوں قسم کے پھول نکل آ گئے ہیں۔)
- (۶) جس شخص نے ہماری طوالت کا دروازہ کھٹکھا دیا اس نے ہم سے برائی کی۔ (کیونکہ اس کا یہ فعل) ہمیں سر لہرہ دیدار سے باہر نکال لایا رخصت میں ہم تصویب و محبوب کے بیٹھے تھے اس میں نکلنے سے گویا ہم دیدار سے محروم ہو گئے)
- (۷) تو جس راستے میں خراسان سے چلے والے چلو کی طرح سے گزر گیا تیری چال نے مور کو اس کی زندہ بھلا دی۔ (مور تیری چال کو دیکھ کر شرمندگی سے اپنی چال کو بھول گیا)
- (۸) فطری نے آسمانوں کے دروازے بہت سہرا رہا تب کہیں جا کر وہ اندھیری رات میں سے اس خوشی کی صبح کو نکال لانے میں کامیاب ہوا اور ہی دعاؤں اور تمنائوں کے بعد یہ صبح طرب حاصل ہوئی ہے)

## غزل نمبر ۳۳

بحر مزارع مثنیٰ مقبوض غزل آخری کن جنون مخوف  
تلفیح: بخاطر من غلات  
ارکان: یہ مفاعیل فعلن فعلن  
دوسرے: من شش  
نفاہین: من شش  
دست: من شش

بخاطرم گلہ گشت دوست دشمن شد ۱ دو دل چو شیر و شکر بود سنگ و اہن شد  
چو خانہ سرکشست عہد را بنیاد ۲ زہر طرف کہ نیسے وزید روزن شد  
مرنج اگر نشدم مضطرب ز آمدنت ۳ چراغ دیدہ نمے داشت دیر روشن شد  
در اشتیاق تو چنداں صنم صنم گفتم ۴ کہ شرمسار ز خود ز اہد و برہمن شد  
سر از عنان تو گفتم برون تو اتم برو ۵ کمند پا و سرم طرف جیب و اہن شد  
کشید بر سرم دیوار بوستان دانی ۶ کہ گل ملول ازیں بلبلان بشیون شد  
مساز خمسندہ دگر رنجہ پا کہ نکشاید  
لب ملول نظیری کہ وقف شیون شد

غبار

- (۱) بیروت دل میں عشق ہے) ایک فکر سے کا خیال ہی پیدا ہوا (زبان پرانے کا تو کیا ذکر) اور دوست محبوب، پیر دشمن بن گیا کہ دل میں بھی پیری شکایت کا خیال کیوں پیدا ہوا (اس سے پہلے ہم دونوں کے دل شیر و شکر تھے۔ اب دلو بے اور پھر کی طرح سخت ہو گئے ہیں۔)
- (۲) (عشق نے) جلدی کیا و غار سرکشست (دو پھوس وغیرہ کا چہرہ جو حکمت کے کن سے اس کی مخالفت و گرائی کی غرض سے بنا دیا کرتے ہیں) کی مانند (کر دہم) ہے کہ جس طرف سے بھی ذرا سی دہا ہوتی ہے اس میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ محبوب اگلے سے غد کی بنا پر غمگینی کا غبار۔

- (۳) اگر میں تیری آمد پر مضطرب اور بے قرار نہیں ہوا تو ناراض نہ ہو کیونکہ میری آنکھوں کا چراغ تنک تھا اس لئے دیر سے روشن ہو کر آنکھوں میں آنسو ڈھل رہا ہے ہوں تو کچھ نظر نہیں آیا کرتا۔ اکی طرح چراغ کی بی بی کا سر ابرو میں تر ہو تو جلد روشن نہیں ہو کرتا۔ شاعر کہتا ہے کہ معشوق آیا مجھے اس لئے کہ آنسو آنکھوں میں تھے خیر تک نہ ہوئی۔ وہ ناراض ہونے لگا۔ کہیں نے بے اعتنائی برتی۔ اور عشق ویتابی کا اظہار کیا۔ اس کی توجہ کرتا ہے۔ کہ چراغ دیدہ نے داشت انہی (میر سے استقلال دیکھتی کو دیکھ کر) زاہد اور برہمن اپنے آپ میں شرمندہ ہونے لگے ذراہ میں نے تیری بخت میں اس قدر صنم صنم کہا کہ (میر سے استقلال دیکھتی کو دیکھ کر) زاہد اور برہمن اپنے آپ میں شرمندہ ہونے لگے ذراہ اور برہمن اس استقلال و یامردی اور خلوص کے ساتھ اپنے معبود کی عبادت نہیں کرتے،
- (۴) میں نے سوچا تھا کہ تیرے جتنے سے نکل جاؤں گا دوسرا زمانہ بر دیں یا تافق۔ بے گام اور آزاد ہو جانا لیکن میرے اپنے ہی جیب دوامن کے کنارے میرے سر اور ہونٹ کے لئے کند ہو گئے تیرے عشق کے پیچھے سے نکلا ممکن نہ ہوا۔ جنون عشق میں جیب جیب اور دامن دامن نہ رہا۔ بلکہ جیب پھٹ پھٹ کر سر اور دامن پھٹ کر ہونٹ کا کند ہو گیا،
- (۵) فارغ کی دیر کے اہل حال نگا دور کہ کچھ ان نالہ و نینوں کرتی ہوئی مہلوں سے گل نیز اس کو گیسے و عشاق کے نالہ و فریاد سے معشوق کو رنج پہنچتا ہے۔ دیوار پرستان پر حال نگا نے کافانہ ایک تیرہ میل اندر نہ آئیں دوسرے رقتا رہی ہوتے جلدیں معشوق عشاق سے نیز اڑ ہونے کے باوجود یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ اس کے قبضے سے نکل جائیں،
- (۶) تو اب اپنی مہمی کو تشریف آوری کی تکلف نہ دے کیونکہ نظیری کے مجیدہ لب جن نالہ و فریاد کے لئے وقف ہو چکے ہیں رہنے کے لئے نہیں کھلیں گے پہلے مصرع کی نغز میرے اس ترجمہ کے مطابق یہ ہے کہ دگر خندہ را رنجہ پاسا زہمی کو زحمت رقتا نہ دے میں نالہ و فریاد کہ اس قدر عادی ہو چکا ہوں کہ اب کوئی چیز یہاں تک کہ خندہ و جوب بھی مجھے آمادہ ہسم نہیں کر سکتا،

## غزل نمبر ۳۳

ارکان: بمضول فاعلات رفعل فاعلات

بحر: مضارع ثمن احزاب کفوف مقصور

سبطلین  
مفعول  
مدی کلن  
فاعلات  
لاؤاند  
رہادہ اند

راہبان  
فارغ لالت  
نئے جہاں

تقطیع  
اے کبریا  
اے مفضل  
اے سین

۱۔ بس معنی جمال دریں گل نہادہ اند  
۲۔ ہر سو ہزار عقدہ مشکل نہادہ اند  
۳۔ کز رنج راہ پایہ محمل نہادہ اند  
۴۔ زیں آب زندگی کہ بس گل نہادہ اند  
۵۔ خویشاں بُریدہ در رہ قائل نہادہ اند  
۶۔ باخون صد شہید مقتبل نہادہ اند  
۷۔ مستان قدم بنرم تو غافل نہادہ اند  
۸۔ شاہاں کہ خاں بدعوت سائل نہادہ اند  
۹۔ حسب مراد دعوت سائل نہادہ اند

گردن بندہ بی تیغ منطیوی کہ عشقی

بر سر کلاہ مردم عاقل نہادہ اند

نقص

نیت





## بصبر و دادِ نظیری قرار و فرماں وہ کہ غم بیدعت و ہجراں باختر اعاید

- (۱) میر دل میں تیرے عشق کی وجہ سے جب نالہ دہد میں آتا ہے تو قبولیت میر سے دو باہم پر (میری فریاد و نالہ کی) سننے کے لئے آجاتی ہے و نالہ کرتا ہوں تو وہ اجابت حاصل کر لیتا ہے۔
- (۲) میر سے عشق و شوق کے خم میں وہ شراپ ہے کہ اگر وہ چوٹیں آجائے تو ہزاروں در سے اور پردائے دہدیں آجائیں اور میراجو عشق ہزاروں عشاق کو مست و دیوانہ بنا دینے کو کافی ہے۔
- (۳) میر سے نالہ و فریاد سے زمانہ اس قدر خوش رہتا ہے کہ اگر میں خاموش ہوجاؤں تو وہ زمانہ بھگڑنے لگتا ہے زمانہ مجھے بھی بے نالہ و فریاد نہیں چھوڑتا۔ مصائب یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں۔
- (۴) میں اس کے ناز کے پاس بیٹھنے کو خود جہان لے کر جا رہا ہوں کیونکہ میر سے مست نالہ و محبوب، کی یہ توہین ہے۔ وہ خود خریدنے کیلئے سامان کے پاس آئے زینج، بخیرید و فروخت و دوزخوں میں آتا ہے۔ یہاں یعنی فروخت ہے۔ میں خود جا کر اس کے ایک ناز پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اسے شریف آدمی کی محبت فرمائی کی ضرورت نہیں۔
- (۵) باغ کے پرندوں کا نالہ باطل جائز ہے کہ پھول اس قدر جلد چلا جاتا ہے پھر مردہ ہو جاتا ہے کہ گویا وہ آٹا ہی نہمت ہونے کو ہے وقت و داغ لگتی کوٹنے جاتے ہیں تو چند منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہرتے پھول کی زندگی باطل و حقیر ہے۔ پرندوں کے نالہ کا یہی سبب ہے جن تیلیں ہے۔
- (۶) میں اس کی سرور دی کے لئے اس کے پاس بلبل کا قصہ کہنے لجاؤں کیونکہ ان کا سر تو ایسا مہر ہے جسے پھول کی خوشبو سے دو ہونے لگتا ہے (صداع و درد سر اس کی طبع نازک پھولی کی خوشبو کی تاب نہیں ٹاکنی۔ بلبل کا افسانہ و درد کہتے سن سکتا ہے۔)
- (۷) میں جھینڈ اور گھیر کی فرمانبرداری سے سر جھیر لیتا ہوں کیونکہ جو شخص تیرا فرمانبردار ہو گیا وہ دوسروں کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ (میں نے تیری غلامی اختیار کر لی ہے۔ وہ شادی سے بڑھ کر ہے۔ جیت کر گردن از حکم و ادب میری)
- (۸) تیرے وصال کا درد اسانہ اور ہماری نمایاں درد۔ لازم کے لئے میری ہماری مستی کی نمایاں و نو و تیرے ذرا سے وصال کے ساتھ لازم ہے۔ کیونکہ وہ شعاع کے وجود ہے ہی نظر آیا کرتا ہے جس طرح شعاع کے وجود کے بغیر وہ نہیں نظر آتا۔ اسی طرح اس جتنی مطلق کے عکس کے بغیر ہمارا وجود ظہور نہیں رکھتا۔
- (۹) تو نظیری سے میر و ادبی کا حکم و فرمان و سے کیونکہ غم مدت کیلئے اور ہجرا اختراع کے لئے (اس سے پاس) آتا ہے (تو ہی نظیری کو میر عطا کر کیونکہ اس پر ہم و میرت کے لئے مظالم توڑتے ہیں)

## غزل نمبر ۳۳

میر دل میں تیرے عشق کی وجہ سے جب نالہ دہد میں آتا ہے تو قبولیت میر سے دو باہم پر (میری فریاد و نالہ کی) سننے کے لئے آجاتی ہے و نالہ کرتا ہوں تو وہ اجابت حاصل کر لیتا ہے۔

کس چمن نیست کہ پیش نظر زول بر و غائب از دیدہ نگہ و در مقابل بر و  
دولت بود کہ مرویم بہنگام وداع آں قدر زندہ نہ اندیکم کہ مل بر و  
راہ بیگانگی پیش نہ داری کہ سے بدیل رہ و طے کردن منزل بر و  
صبر داریم کہ این تہمت عشق از سر غیر ہجج خون بسل از گردن قائل بر و  
قصہ بالغیر بزدان دین خواہد گفت ہر کر اختہ ازیں و رطہ بسا حل بر و

نیکوئی دوستی آرد بدل دشمنی دوست ۶ ہمہ جاسر زنداں ریشہ چور گل برو  
مرد عاشق بد بدل بتماشتے جہاں ۷ آں دہد کیسہ لبط لہر کہ غافل برو  
سہر حشمان تو گر دم کہ زلس خوشخواری ۸ قطرہ خون نگذارند ز بسمل برو  
من و آزار نظیری ز کسم عار مباد  
۹ ہر پاں آید از آنم گلہ کردل برو

- (۱) میری حالت بھی عجیب ہے کہ باوجود اس کے کہ محبوب کی نظروں کے سامنے ہوں لیکن اس کے دل میں گھر نہیں کر سکا کیونکہ اگرچہ اس (محبوب) کی آنکھوں سے غائب نہیں ہوں لیکن درحقیقت اور بالعمی اس کے سامنے سے غائب ہوں اور یہی میرے بخت کی نارسائی اور اس کی شانِ تعادل کا یہ عالم ہے کہ اس کے سامنے ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوں۔ سنا تو یہ تھا کہ آنکھ اوچھل بہاڑ اوچھل نظیری اس کو الٹ کر ایک آنکھوں پیدا کرتا ہے کہ آنکھ سے اوچھل نہیں لیکن دل سے اوچھل ہوں)
- (۲) عاشق کے نزدیک وصل یا رسب سے بڑی نعمت اور ہجر یا رسب سے بڑی مصیبت ہے۔ اس خیال سے نظیری کہتا ہے۔ ترجمہ یہ کسی خوش نصیبی تھی کہ حبیب محبوب جانے والا تھا۔ ہم مر گئے۔ اور اسی دیر بھی زندہ نہ رہے کہ محل (محبوب کی سواری) آدھانہ ہو جائے۔ (نظیری موت کو خوش نصیبی اس لئے خیال کرتا ہے کہ حرامان ہجر سے بچ گیا۔ اور محبوب کو ہماری جہاں سپاری اور وفاداری کا یقین بھی کامل ہو گیا۔)
- (۳) (اے محبوب) تجھ تک پہنچنے کا راستہ ایسا بیکار نہیں ہے کہ جو مہر کی مدد سے طے ہو سکے راہ معرفت و لائل و ہر این اور اختیار یا سے طے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا تعلق قلب کی پاکیزگی اور صفائی سے ہے۔ جو خدا کی دین ہے۔ یعنی خوشی سے بے نیاز ہے)
- (۴) (اس واقعہ کو کہ لوگ رقیب کو عاشق کہتے ہیں تمہمت سے تعبیر کیا ہے)۔  
توجہ۔ ہم اس تمہمت عشق پر جو لوگوں نے رقیب پر باندھ رکھی ہے۔ صبر کرتے ہیں (اور اس وقت کے منتظر ہیں جب) یہ تمہمت غیر (رقیب) کے سر سے اس طرح نکل جائے جس طرح معاف کیا ہو انھوں۔ قاتل کی گردن سے نکل جانا ہے (آزادیل کے بعد اس کے عشق میں پورا نہ اترنے کی بنا پر لوگ خود بخود کہنے لگیں کہ رقیب عاشق صادق نہ تھا) جس شخص کا تحتہ اس بخود عشق کے مژدہ اب سے ساحل پر (سلامت) پہنچ جائے گا وہ ہمارا قصہ (نظیری عشق کے دریا پر عرق ہو گیا ہے) ہم سے عزیزان وطن سے بیان کر کے کا (یعنی نہ کوئی عشق کے بخور سے باہر جائیگا اور نہ ہماری موت کا پتہ چلے گا اور اگر کوئی عشق کے دعوے سے باوجود سلامت بچ رہے گا تو وہ بوالعوس ہوگا نہ کہ عاشق صادق)
- (۵) نیکی دوست اور دشمن (دو طرفہ) کے دل میں ایک سال محبت پیدا کرتی ہے۔ یہ ریشہ دینی، جہاں کہیں بھی لگایا جائے سرسبز ہوتا ہے۔ یعنی نیکی درست اور دشمن دونوں کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔)
- (۶) عاشق دنیا کے تاشہ پر جو ایک کیمہ ہے۔ مناسبت سے (انہما) دل نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ کسی شخص گرہ کٹ سے کیمہ کوٹالینا ہے جو غافل بعد عاشق تاشہ سے جہاں کو دیکھ کر عشق سے غافل نہیں ہو سکتا اس لئے وہ محفوظ ہے)
- (۷) میں تیری آنکھوں کے قربان! کہ جہ خورشید اور چرخ کے باوجود بھی (عاشق) نیم جان، کا ایک قطرہ خون بھی نہیں بہنے دیتا۔ اور دھڑکتی ہیں تلوار کی طرح بسمل کئے جاتی ہیں۔ مگر اس خوبی سے لہجی کرتی ہیں کہ ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرنے کا نظر نہیں آتا۔ اور اس طرح کوئی انہیں قابلِ تزار نہیں دے سکتا)
- (۸) اے نظیری میں ہوں اور آزار عشق ہے۔ عشق کے آزار کے متعلق حرف شہکایت نہیں بلانا چاہتا ہوں، میری زبان پر اگر حرف شکایت آتا ہے تو صرف اس لئے کہ میرے دل سے (گلم) نکل جائے۔ اس لئے مجھے کسی (خوشی) سے شہزائے کی کوئی وجہ نہیں دتا۔ وعدہ ہے کہ اظہار رنج و غم سے دل ہلکا ہو جائیگا۔ رنج و غم کے بوجھ سے نظیری کا گلہ مشرق کی شکایت کے لئے نہیں۔ اس لئے اس کی طرف سے شہزائے کی خوش کرنے کی نمرت نہیں)



# غزل نمبر ۳

بکھر ہر جہ متدیں اترتے بعض مہذوف

تقطیع { بے ہوشی  
بے ہوشی

نہا  
نہا

نہا  
نہا

بزمِ غمِ ہارِ ماندارو ، عیشِ تو غبارِ ماندارو  
ماچہ بخوں کینم گلگون ، مشاطہ نگارِ ماندارو  
چوں شعلہ ز سوزِ سینہ رویم ، غمِ ابرو بہارِ ماندارو  
بس پسے بے رُو گل کہ دوش ، زخمِ سرِ خارِ ماندارو  
ماہِ بدوے کینم بسیار ، مطربِ سرِ کارِ ماندارو  
آئینہ عیبِ ماست گویا ، عیبِ آئینہ دارِ ماندارو  
ہر نامہ کہ دل نئے کند خو ، پیغامِ دیارِ ماندارو  
خوشحالی روز وصل دیدیم ، شوقِ کشبِ تارِ ماندارو  
ایں غم کہ ملائی آرزو کیست ، رنگِ غمِ یارِ ماندارو  
لے نامہ نشان خوش ست مرغ ، کو نالہ زارِ ماندارو  
گر دوں مہ و مہر وارو ، نقدِ عیبِ یارِ ماندارو

خوشا بہ کیشم نا نظیری

"مے عشرتِ کارِ ماندارو"

(۱) تیری محض کو میری آمد کا کوئی غم نہیں رہا جو سراپا غم ہوں۔ وہاں وجود نہیں ہوں، اس لئے تیرا عیش (میری موجودگی کی وجہ سے) مکدر نہیں رہتا۔ یعنی تیری محض سراپا عیش و عشرت کی محفل ہے۔ اور ہم سراپا غم اس لئے ہم اس میں نہیں آتے تاکہ تیرے عیش میں خلل نہ آئے کیونکہ افسردہ دل افسردہ کندہ رکھتا ہے۔

(۲) ہم اپنا جہرہ خون سے رنگین کر رہے ہیں، کیونکہ ہر شے کا رنگ ہی ہے، دھواں کی مشاطہ کے پاس جو بناؤ سنگار کا سامان ہے وہ رنگ و باغیچے کی حیثیت نہیں رکھتا یعنی غلج کی آرائش رنگ و کار سے نہیں ہوتی بلکہ خون سے ہوا کرتی ہے۔ بنا کر وہ عجیب رنگے بچا کہ خونِ غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت ہوا

(۳) چونکہ ہم سوزِ سینہ سے شعلہ کی طرح آگستے (نشوونما پاتے) ہیں اس لئے ہمارے سر پہاڑوں کی جی نہیں ہے (بلکہ سوزِ سینہ ہے جس سے ہماری نشوونما ہوتی ہے)۔

(۴) چوں اس لئے اس قدر خوبصورت محفل اگر کا کہ ہاتھ ہمدے کا انٹوں (عشق) کا زخم نہیں رکھتا دھول کے ساتھ کانٹا

مرب المثل ہے مگر جو کائنات عشق میں کھانے پڑتے ہیں اگر چھوٹا کوان سے دو چار ہونا پڑے تو اس میں غوغا مگرم بھی نہ ہو۔

(۵) مہرب رجب گاتا ہے، تو ہم اس مہرب سے بھگتے ہیں کہ وہ درد و گداز سے بھری ہوئی غزل گائے۔ مگر وہ فرسے اپنا گیت گائے جاتا ہے، اللہ ہماری بات کی پرواہ نہیں کرتا۔

(۶) آئینہ ہمارے عیب ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے آئینہ داریں کوئی عیب نہیں ہے۔ آئینہ میں اگر دیکھنے والے کو اپنے عیوب نظر آتے ہیں وہ آئینہ دیکھنے والے کے اپنے چہرہ کے خط و خال اور عیوب و نقائص ہیں اس میں آئینہ بنائے والے کا کوئی قصور نہیں مطلب یہ کہ اپنی بد اعمالیوں کے لئے ہم خود ذمہ دار ہیں۔ خالق کائنات کی ذات کو ان کے لئے ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا،

(۷) وہ خطہ جس کا ہضم نہ ہو، دل کو خون نہیں کر دیتا اس میں ہمارے ملک کا پیغام نہیں ہوگا۔ کیونکہ نامہ دیا رشتہ میں یہ تاثیر ہے کہ شدائد عشق اور اس کے سوز و گداز کے بیان کی وجہ سے پڑھنے والوں کا دل بے اختیار خون ہوا چلا جاتا ہے،

(۸) ہم نے روز و ریل کی خوشحالی بھی دیکھ لی۔ مگر اس سے ہمارے فوقی (وہل) کی اندھیری رات کا لطف نہیں ہے۔ ریشی ہجر و انتظار کی گھڑیاں وصل و وصال کے اوقات سے زیادہ پر لطف ہوتی ہیں،

(۹) یہ غم جس سے ملال پیدا ہو رہا ہے کس کا ہے۔ کیونکہ اس میں ہمارے محبوب کے غم کا رنگ نہیں ہے۔ کیونکہ غم عشق میں ملال نہیں ہوتا بلکہ ایک خاص قسم کا لطف حاصل ہوا کرتا ہے۔ تو یہ غم غم عشق نہیں بلکہ کسی اور قسم کا غم ہے۔

(۱۰) وہ چاند جو ناز و نازیں ہمارے آئینے اس کا بلے نام و نشان ہونا ہی ہوتا ہے۔

(۱۱) آسمان بیشک جاندار و روح کی معاشی اور تابناکی کا مالک ہے۔ لیکن ہمارے پاس جو نقدی دھن یعنی ہنس و شہ ہے اس کی تانبا کی اور اس کے حسن و جمال کے مقابلہ میں کہ اس وقت عالمگیر ہو چکی ہے۔ سورج اور چاند کی عالمگیری کی عالمگیری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

(۱۲) اے نظیری! ہم تو خاص خون پیتے ہیں۔ اس لئے شراب ہماری عشرت کا کوئی سامان نہیں رکھتی (ہمیں) جو لطف عشق کے خزانہ پینے سے حاصل ہوتا ہے وہ شراب میں نہیں ملتا۔

## غزل نمبر ۳

بھریج عشق سالم

تقطیع { مناصدیم  
مناصیدیم  
مناصیدیم  
مناصیدیم

کہ کس را  
مناصیدیم  
مناصیدیم  
مناصیدیم

نظر بر جا  
مناصیدیم  
مناصیدیم  
مناصیدیم

لہن آفت  
مناصیدیم  
مناصیدیم  
مناصیدیم

من آں صیدم کہ ہر کس نظر بر حال من افتد ۱ ز بس خیم دلم کا رست و نبال من افتد  
شکارت خوش بر آید گر خود از منزل دل آئی ۲ نگاہت جانب رخ مبارک فال من افتد  
یتم مرغے کہ بس دشوار باشد صید من کردن ۳ ز بس ستم گرہ از بال من در بال من افتد  
ازاں برجم کہ ہر کہ عقدہ در پیش چرخ آید ۴ ز دوراں ماہ من ماند ز گردش سال من افتد  
بزین در نامہ ام اے ارجمت از کرم برتے ۵ کہ مے ترسم ملک را چشم بر اعمال من افتد  
بفال خون خود پیش از سوال چشم من بستم ۶ کہ مے ترسم کہ در در ماندگی ز ہمال من افتد  
مراکت گویہاست در مجلس نخواہد شد ۷ کہ دائم بند حسرت بر زبان لال من افتد  
مراں از گوشہ چشمے کہ از عالم ہمیں دارم ۸ کہ در ہر شادی و غم قبلہ آمال من افتد

## بے پرشوق مے آید نظیری کعبہ میترسم بُتے ناگہ ز طلق از شوق استقبال من افتد

- (۱) میں وہ نکار ہوں جس شخص کی نظر میرے حال پر پڑتی ہے وہ یہ سمجھ کر کہ میں جلدی اس کے عقد آ جاؤنگا، میرا تعاقب کرتا ہے کیونکہ میرے دل پر ایک کاری زخم لگا ہے رنگاری زیادہ مجروح نکار کو پہلے قابو کر لیا کرتے ہیں نظیری کا دل عشق میں سب سے بڑھ کر گھٹا ہوا ہے اس لئے ہر عشق اس کو اپنے حال میں بھٹکانا چاہتا ہے۔
- (۲) اگر تو اپنے گھر سے نکار کے خیال سے ابتر لگے تو نیز انکار مبارک ہوگا۔ کیونکہ اگر سب سے پہلے تیری نظر مجھ مبارک ناک پہنچے پھر پڑے گی یعنی میں سب سے پہلے نیز انکار جوں کا۔
- (۳) میں وہ پرندہ نہیں جس کا شکار کرنا مشکل ہو میں تو بڑا سست رفتار ہوں آسانی سے پکڑا جاسکتا ہوں، کیونکہ سست رفتار کا وجہ سے میرے پر آپس میں بٹھ جاتے ہیں یعنی عاشق مجھ کو سب سے جال میں خود بخود آ جاتا ہے مجھ کو تنگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
- (۴) میں اس شخص پر جیسے ہوں کہ جب کبھی کوئی عقدہ آسمان کے پیش آتا ہے (وہ اسے اسی میں ڈال دیتا ہے)۔ جس کے باعث میرا سال اور ماہ گروٹھ کرنے سے رک جاتے ہیں۔
- (۵) اسے اپنی قیامت و اندر راہ مہربانی میرے نامہ اعمال پر کبھی گرا کر کیونکہ میں ڈھٹا ہوں کہیں فرشتہ کی نظر میرے نامہ اعمال پر نہ پڑ جائے اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔
- (۶) اس سے پہلے کہ قیامت کے دن قاتل محبوب، سے (مے خون کی باز پرس ہو) میں اس کو قاتل، کو پناہ خون بخشے دیتا ہوں کیونکہ میں ڈھٹا ہوں کہیں میری اہل انکاری کی وجہ سے وہ قیامت کے دن اور ماندگی سے دوچار نہ ہو اس خون کو نظیری نے مختلف پر لطف اسلوب سے بیان کیا ہے ایک جگہ کہتا ہے
- ”ہمفضل ز بخشش بچا نہ بینش“ مے آرم اعتراف گاہ نابودہ را
- (۷) میرے پاس گستاخی کی باتوں کا بہت ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اب تک اس کے خون کو خوشی سے برداشت کرتا رہا ہوں مگر اب اس کی بخشش میں دلچسپی نہ ہو سکے گا کیونکہ اب تک خاموش لگتی زبان پر آئندہ ہمیشہ حسرت کی ہر گز رہے۔
- (۸) مجھے اپنے گھر سے جتن سے مت نکال کیونکہ دنیا میں صرف یہی ایک چیز ہے جو خوشی اور غم کے وقت میری امیدوں کا قبضہ بنتی ہے خواہ خوش ہو یا غم آئیں اگر ختم پنجم التفات ہی میری آرزو کا قلعہ گاہ ہے۔
- (۹) نظیری وجہ پرستی کا مال کر چکا ہے اب بہت شوق سے کعبہ جارہا ہے مجھے خوف ہے کہ ناگہاں کوئی بت اس کے استقبال کے شوق میں کعبہ کے طاق سے گرنے پڑے (خدا حے نے پہلے مقرر میں اپنے کو غائب اور دوسرے میں تکلم فرما دیا) اس میں صفت بکری ہے۔

## غزل نمبر ۳

کے تو باشد  
فاصلت  
کے تو باشد

دورایما  
فاصلت  
ہرگز آرا

فلک من  
فاصلت  
نواز

فلک مزدور ایمائے تو باشد ، نواز دہر کرارائے تو باشد  
بدلتنگی کنم دل خوش ہمیشہ ، کہ تھا جائے تمہائے تو باشد  
نیاز ارم ز خود ہرگز دے را ، کہ میترسم درو جائے تو باشد  
شود مجروح مغز استخوانم ، سرخائے چو در پائے تو باشد

مئے کا شفتگی در شور آرد ۵ نگاہ کار افسزلے تو باشد  
 حریفے کز خرد باز بچ سازد ۶ عتاب گریہ فرمائے تو باشد  
 نہایت نیست طومار ملے را ۷ کہ مضمونش تنائے تو باشد  
 کدورت نیست کا رخ پسند را ۸ کہ رامش بر تماشاے تو باشد  
 گل صد رنگ میر وید از خاک ۹ کہ دروے نوش صہبائے تو باشد  
 سحر کہ ہر کہ پیش از خواب نیزد ۱۰ حریف بادہ میسائے تو باشد  
 دوعالم نقد جاں بروست دارند ۱۱ بازار سے کہ سودائے تو باشد  
 نظیری زندگی در در و دل جو  
 کہ درد تو میسائے تو باشد ۱۲

- (۱) آسمان تیرے حکم کا مزدور ہے (اس لئے وہ تیرے ایسا کے مطابق گردش کرتا ہے) اور جس کے عشق تیرا حکم مٹاتا ہے اسی پر وہ نوازش کرتا ہے (آسمان اپنی گردش میں آنداؤں میں جگہ وہ تیرے ارشاد کا ایک ادنیٰ خادما ہے)
- (۲) اگر وہ دل تنگی ایک عیب ہے مگر میں ہمیشہ اس دل تنگی پر خوش رہتا ہوں تاکہ اس میں طرف تیرے ہی غم کی گنجائش ہو و عاشق محبوب کے نوکری دوسرے کے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دینا چاہتا۔ باوجود آواز دستوں کے اس کے خیال میں کا دل عشق کے لئے تنگ ہے
- (۳) میں کسی دل کو بھی دکھ نہیں دیتا کیونکہ میں ڈرتا ہوں اس میں کہیں تیری جگہ نہ ہو یعنی اس میں تو موجود ہے قلوب المؤمنین عرض اللہ تعالیٰ)
- (۴) جب کسی کاٹنے کی رنگ تیرے پاؤں میں لگ جاتی ہے زہنی تنگی کوئی ٹیکہ نہیں مٹتا ہے تو وہ دنوک (تیرے سفر اتناؤں تک کو زخمی کر دیتی ہے) محبوب کی ورامی تکلیف عاشق کو مضطرب و مترا کر دیتی ہے
- (۵) وہ شراب جوستی کو جوش میں لاتی ہے۔ راہ تیر کر تی ہے، تیری نگاہ کا راز ہی ہے۔ رنگ و مغنوں میں وہ خوش آئینہ اور سستی ہو جاتا ہے کہ گویا وہ ایک نہایت تیز شراب ہے۔ کارا نر نگاہ کو عشق انگیز می کی وجہ سے قرار دیا ہے
- (۶) دوسرا مصرعہ مقدم تیرا لادینے والا عتاب وہ حریف ہے جو عقل کو ایک باز بچہ بنا دیتا ہے (تیرے عتاب کے بعد عقل کام نہیں کر سکتی)
- (۷) اس دل کے دفتر کی کوئی انتہا نہیں ہے جس دل کا مضمون تیری نہایت عشق ہو عشق کا بان غیر ختم ہے۔
- (۸) میں پسند کے محل میں کدورت نہیں دیکھتی جس کی راہ تیرے نظارہ کی طرف جاتی ہو یعنی جس دل میں محبوب حقیقی کا جلوہ موجود ہے وہ دشمنی کی آلائش سے پاک ہوتا ہے
- (۹) اس می سے گل نہ رنگ پیدا ہوتا ہے جس میں تیری شراب کا تر باق موجود ہوتا ہے (نوش صہبت سے مراد عشق ہے یعنی عشق کی شراب سے رنگ رنگ بچوں پیدا ہوتے ہیں)
- (۱۰) تیرا حریف بادہ نہاد ایک ساتھ تیرا پیٹنے والا ہو سکتا ہے۔ صبح کے وقت جو شخص پہلے نیند سے اٹھتا ہے (مراویہ ہے کہ وہ شخص عرفان الہی کو پہنچتا ہے جو شب بیدار ہو)
- (۱۱) جس بازار (منڈی) میں تیری خرید کا سودا ہوتا ہے وہاں و دوزں جہاں اپنی اپنی جان کی نقد کی تبدیلی ہوتے پھرتے ہیں تاکہ اپنی جان کے عوض تجھے خرید لیں کسی نے کہا ہے
- (۱۲) اے نظیری تو (جادوئی) زندگی کو در و دل لا عشق میں تلاش کر کہ تیرا در و دل (تیرا بیسوا ہو سکتا ہے) زندگی نامہ ہے عشق حقیقی کا

# غزل نمبر ۳۹

بجگفتہ  
مفاتیح  
برگفتہ

منہ عین  
مفاتیح  
رخسار آرا

چاراوا  
مفاتیح  
میری غلام

بجز ہرچہ شمن سالم  
تقطیع  
بہشتی

پس از نہمہ جہاں را دامن عیشے بچنگ افتد ۱ مرقع تاکد ایں خار و خار را برنگ افتد  
مختیس جامہ بر اندازہ حسن تو ببردند ۲ قبا بر قد سرو از ہر آں کوتاہ تنگ افتد  
بعشق رویت از دل ارغوان لالہ مے نیم ۳ شترارے لعل گرد و ہر خورشید از سنگ افتد  
نگندہ دل خراشہاں سے رخسار خستہ و زارم ۴ مباد آئینہ را قسمت کہ در چنگال رنگ افتد  
پس از وارستگی در قید زلفش تازہ افتادم ۵ بتر از نو مسلمانی کہ در قید و رنگ افتد  
ز حسرت سوختم و ز شرم وود بمر نیاورم ۶ الہی آتشے در خانہ ناموس و رنگ افتد  
ترقی در تو جہر کم شود و عشق مجازی را ۷ بمنزل کے رساند مرد را بہت چو رنگ افتد  
تمنائے گہر سرکشہ ام دارد بدریاے ۸ کہ در ہر گام صد جبار و کام نہنگ افتد  
جینبت دار را بہند اندھ و ذوق جہاں ہم ۹ نہ سور سے بے غزا آئینہ شہد کے بے شنگ افتد  
ہمیشہ ہوا جزائے خط پر کار و کارم ۱۰ کجا در دور و دور چرخ و گردش انجم و رنگ افتد  
منظیری بہر حفظن مطہ نفس گردیدی ۱۱ چہ نصرت و رکذہ گاہیکہ آہو با پلنگ افتد

ن پالنگ افت

- (۱) فہمیت کے عرس کے بعد عیش (بہار) کا دامن جہاں کے ہاتھ آیا ہے دیکھے کس کس کاٹے اور پھر کا لباس شمن بہار سے رنگیں ہوتا ہے یعنی ہم بہار آ رہا ہے رکھوٹوں اور پھروں سے بھول پیدا ہونگے۔
- (۲) اول کے دن ہی قصا و قدر نے جہن کا لباس تیر سے (محبوب کے) اندازہ پر قطع کیا وہی وجہ ہے کہ وہ (جن کا لباس) سر کے قہر پر چھوٹا ہے اور موزوں نہیں۔
- (۳) جس طرح سورج کی شعاعوں سے پتھر جل ہو جاتا ہے اسی طرح تیر سے ہر رخ کی شعاعوں کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔ اور اس میں جو موج خود جاری ہے وہ کو بار غوان اور لالہ کے بھول ہیں جو میں غنیمت ہوں۔
- (۴) تیری بخشش کی طرح ایشیوں کے رنگ نے مجھے زندگی سے سیر اور کو دیا ہے میری حالت ایسی ہے گویا کسی بد نصیب کا آئینہ رنگ خورہ ہو جائے۔
- (۵) میں ابھی آنے ادبی ہوا تھا کہ از سر نو اس محبوب کی زلف میں گرفتار ہو گیا پس میری حالت اس نو مسلم سے بھی بڑی ہے جو مسلمان ہوئے ہی فرنگی کہے باختر اسی ہو گیا ہوں۔
- (۶) میں حسرت کے مار سے جل رہا ہوں مگر شرم کے بار سے آہ نہیں نکالتا۔ خدا کرے اس ناموس کا گھر جل جائے تاکہ میں رنگ ناموس سے بے نیاز ہو کر اپنی داستان عشق بیان کر سکوں۔
- (۷) ہم عشق مجازی (جو ایک کم بہت ہے) کی طرف رجوع کر بیٹھ عشق حقیقی کی طرف ترقی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک کم بہت



- آدمی منزل مقصود عشق حقیقی تک نہیں پہنچا سکتا۔
- (۸) تنہائے کاموئی (عشق محبوب) کی تلاش مجھے ایک ایسے بند میں مارے مارے لئے پھرتی ہے جہاں ہر قدم پر کھنگ سے دو چار ہونا پڑتا ہے (یعنی عشق میں ہر طرف بلا میں منہ کھلے کھڑی ہیں کہ عاشق کو حیران نصیب بنائے رکھیں)۔
- (۹) دنیا میں اس لئے خوشی بغیر قائم کے اور شہد بغیر عقل (دور) کے نہیں ملتے۔ کیونکہ خوشی اور غم، بلق ایا م کی عنان ہام کر چلتے ہیں یعنی روز و شب کے احداث بہم میں غم کی لذت دائمی کی آمیزش ضروری ہوتی ہے۔
- (۱۰) میں ہر وقت برکار کے خط کے اجزاء کی طرح حرکت میں ہوں اور میری اس گردش میں اسی طرح کسی تاخیر نہیں ہو سکتی جس طرح آسمان اور ستاروں کی گردش میں تاخیر نہیں ہوتی۔
- (۱۱) اسے نظیری تو لذت تن نفسانی خواہشات کی خاطر نفس (قارہ) کا مطیع ہو گیا ہے جس گزر گاہ میں بکری اور شیر کا مقابلہ ہو وہاں کنگ کیا فائدہ دے گی۔

## غزل نمبر ۴

باز کرد  
فاغلت  
راز کرد

درے جنگ  
مغایل  
جنگ

گر صلح  
ی غلت  
مصلحت

بھر مشارع سخن اضراب  
تقطیع آہستہ  
میں

آمد و گریہ صلح و در جنگ باز کرد ، صلح مصلحت پئے جنگ دراز کرد  
شد عمر و سر گرائی او بر طرف نشد ، بر من بقدر مرتبہ عشق ناز کرد  
خود را بکام دشمن خود دید آنکہ او ، بادوستان تغافل دشمن نواز کرد  
عقلم نظر پایستہ دوستاں فکند ، از دوستی و دشمنیم بے نیاز کرد  
چشم طمع بدوز کہ در قسمت کساں ، ہر کس کشود و دیدہ بکسرت فراز کرد  
صد معجز از کرامت لعل تو دیدہ ام ، از تو مینواں بخل احترام کرد  
ہر جائے ملیم از تو سزائے پرستشی ، بر کعبہ مینواں زہم سونماز کرد  
صوت تو از ترانہاں ہمہ برگزشت ، شد بلند مطرب حن تو ساز کرد  
۹ طبل وجود عیش نظیری بہم نزد  
کوتاہ دید مر حسلہ خواب دراز کرد

- (۱) محبوب نے صلح کی اور ساتھ ہی، جنگ کا دوازہ کھول دیا۔ جنگ شروع کر دی، خیال ہے اس نے صلح اس مصلحت سے کی تھی تاکہ جنگ کی مدت دراز ہو جائے۔
- (۲) میری عمر اس خیال میں گزری کہ محبوب ناز حسن چھوڑ دے گا لیکن جوں جوں میرا تہ عشق میں بلند ہوتا گیا وہ وہ وہ محبوب بھی زیادہ ناز کرتا چلا گیا۔
- (۳) وہ جس جوڑ میں ہے اعتنائی برتتا ہے اور دشمنوں پر نوازش کرتا ہے وہ اپنی ہلاکت میں دشمن کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ مصیبت کے وقت درمست بھی بے اعتنا ہو جاتے ہیں۔
- (۴) ایک دن میں نے عقل کی طرف سے دوستوں کے آئینہ دل کو دنگ و کھوکھلا دیکھا یعنی ان کے دل کے رموز پڑھ لئے اسی



- (۵) دن سے معلوم ہوا کہ ان کی دوستی دشمن کی دشمنی سے کم نہیں ہے، پس اب میں دونوں سے بے نیاز ہوں۔  
 طبع کی آنکھ کو بند کر کے جو شخص جس کی نظر سے لوگوں کی قسمت روزی اندر متہ کو دیکھتا ہے اس کی حسرت بڑھ جاتی ہے اور جس  
 اس کو زیادہ تکلیف میں ڈالتی ہے،  
 (۶) میں نے تیرے محبوب کے لب اعلیٰ کی کرامت سے سینکڑوں ہجرے دیکھے ہیں۔ اگر تمہارے لب اعلیٰ دلنوازی میں کمی کریں۔  
 تو میں تمہاری محبت ترک نہیں کر سکتا۔  
 (۷) کعبہ میں ہر طرف سے نماز پڑھی جا سکتی ہے میں ہی تجھے ہر طرح سے پریش کے لائق دیکھتا ہوں پس کہوں ہر طرح سے تیری پوجا نہ ہو  
 (۸) تیرے حسن کا مطرب جب اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اس کی خوش الحانی ہنیدہ رستا رہ نہ رہا کی نعمت سرائی سے بھی سبقت لے  
 جاتی ہے۔  
 (۹) قبل وجود کی تو انہوں نے نظری کی خواب عدم کو برہم نہ کیا یعنی عدم سے وجود میں آیا تو یزدی کی کیفیت ساقط لے کر آیا۔ اور زندگی کی  
 دھبیوں میں کھیرا نہ گیا۔ اس کو ہوں بیان کیا ہے کہ عدم میں نظری جس بیندیں کو تھا۔ زندگی بھی اسی حیثیت کی شیرینی میں گزاری گیا  
 عدم سے وجود میں آکر سو یا ہی رہا کہ موت آگئی۔

## غزل نمبر ۳

بند انداز  
مقاہلین

زور و سیمیا  
مقاہلین

ہوس برد  
مقاہلین

بحر نرجس مشن سالم  
مقاہلین

کیسے فلسفہ ہوس ہر روز در سیمیا ہم اندازو ۱  
 زہر صافی بدم از ریو و رنگ طبع بیگانہ ۲  
 زسلطانی بکج گلخنے افگندہ تقدیرم ۳  
 ندارم مستی طاؤس اگر ہم رنگ طاسم ۴  
 بخول سرگشته تروارم دے از چرخ دولابی ۵  
 حیات و مرگ خود چوں حاصل افسانہ بی فہم ۶  
 چو مرغ غان سحر خواست از بس فوق پیام ۷  
 ادا نا کردہ فرض صمدم تا چند مخموری ۸  
 بعیش و ناز نتوان تکیہ بر احسان گردوں ۹  
 عزیزاں از تعلق سخت در رفتن گرانبارم ۱۰  
 ندارم شورش و ذوق نظیری اشک آہ ہے کو  
 کہ چوں شکر در آتش چوں نمک در آب ہم اندازو

نایب وزنگ

- (۱) میری ہوس ایک فلس فنی پارہ زہ پارہ میر تیار کیا بنانا چاہتی ہے جس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ (ہوس) میری عقل کو فرسودہ کرتی ہے اور اس پر ہوس کا رنگ میری آب و تاب کو زائل کر دیتا ہے۔
- (۲) میں خرم ہوں سو ناختم اور طبیعت کی تسبیح سازی سے باطل نا آشنا لیکن مجھے یہ خبر نہ تھی کہ ذفا و دور فریب کار دکھوت ملانے والے زمانہ کے ہاتھ دیدیں گے فہوم یہ ہے کہ میری طبیعت سخن کی پاکیزگی اس نالائقی مریع کاری کی قدر دانی دیا میں کوئی حیثیت نہیں رہتی۔
- (۳) مجھے تقدیر نے تخت سلطنت سے اتار کر بھٹی کے ایک گوشہ میں ڈال دیا اور میرے سنبھال کے بستر کا ہنگامہ رکھ کا بستر بچھ دیا۔ اس شعر میں زوال آدمی کی داستان پوشیدہ ہے۔
- (۴) میں ہر رنگ طوس ہی لکھی لیکن طوس کی بائیں اور اس کی دھڑی قفس نہیں رکھتا۔ اس لئے طبیعت کی حیدر کاری نے یہ رغبت دلائی کہ شراب ناب پی کر ایک کیفیت مٹی اپنے اوپر طاری کرلوں جس سے کم از کم مٹی مل طوس کا ایک عکس تو پیدا ہو جائے، میرا دل سرگشتی میں رہت کی طرح چند لگانے والے آسمان سے بھی بڑھ کر ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کو ذہن لکھیں بجائے پانی سے خون ہے اس کے باوجود میں اپنی مصیبت کے خیالات میں بہت مھو نہیں ہوتا۔ یہ ننگہ ڈرتا ہوں کہ آسمان نہیں میرے دل کو گرداب بلا میں نہ پھینک دے۔
- (۵) میں زندگی اور موت کو قاتل افسانہ سمجھتا ہوں یعنی یوں کورات کو بیدار یہ زندگی ہوئی اور وہی کو غور و تاب یہ موت ہوئی۔
- (۶) صبح کے نقشہ سچ پرندہ کی طرح فریاد کرنے کی خواہش تھیں اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ کھانا کی روٹی میری فریاد پہاڑ تک کر رہی ہے اور چاہتی ہے کہ میں اپنی فریاد جانندی میں جاری رکھوں۔ اس لئے اس تیزری اور خوبصورتی سے چمکتی ہے کہ میں چاندنی ہی کو کو صبح کا نور تصور کر لیتا ہوں اور کانا شروع کر دیتا ہوں۔
- (۷) کب تک ایسا ہوتا رہے گا کہ میں شراب کے نشہ میں مدھوش ہو کر گوشہ محراب میں نمازیوں کے پاس سرسبز درہوں یعنی صالحین تو اولے نماز کی خاطر آتے ہیں اور میں اسے نشہ میں سرشار گوشہ محراب میں ہی پڑا رہتا ہوں۔ یہی نماز ہو جاتی ہے۔
- (۸) ہم عیش اور ناز کے سبب (آسمان) کے احسان پر بھروسہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ (آسمان) ایک گڑبیا ہے۔ جو بکری کو پالتا ہے اور قصاب کے ہاتھ میں بیچ ڈالتا ہے یعنی آسمان ایک قصاب ہے جو ہماری پندرش نفس اس لئے کرتا ہے کہ موت کے حوالہ کر دے۔
- (۹) اسے عزیز و خلق (دنیا) سے روانگی کے وقت میں گناہ کے بوجھ کے نیچے سخت و بابر اہوں میں ایک ایسے شخص کی مدد چاہتا ہوں جو اس طوفانی حیات میں مجھے میرے اس اسباب گناہ سے ہلکا کر دے۔
- (۱۰) نظری میرا ذوق جنوں اور جوش سودا کم ہو گیا ہے۔ کاش آنکھوں میں اشک محبت ہوتے اور سینے میں آہیں۔ پھر تو یہ معلوم ہوتا کہ گویا کسی نے مجھ میں نکرہ ال دی۔ اور پانی میں نمک ڈال دیا یعنی ذوق جنوں اور جوش جاتا ہے۔
- نوار اسلم ترے زن چوں ذوق فہم یابی      حدی را تیز ترے خوان پر ممل را گراں بینی

## غزل نمبر ۴۴

بحر مثعلی سندس مقوی و خرم مخدوف

عاشق  
فصل  
نہد

در کشد  
نغمہ  
برو

تقطیع  
در کشد  
نغمہ  
برو

دل با موش دم بروں نہد      چشم با دوست نم بروں نہد  
در کشد بھر ہائے غم عاشق      رنج از قلم بروں نہد  
دل اسرار میں حدیث قدیم      جز حکم قدم بروں نہد  
حیث نوشتند نامہ حاضر باش      نشو کاغذ رقص بروں نہد  
منکر آن نگاہ وحشی را      راہ از دیدہ رام بروں نہد

نگہ از چشمش ابرووں آید ۶ زلفش از پیچ و خم بروں ندید  
 ایں خم از مرگ و سورجہاں ، غیر نیل و بقم بروں ندید  
 بدہ آب خضر کہ در دروشت ۷ خاک جز جام بسم بروں ندید  
 مرد باید کہ فکر یار از دل ۸ تا زید نیم دم بروں ندید  
 بکفم جام شادماں گول ۹ تا زخم رنگ غم بروں ندید  
 نتواں کم ز سپر ترس بود ۱۰ میر و از کف صنم بروں ندید  
 گر نگہ پدیدت سلم نظیری را  
 ابر سیراب نم بروں ندید

- (۱) عقند دل یعنی عقند کا دل (دہ نہیں مارتا یعنی غاوش رہتا ہے تاکہ راز خاش نہ ہو جائے) اور وہ آنکھ جو محبوب کو دیکھتی ہے آنسو نہیں نکالتی تو تاکہ محبوب پر راز خاش نہ ہو جائے
- (۲) عاشق غم کے دریا کے دریا پانی مارتا ہے۔ (اور اس آسانی سے صنم کو مارتا ہے) کہ ایک قطرہ بھی قلم سے نہیں گرے قلم عاشق اپنی طبیعت پر پورا قبضہ رکھتا ہے
- (۳) سزا دل چاہے کہ تمام اسرار الوہیت خاش میں بغیر قدم کے یعنی بغیر امر الہی کے) اس صفوں لطیف کا بیان نہیں کرتا۔
- (۴) تیرا نہ اعمال اگلے حروف میں لکھا گیا ہے، اس لئے احتیاط کر کہ کس کا غذا کی دوسری طرف سے کوئی ٹھیک ٹھیک نہ چڑھ لے
- (۵) اس محبوب کی وحشی آنکھ کی طرف نہ دیکھ کر اپنی خوبی روم کی وجہ سے اس کی نگاہ آنکھوں میں سے ہی نہیں نکلتی یعنی محبوب وہ غول وحشی ہے کہ اپنی خوشی سے دم باجیا کی وجہ سے آنکھیں چارہاں میں کرتا۔
- (۶) آنکھ محبوب کی آنکھ سے نگاہ باہر نکل آتی ہے تو اس (محبوب) کی زلف اپنے بھند سے میں پھنسا لیتی ہے۔
- (۷) خم مثل آسمان دنیا کو مبتلا ہے۔ اس نظر اب رکھنے کے لئے نواسے تل کئے اور مجھ کی سرخی کے اوکچھ عیادی نہیں کرتا۔
- (۸) نیل استعارہ داغ رسوائی کیلئے ہے اور بقم خون تمنا کیلئے ہے۔
- (۹) آجیات کی طمان ترک کر دے خود اس دنیا میں ذرہ ذرہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ جام جم بن جائے اور ایک مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں جام جم تو میسر ہے مٹی طیش و عنشت اگر کچھ آجیات عشق چاہیے اس لئے اسے ساقی کچھ قربی اب حیات دے جس کے مقابلہ میں شراب جمشید کی جی وقعت نہیں۔
- (۱۰) مرد عاشق وہ ہے جو مرتے دم تک محبوب کے فکر و عشق کو آدمے منٹ کیلئے بھی دل سے نہ نکالے بلکہ عاشق تمام عمر عشق سے غافل نہیں ہوتا۔
- (۱۱) اسے ساقی، مجھے جام شراب دے جس سے خوشی ہوگی تاکہ میرے بغیر وہ سے محبوب کے علم کا رنگ ظاہر ہو۔
- (۱۲) عاشق کو کم از کم پیر ترسا دھا حب دیر کی طرح راہ محبت میں مستقیم ہونا چاہیے کہ مرتا مر جائے لیکن اپنے صنم سے ملنے کا رشتہ نہ ٹوٹنے پائے۔
- (۱۳) اگر نظیری کا قلم، ہم عشق میں مبتلا ہو کر دود گداز کی باتیں نہ کہے تو یقین۔ جائے بادل سے کبھی ہینہ نہ برسے یعنی بادلوں سے پانی برسنے کی شاعرانہ دیر ہے کہ نظیری اندہ عشق کا بیان کر رہا ہے۔ اور بادل اشک فشان میں مشربیک ہیں۔

# غزل نمبر ۳۴

بحر مفاعیلین مخبون بحری رکن مخبون مخدوف

شہدہ عقیقہ  
فعلاتین  
بحر جماد

تقطیع  
جہاں  
نفاظین  
بہارِ پیا

بہارِ پیا  
مفاظین  
نکارے  
بند  
فعلین  
بند

جہاں جواں شدہ عقب بہارِ پیا بند ۱ بہارِ پیا جہاں درنگارِ پیا بند  
ز صانع نشو و نما آب و خاک الوال شد ۲ جماد و نامیس خود را بکارِ پیا بند  
نکارِ باغ و بہار است دایہ بُتیاں ۳ میانِ نرگس و دستارِ خائے بند  
چمن ز صوت بلند ہزارِ پندارد ۴ کہ رنگِ لالہ دگل برقرارِ پیا بند  
ازیں حلقہ چو گل زود باندیش رفتن ۵ کیسکہ دل بنوائے ہزارِ پیا بند  
مسافرانِ گمین نارسیدہ در کوچند ۶ شکوہ میرود و شاخِ بارِ پیا بند  
ز بے ثباتی گل برد رخت پنداری ۷ کہ غنچہ بر سر آتش شہرِ پیا بند  
گئے کہ دامن صحرا ز لالہ رنگین ست ۸ بدایں کہ خون دلش در کنارِ پیا بند  
چہ عیش و سوسیسر شود ز دورا نے ۹ کہ عقدِ نشائے باخمارِ پیا بند  
وصالِ شمع چہ مہلت و ہر پیر و اند ۱۰ کہ موم گردن آتش تبارِ پیا بند  
ز دورِ چرخ چو ماہ نیست ناں بگردا ہم ۱۱ کہ طعمہ بر سرین تا بدارِ پیا بند

ع

متارِ بخت نظیری نیافت در غربت

امید باز بغیرِ دیارِ پیا بند

- (۱) دنیا نے پھر جان بکھڑکھڑا کر دیا۔ اور بہار نے پائے جہاں میں مہندی لگا دی مطلب یہ ہے کہ بہار آنے سے  
چہ چہ گلزار ہو گیا ہے۔  
(۲) اس وقت صنعتِ کاری کی نشو و نما کے باعث پانی اندیشی رنگین ہو گئے ہیں کہ دنیا کی ان جماد سکون میں بہار کی ہنگامہ آرائیوں سے  
پھر حرکت ہو گئی ہے۔  
(۳) دایہ بستن نے دباؤں با قدرت مزوں نرگس کی کمر کو کانٹے کی پڑی سے باندھ دیا یہی دونوں کو دباؤ میں بنادیا مطلب یہ ہے  
جس طرف دیکھتے ہیں گل و نرگس کا ہجوم ہے۔  
(۴) بلبل کے نغمہ بلند کس کس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ لالہ اہل گل کی رنگینی شاید اسی طرح برقرار رہے گی۔  
(۵) جس شخص نے بلبل کی آواز پہل لگا یا فریقہ پڑھا اس کو اس حدیقہ (باغ مراد دنیا) سے جلدی بھاگنا ہوگا۔  
(۶) اس شعر میں صنعتِ ایہام اور صنعتِ ایہام کی وجہ سے معانی میں ایک عجیب پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ مسافرانِ گمین

سے باغ کے پھل پھول اور پتے مراد ہیں۔ اور مسافر کے دوسرے معنی معروف ہیں۔ نارہیدہ کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور بختہ خراب کو بھی دوسرے معنی معروف ہیں۔ ٹنگو ذمیر دین مسافرت کی رعایت سے جانے کا بھی اشارہ ہے۔ اور شاخ بار سے بندہ سے مراد یہ ہے۔ شاخ پر گل پھل جو آگے تو گیا یا اس نے اسباب سفر باندھ دیا۔ بار بستن۔ پھل آنا اسباب سفر باندھ کر تیار ہونا۔ ترجمہ جن کے مسافر پھل پھول اور پتے اپنی منزل بارغ میں پہنچے بھی دتھے کہ کوئی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ٹنگو ذمیر وہ اندھو اور بورنگ پھل آگے اور شاخ میں پھل کیا آئے گو یا اس نے اسباب سفر باندھ لیا۔

(۷) پھول کی بے ثباتی کی کیفیت یہ سمجھو کہ یا غصے نے آگ پر عطر کی طرح لٹور کیا جس چیز کا ٹھوکر برسر آتش ہو گا اس کی بے ثباتی کی کیا حد ہے

(۸) جب تم بھی صبر کا دامن رگل، لالہ سے رنگین ہو تو سمجھو کہ اس دمرا کے دل کا خون پہلو میں جم گیا ہے واد رگل لالہ کی شکل میں

نور دار ہو لے (۹) اس زمانہ میں میں خوشی کیسے سرسبز ہوا انتقام از کار ی منی نہیں ہو سکتی کہ نہ کوہ نشہ شراب کا عقد و نکاح بخاند بدترگی جو نشہ کے اثر نے کے بد ہوئی ہے، باندھنا ہے (دلیا میں غم اور خوشی تمام ہے)

(۱۰) دوسرا مصرعہ یوں پڑھو مرم بر گردن آتش تیار بندہ پرانے کو دھال صبح آگ کی مہلت ہے کہ صبح کی موسم نے تراپی تا (رشتہ طمع کو) گردن آتش سے باجمہ رکھا ہے یعنی طمع تو خود بخود لہو طبعی جا رہا ہے۔ پردانہ اگر کچھ بھی گیا تو بہت کم عرصہ شاد کام ہو گا

(۱۱) جس طرح پھلی کو پکڑنے کیے شست میں کوئی کیر کوٹھا لٹا دیتے ہیں اسی طرح ہمارا رزق بھی گرداب بلا میں ہے۔ نہ کھائیں تو بھوکے مریں۔ اور کھانے کی کوشش کریں تو پھلی کی طرح گرفتار رہیبت ہوں

(۱۲) نظیر کا کوہ دین میں بخت کی متاع حاصل نہ ہوئی۔ اس لئے وہ پھر وطن کے ارادے پر امید لگائے بیٹھا ہے۔ دو دہیں وطن کو دھنسا ہے

## غزل نمبر ۴۴

بھر دل بختن مذوف  
تقیح { باز نرگس  
نا غلاتین  
شد گلین

باز نرگس را گلستاں صاحب افسر کند  
۱ غنچہ گرد و مہر مغفر سبز ز نگاری قبا  
۲ شاخ گل منبر ہند بلبل حکایت سر کند  
۳ روزی عرض آید کہ ہر کس بد خود و بد کند  
۴ لالہ خویش ز خاک کشتگاں سر کند  
۵ بلبل شوریدہ را ہمرنگ خاکستر کند  
۶ باد آزاری بہر سولعت آذر کند  
۷ بادہ عطر آمیز گرد و ہر کہ در ساغر کند  
۸ صبح را کم از فروغ لالہ احمر کند  
۹ استخوان را مومیاںی مغر ز اعبر کند  
۱۰ انگل اخگر بر فروند غنچہ را بھر کند



(۱) موسم بہار میں، پائینیں دُکھ کو بھولتا ہوا ہر جگہ ہوتا ہے۔ پھول کی شاخ اس کا نمبر اور طبعی داستانِ خراں ہے موسم بہار میں  
 زرخیز گلشن کی مٹی پر پھولی ہے اور پھل پہنچا رہی ہے آپ میں بھی پڑھا جاتا ہے غنجان کی غنجان کا غنجان پھل میں پڑھنے میں گل نہر  
 (۲) اظہارِ جمال کا دن آ گیا کہ ہر شخص اپنے آپ کو بہترین چادر میں لباس کرے۔ چنانچہ ہر رنگ کی آپس میں سر پہن کر ہر کھلی ہے  
 اور سبزہ سناہنی زنگاری دسبز رنگ کی قبا پہن لی ہے۔  
 (۳) موسم بہار میں، مستوں کی خاک سے بے اختیار انگور کی پیل پھوٹتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کا قالبِ خاک کی نشوونما  
 شراب کے کام آ رہا ہے اور عاشقوں کی خاک سے لالہ کے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ جو گویا خونِ شہیدوں کا  
 نشان ہے۔  
 (۴) حسن گل نے باغ میں وہ برقی رنگی اگرادی ہے جس (برقی) کے شعلہ نے خورشید ہر سرور عاشق، بلبل کو رہلا کر رکھ  
 کر دیا ہے۔  
 (۵) شاخ گل آذر حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام جرت بنا کر رکھا تھا۔ مراد بادبھاری کا پھول گئی ہے۔ اور خلیل حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ  
 میں بادبھاری نے چاروں طرف بتانے آؤری کو کھڑا کر دیا شاخ گل کو مشہور صناع آؤر کے دستِ حضرت گرسے تشبیہ  
 دکا ہے اور ہوا کے چلنے سے جو پھول کھلے ہیں ان کو تین آؤری کہا ہے۔  
 (۶) بادبھاری کے فیض سے، انظارِ ایسا جنونِ بکری ہے کہ جو شخص روکتا ہے، وہ میں آجاتا ہے۔ اور ہوا اتنی معطر ہے کہ جو شخص  
 شراب کو پیالہ میں ڈالتا ہے تو وہ شراب معطر ہو جاتی ہے۔  
 (۷) میں ساتی کے چہرہ سے ڈرتا ہوں کہ نشہ میں اس پر جو سرخیاں اور رنگینیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کے مقابلہ میں صبح کا نور  
 زاین ہو جائے (لالہ احمر اسفارہ ہے ساتی کے چہرہ کا جو اگر شراب سے سرخ ہو رہا ہے۔)  
 (۸) باوبہار کے چلنے میں وہ اثر ہے کہ سوداوی مریض اچھا ہو جائے۔ اس کی ہڈیوں میں رمیابی کی تاثیر اور اس کے مغز میں غنبر کی  
 خوشبو پیدا ہو جائے۔  
 (۹) صبح جب اپنا دامن پھیلاتی ہے صبح ہوتی ہے ہوا اس کا لباسِ نفا معطر ہو جاتا ہے پھول اس کا انگور وغیرہ اس کی انگلی  
 (نتیجہ ہے) پھول کو دھلتے ہوئے کہ لوگوں اور غنچوں کو انگلی سے تشبیہ دی ہے جس میں خوشبو دار مصالحِ صل رہے ہیں)  
 (۱۰) (سنبیل اسرار کا مطلب مشکوک ہے۔ نوکِ شوریٰ سنبیل حاشیہ نویں نے سنبیل کو سنبیل راز ختی کہہ کر بھیجا چھوڑ دیا ہے۔ اس  
 کو سنبیل سے استعارہ کرنا شاید اس وجہ سے ہو کہ سنبیل کی چھیدگی سے اسرار کی چھیدگی کچھ مدت ہمت رکھتی ہو۔  
 مطلب بظاہر یہ ہے کہ فیضِ الہی سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے۔ وہ گویا نمونہ اسیرِ قنطریٹ ہے۔ کہ خاک پر سبز  
 برستا ہے تو بغیر ہماری کاوش اور بغیر ہمارے اختیار کے بولہوں رخائیاں پیدا ہوئی ہیں قرآن مجید میں کسی جگہ باری  
 اور اس کے انوار اور آثارِ قدرتِ الہی کی تشبیہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وانزل من السماء عصاراً فأخضجھن اللہما ارجاء ورتقا  
 ردالی کے سبب سے نظیری کی طبیعت ایسی چست ہو گئی ہے کہ جو (خیال) اس کے دل میں آتا ہے ردولاً ودفتر  
 (بیاض) میں گھومتا ہے۔

غزل نمبر ۴۵

بھر مضارح غنیمت بقوم نبوی آخری رکن شعب تصور

مشاطا

ریختنی

مفتاح

میں نے

۱۰۰

راہے

مرفا علیہ

پاپا

بِسْمِ

فصل ۱۱

بسم الله الرحمن الرحيم

و ریح نقش الهما بر آب جو بستند ۱ بحسن لاله و گل رنگ آرزو بستند



چو موجِ روئے ہو اور سراب میرا نہ ، کس کہ دل تہمائے رنگ و بو بستند  
 میری حال کہیں مطربان چاکدست ۔ دل از نوائے خرم بزم بتا رہے مو بستند  
 بخت جانِ زدمِ این مہنیاں گوی ، خراشِ سیمینہ تراشیدہ بر گلو بستند  
 نہ عاقبت کہ تن درو بہ خلعتِ خاک ، ہزار رخنہ وریں کہنہ از رُفُو بستند  
 بکشت و زرع ہر احساں رسید آسیدے ، کہ مفلساں ہمہ برخشاں آبرو بستند  
 مجوز نامور ایں غیسر نامیں خاناں ، سلا زوندہ بیغما و در فسر و بستند  
 بغم بساڑ کہ از بے نشاطی ایام ، مغاں بدیر و بانِ خم و سبو بستند  
 دریں جزیرہ جہتِ سال سے لہر شمر ، چو زبندِ مست کہ برگردنِ کد و بستند  
 ازیں جہاں دلم آمادہ گر کھنقِ ست ، چو کو دکان کہ میاں چست و غلو بستند  
 ہزار نقش وریں کارخانہ در کارست  
 نگیر خورده نظیری ہمہ نگو بستند

- (۱) افسوس (تفادد کرنے) امیدوں کی تعمیر رہتے ہوئے پانی پر بنا کی وجہ سے قیام نہیں اس لئے امیدوں کا پورا ہونا بے محال ہے اور خوش آئند آرزوؤں کو لالہ دل چمن اور رنگ دیا جو کھلتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں۔ اس لئے اگر آرزو پوری ہو گی بھلے تو خوشی کو دوام نہیں ہے۔
- (۲) جو لوگ دنیا میں رنگ و بو کے دلدادہ ہیں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں گویا ان کی زندگی ایسی ہو ا کا ایک جھونکا ہے جو مچھلیوں میں سرب پر چلتی ہے اور سوائے ریت کے کچھ ذرات کے اس کے باقی کچھ نہیں آتا یہی حالت دنیا دار کی ہے جو دنیا کے تماشے میں بڑا اصل مقصد زندگی کو بھٹکتا ہے۔
- (۳) میرا حال کیا ہو چھتے ہو کہ ان فن کار مہینوں نے اپنی نوائے خرم سے گویا میرے دل کو اپنے ساز کی تاروں سے باندھ رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ گویا مطربوں کی موسیقی اتنی دردناک اور لطیف ہے کہ میرا دل بے اختیار ان کی طرف کھینچا جاتا ہے۔
- (۴) ان مطربوں کی تاروں اور گیتوں کو سن کر میں کیفیتِ غم سے گویا ہلاک ہوا جا رہا ہوں اس طرح معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے اپنے دل کے سوز و گداز کو اپنے دل کی آواز میں منتقل کر دیا ہے۔ وہ میرا مصرعہ تمام استعارہ کے رنگ میں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مطربوں کی لطافتِ طبع ان کی نغمہ کاری سے پیدا ہے۔
- (۵) جو شخص خاک کی خلعت و قالبِ خاکی کے خوش ہے وہ غفلت مند نہیں کیونکہ تفادد کرنے اس کہنہ خلعت (قالبِ خاکی) کو فراموش کرتے وقت اس میں ہزاروں رخنے رکھے ہیں۔
- (۶) معلوم ہوتا ہے کہ احسان کی بہری بھری کھیتیاں آسیدہ آسمانی سے خشک ہو رہی ہیں۔ گویا مفلس اب توقعِ کرم جو رکھتے ہیں تو بیکار رہے۔ ابرو پر خشک بختن کا رنات حق و بیفائدہ کرنا۔
- (۷) یہ ناموز صرف شہرت کے طالب ہیں۔ ان سے کسی نفع کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ جب بیخانِ ولایت عام دیتے ہیں تو غریبوں کو پہچاننا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔
- (۸) زمانہ میں خوشی باقی نہیں رہی۔ میفر دشتوں نے میکہ میں غم و سو کا منہ بند کر دیا ہے۔ اس لئے غم پہری قناعت کر۔

(۹) جس طرح رندست کی گردن پر کہ دمے باندھے پھرتے ہیں کہ شراب پیئے کے سوا اس کا گذارہ نہیں اسی طرح میں بھی اس جزیرہ میں جہاں جاہل رخن سے ناشا، لوگ بستے ہیں اپنے شعر کے جاتا ہوں اگرچہ میرے شعر بچنے والے موجود نہیں لیکن میں شعر کے چلا جاتا ہوں،  
 (۱۰) جس طرح بچے دو گوں کے مجھ میں کیم کر کے اور ہاتھ بلند کر کے بھاگتے ہیں اسی طرح میرا دل بھی اس دنیا سے بھاگنے پر آمادہ ہے  
 (۱۱) اسے نظیری، اس دنیا میں ہزاروں نقش موجود ہیں۔ تو عجب چوئی نہ کر کیونکہ جو کچھ پیدا کیا گیا ہے اچھا ہے۔

## غزل نمبر ۴۴

بھر ہرچ مٹن امرب کوف اخوی کن مختلف بسط

تقطیع { افسانہ  
نغزل  
مسیح  
پشیم

مرا گوش  
مغایں  
کرے گوش  
نکر وند  
نکر وند

افسانہ شیریں مرا گوشش نکر وند ۱  
 یک خمر وہ گرفتند پس از نکتہ بسیار ۲  
 ماروزہ ازیں ماندہ بر چنگ کشایم ۳  
 معلوم شد از مستی ما حوصلہ ما ۴  
 باید بعصارفت چو موسیٰ کہ دریں راہ ۵  
 در حلقہ شدم زان خطار خسار قرینم ۶  
 اشجار چمن دست بہم داد دیاران ۷  
 جانم بر وہ پردگیان سحری سوخت ۸  
 خوں نابہ ہو آمدہ بر حبیب و کنارم ۹  
 امروز نہ رخصت کہ لب تشنہ گذارند ۱۰

صدیخ چشیم شکرے نوش نکر وند  
 گشتیم فراموش فراموشش نکر وند  
 در کاسہ ما جسر عہ سر جوش نکر وند  
 داوند بکمت مے دیہوشش نکر وند  
 یک چاہ نکند ند کہ خس پوشش نکر وند  
 تا کوکب آں . سج بنا گوشش نکر وند  
 سیرے بمن غمزہ ہمہ دوشش نکر وند  
 سویم نکلے از تہ شب پوشش نکر وند  
 زان اسل خوش بوم در آغوشش نکر وند  
 آں را کہ لبے غزے دوشش نکر وند

فریاد ازیں شوق کہ در جان نظیری

" تا مرونش از زمزمہ خاموشش نکر وند "

(۱) لوگوں نے میرا فاضل خیبر بھی نہیں سنا میرے شعر کی قدر نہ کیا، میں نے تو لوگوں کی تلخ کلامیاں بھی نہیں سنی میرے میٹھے اشعار کا بھی کوئی قدر نہ ان پر پیدا نہ ہوا۔

(۲) نقادوں نے جو کچھ کے بعد ہمارے کلام میں ایک عجیب نکالا اب یہ حالت ہے دنیا میں بھول گئی۔ لیکن ہمارا عجیب ہر ایک کو یاد رہا۔

(۳) ہم نے اپنا روزہ خشک چیزوں ہی سے کھل لیا۔ خون دنیا میں ہمارا حصہ ہی تھا۔ ہمارے پیالہ میں شراب خنکوار

- نہیں ڈالی گئی۔  
 (۴) جب ساقی کو معلوم ہو گیا کہ ہم ساقی میں راز عشق کو، پوشیدہ نہیں رکھ سکتے تو اس نے ہمیں اتنی شراب پلائی جس سے ہم ہوش نہ ہو سکے۔  
 (۵) اس دنیا میں جھڑت، ہوسنی کی طرح ہاتھ میں عصا لے کر چلنا چاہیئے (احتیاط سے زندگی بسر کرنی چاہیئے) کچھ نکلے، نقصان و قدر نہ، اس دنیا میں کوئی بھی ایسا کوئی نہیں نکھو داجس کو گھاس سے نہیں ڈھانپ دیا۔  
 (۶) میں محبوب کی زلفوں میں پھنس کر اس کے رخسارہ کے قریب جا ہی پہنچا پھر بھی محبوب نے مجھے اپنی بنا گوش کا ستارہ نہ بنایا۔  
 (۷) باغ میں درخت کو یا ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑے ہیں لیکن انوس کہ دوستوں نے مجھ غمزہ کے دوں بدوئی بھی سیر کرنے کا خیال نہ کیا۔  
 (۸) پروگیاں بھر کی محبت میں ہلاک ہو گیا لیکن کسی محبوب نے ہمارے میری طرف ایک نظر نہ ڈالی (پروگیاں بھری سے پر وہ لیٹن محبوب مراد ہے جو صبح کے وقت جلوہ فروزین شب پوش مراد چادر جورات کو پہنتے ہیں)۔  
 (۹) محبوب کے پھر میں اتنا خون کے آنسو دیا کہ میری جیب اور پہلو دھون سے تر ہو گئے اور ان سے ان خون ناپہ کی بو آنے لگی یہی وجہ ہے محبوب کے سنبل کی خوشبو میرے آغوش میں نہ دی گئی۔  
 (۱۰) جن کو کل رات شراب پیس دی گئی تھی اگر آج بھی ان کو نہ پلائی گئی تو برا ظلم ہو گا۔  
 (۱۱) اسے نظیر لا خضر کوئی میری زندگی کا ایک ایسا جزو ہو چکا ہے کہ مرنے دم تک شکر گئی نہ چھوٹے گی۔

## غزل نمبر ۴

بحر مزار عشق بہر دہن نہیں آخری رکن بخون عذوب  
 { تپش } ہوس چ دے رکشد شع  
 ل در نہا ل چنیا ل چنیا ل چنیا  
 ۱۔ بحد عشق رسد میل چون زیادافتد  
 ۲۔ خوشست عشق اگر کار بر مرادافتد  
 ۳۔ بلاست جنس گر انما یہ در کسادافتد  
 ۴۔ نہ پو فہم کہ خریدار بر مرادافتد  
 ۵۔ کم ست آدم مفلس باعتمادافتد  
 ۶۔ کشاد وہ کہ ہمہ کار ہا کشادافتد  
 ۷۔ کہ ہر کر اتو بگوئی ز پافتافتد  
 ۸۔ کہ تاز یاد بر آید کہ تابیا دافتد  
 ۹۔ بشر ندیدہ کسے کا قباب اداافتد  
 ۱۰۔ چو طفل شوخ کہ طیب لہو ستادافتد

بھوس چو دیر کشد شعلہ در نہادافتد  
 لٹا ط محبت فرادہ رشک خسروا  
 بشہر و باد یہ فرسودم و کسے خزید  
 چو قیمتے ہندم روزگار بفروشد  
 مراد بست تہی گوشہ نقاب سپرد  
 خدنگ غمزہ گرہ بر کمان ابرو چند  
 عنان دل ز ملالت تباہ و ستم گیر  
 ضمیر روشن آد لوح عمو اثبات است  
 چو ذرہ خلق جہاں در موات میگردند  
 تنم ز بستی بند زمانہ کا ستہ شد

## حذر ز آہ نظیری کہ خانماں سوز است مبادایں جس سوزاں بدست باداقت

- (۱) جب دل میں دشت کی ہوس زیادہ دیر تک قائم رہتی ہے تو ایک شخص محبت پیدا کرتی ہے۔ جب اس زیادہ ہو جائے تو عشق تک پہنچ جاتا ہے۔
- (۲) اگر عشق میں کامیابی ہو تو کب اچھا ہوتا ہے مگر عشق میں کامیاب تھا اور اسے وصال شیریں کی غمی حاصل تھی۔ اس لئے خسرو اس دوزخ کی کامیابی کو دیکھ کر فک کرنا تھا۔
- (۳) کساد بازاری میں گراں مایہ قبض بھی ایک مصیبت ہے (جس کا کوئی خریدار نہیں بنتا) میں بھی اپنی گرانمایہ جس عشق کو کہوں اور بنوں میں بیٹے پھر ایک کوئی خریدار پیدا نہ ہوا۔
- (۴) زمانہ جو بھی میری قیمت ڈالے مجھے اسی قیمت پر بیچ دو۔ میں عاشق ہوں اس لئے میرا کوئی خریدار نہیں یوسف عاشق نہیں ہوں کہ ہر طرف سے میرے خریدار پیدا ہوں۔
- (۵) نفس آدمی کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ محبوب نے جب مجھے خالی ہاتھ لکھا۔ تو اپنا نقاب میرے سپرد کر دیا۔
- (۶) اسے محبوب اکب تک تو ہر غمزدہ کا چلہ برو کی کمان پر چڑھائے رکھے گا یہی ہیں کہیں رہے گا۔ اس گم کو کھول دے تاکہ ہمارے تمام مشکلات بھی حل ہو جائیں۔
- (۷) جسے تو ذلیل ہونے کا حکم دیتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ میں عاجز ہوں میری مدد کر اور اپنے دل سے مال کو نکال دے۔
- (۸) تیری روشن نمیر ایک لوح محفوظ ہے جس پر ایک وقت اگر کچھ لکھتے ہیں تو دوسری دفعہ سنا دیتے ہیں۔ اب دیکھیں ہمارا کون سی بات فراموش ہو جاتی ہے اور کون سی ثابت رہتی ہے۔
- (۹) شاید محبوب آفتاب زادہ ہے کہ تمام مخلوق خاک کے ذروں کی طرح اس کے ارد گرد کھوتی پھرتی ہے لیکن ہم نے تو کبھی کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو آفتاب زادہ ہو۔
- (۱۰) جس طرح خرخ بچے استاد کی قدم میں مضطرب و پریشان رہتے ہیں اسی طرح میرا بدن بھی زمانہ کی مصیبتوں کے ملانچے کا کھل گیا ہے۔
- (۱۱) اے نظیری (عاشق کی) خانماں سوز آہ سے ڈرا یا سنا ہو کہ اس جلتے ہوئے تنکے کو ہوا اڑا کر لے جائے اور کسی کے غم میں ڈال دے۔

## غزل نمبر ۴۴

بھروسہ عشق مقبول بنو نہ غمی کن شہب مقبول

بہار و بہار  
فغان  
بہار و بہار

بہار و بہار  
فغان  
بہار و بہار

بہار و بہار  
فغان  
بہار و بہار

بہار و بہار  
فغان  
بہار و بہار

ہنو ز راہ نگاہم بہال و پرند ہند  
خراب نرگس بگیں دلانِ مستم  
کہ بر طریقِ نظر مہر را نگہ زند ہند  
ز غم بگو نہ زریں شدم چہ چارہ کنم  
قبول صحبتِ صاحبِ دلاں بزند ہند  
ازیں کشادہ جبیناں ثباتِ غیشِ مجو  
کہ گل دہند بخوار و کباب شرن ہند  
بہر یاس بساز و مجو صلا ویت کام  
دوا چہ دار وے تلخت گند شکند ہند



زخواں بہ نعمتِ دواں فدا بقمت ۱۰ کہ طعمہ ز غمت خوشگوار تر نہ دہند  
 بدر دسوز کہ بر بستر آبِ عنایت ۱۱ بغیر تپ زدگی ولف جگر نہ دہند  
 چہ یاد جو رقیقاں کفیم بزم بود ۱۲ کہ تشنہ بر لب جو میرم و خیر نہ دہند  
 مثال مالپ دریا و حالِ مستقی ست ۱۳ دہند شوق و لے رخصت نظر نہ دہند  
 نہرو کہ مقفہ بر سر کنڈاں کواں ۱۴ کہ تاج عشق بخوابند و ترک سر نہ دہند  
 ظفر تر است نظیری کہ بخود ذوق شدی  
 " بہر کہ غوطہ بدریا نرود گہر نہ دہند "

- (۱) میری نگاہ کے ناموز کو ترک کرنا نہیں دیتے کیونکہ جب تک کو ترک نہ کیا نہیں دیتے نہیں کھولتے۔  
 (۲) میں ان سنگدل رنجوؤں کی آنکھوں کا دارفتہ ہوں جو آنکھ میں محبت کا رنگ نہیں دیکھ سکتے۔  
 (۳) صاحبِ دلوں کی محبت سونے کے عوض بھی چاہی نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر میں غم میں نہ رہوں گے تو مثال ہو گیا تو کیا  
 (۴) ان شمس کھد دنیا داروں سے کہ آرام و آسائش کی توقع نہ رکھوں کیونکہ یہ بھول تو بہت دیکھیں جو ناپاکہ اریں، جس بھل نہیں دیتے۔  
 (۵) خلق کی عداوت کا خیال کئے بغیر یا اس (نا امید) کی زہر خوشی سے پی جا جاں تلخ و درمیں کے لئے فائدہ مند  
 (۶) زمانہ کے خواں نعمت سے جو کچھ تیری نعمت میں آیا ہے اس پر راضی رہ کیونکہ اس زمانہ کے خواں نعمت پر غم سے بڑھ  
 (۷) بخار و گرمی جگر کے مرہون کو غلاب کا پانی دیا کرتے ہیں۔ تو بھی بیکلف سے حل تاکہ آبِ غلاب (راحت) تجھے  
 (۸) ندی کے کنارے پر نشہ آب، مرزا ہی میری قسمت میں لکھا تھا یہ دوستوں کا قصور نہ تھا کہ انہوں نے مجھے نہ بتایا کہ ندی  
 (۹) مرضِ انفسا کے مرض کو دریا کہہ کر سے بڑا دیتے ہیں۔ لیکن پانی پینے نہیں دیتے میری بھی یہی حالت ہے کہ  
 (۱۰) جو لوگ شوق کا تاج تو پہنتا چاہتے ہیں مگر راہِ عشق میں مر رہیں گے ان کو کہہ دو کہ غور توں کا لباس نہیں ہندو چاندی اری  
 (۱۱) اسے نظیری! تو ذوقِ عشق میں محبت اس لئے تو کامیاب رہیگا کیونکہ جو شخص سمندر میں غوطہ نہیں ڈکا وہ موتی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

## غزل نمبر ۴۹

تقطیع { وقت شد  
 فاطمہ  
 ابرو  
 وقت شد سبزہ فرشِ درچید ۱ ابرو گرہ بیک و گرہ پیچید  
 شاد درچید  
 فاطمہ  
 ابرو

آفتاب از کہیں بر آرد سر ۲ پنخہ ابر باد بر چپد  
 مند بزمہ نخل بگذارو ۳ زانہر غنچہ شاخ سر چپد  
 ہمہ ذرات خاک بت گرا ۴ تار ز نار بر کمر چپد  
 حسن رنگے جہاں نمودہ بہ دم ۵ سیمیا را بساط در چپد  
 زاع گر نہ شجہ کند پرواز ۶ ہمیش چرخ بال در چپد  
 اصل بہتر کہ ترک فرع کند ۷ پائے در دامن اثر چپد  
 دیدہ یل بہار شد کہ جہاں ۸ ہم اوراق خشک و تر چپد  
 تر و خشکی کہ کوہ و صحرا است ۹ خوردہ لالہ در شتر چپد  
 ز حمت خار و رنج خار را ۱۰ لالہ در پارہ جگر چپد  
 از عواں را کہ خوں کند سیلاں ۱۱ ساعد از نوک نیشتر چپد

بس فریب چمن نظیری دید

از بہشتش عمنان نظر چپد

- (۱) (غزل کا) وقت آگیا بزمہ رباغ سے اپنا، فرش لپیٹ رہا ہے۔ بادلوں کو چاہئے کہ تو بر تو جھجھائیں۔  
 (۲) (وہ وقت آگیا ہے) کہ آفتاب گھات سے سر نکالے تو ہوا پنچہ ابر کو مر دو کہ اس طرح ترے کہ بادل آفتاب پر محیط ہو جائیگا  
 (۳) (وقت آگیا ہے) کہ درخت رباغ میں، بزمہ کی سندھیوڑ دے اور شاخ (گلشن) غنچہ کا تاج سر سے اتار دے۔  
 (۴) (وقت آگیا ہے) کہ صورت گر خاک کے تمام ذرات کی کر کے لے لے کر ہمارا زنا ر لپیٹ دی جائے، مطلب یہ ہے کہ  
 ذرات خاک نشوونما سے عاری ہو جائیں۔  
 (۵) دنیا میں نور و رنگ حسن ایک نور و ہم نشی۔ اب اس علم کی بساط کے اٹنے کا وقت آگیا ہے۔  
 (۶) (وقت آگیا ہے) کہ جو کو اپنی طاقت سے بڑھ کر پرواز کرتا ہے۔ آسمان اس کے بال پر کو آپس میں الجھا کر رکھ دے۔  
 (۷) اس وقت بہتر ہے کہ نل درخت، اپنی نزع (پھل پھول پتے) کو خیر باد کہے اور اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے۔ اس پر  
 قانع ہو۔  
 (۸) شاید میری آنکھیں کثرت گریہ سے سیلاب کی طرح ہیں۔ کہ دنیا نے اوراق خشک و تر کو گویا لپیٹ کر میرے راستہ  
 سے ہٹا دیا۔  
 (۹) جنگل اور پہاڑ پر جو خشک و تر ہے، خوردہ لالہ اس میں بھی آگ لگا دے گا۔  
 (۱۰) لالہ میں جو ایک داغ سیاہ ہے وہ گویا زحمت خار اور رنگ خار کی یادگار ہے مطلب یہ ہے کہ گویا وہ پتھروں کے  
 باجی شکاف سے جو لالہ کا پھول اکثر چھوٹتا ہے یہ داغ جگر اس مصیبت کی یادگار ہے۔  
 (۱۱) گل از عواں کا خوں فاسد ہو گیا (اب وقت آگیا ہے) کہ نوک نیشتر سے اس کی کلائی میں چرکا دیا جائے  
 (۱۲) نظری۔ نے اس چمن (دنیا) میں بہت فریب دیکھے ہیں۔ اس لئے اس نے بہشت سے بھی امید اٹھالی ہے (کہ کہیں اس میں  
 بھی ایسی فریب کاری نہ ہو)



# غزل نمبر ۵

بحر زج مشن اضرب کفوف محذوف

ارکان: میفعول مفاعیل مفاعیل مذول

عشق سست طلسمے کہ درو بام ندارد ۱۔ آں کس کہ از ویافت نشان نام ندارد  
بس حلقہ الوان بقدر عشق بریدند ۲۔ یک جامہ بر اندازہ اندام ندارد  
بادیکہ وز دودھ کند مست محبت ۳۔ عاشق تیر و سوداے مے و جام ندارد  
بس زاویہ حال مرار و لطیف است ۴۔ تاب نفس صبح و دم شام ندارد  
آغاز جنونم شدہ پایان محبت ۵۔ کار نیست بانجام کہ انجام ندارد  
از خوش تسلی نشوم تار مقہ ہست ۶۔ پروانہ بجاں یا ختن آرام ندارد  
کو تہ نظراں در طلب توشہ راہند ۷۔ عرض دو جہاں وسعت یک گام ندارد  
زاں دانہ مشکین و خط سبز ندیدیم ۸۔ مرغے کہ دلے در گرد و دام ندارد  
جاں زیر لب از پا و سرش بوسہ بچند ۹۔ کاں نخل بہشتی شرخ شام ندارد  
سر خوش ز لبش بیش شدم کہ لب ساغر ۱۰۔ مے چاشنی تلخی دشنام ندارد  
عریانی مارا شرف کعبہ پوشد ۱۱۔ درویش حرم جامہ احرام ندارد  
جز طبع نظیری کہ حق عشق ادا کرد  
کس نیست کہ در گردن از و وام ندارد ۱۲۔

(۱) عشق ایک ایسا طلسم ہے جس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اگر کسی کو اس کا نشان مل جاتا ہے تو خود اس کا اپنا نشان مل جاتا ہے دینی

(۲) فنا فی العشق ہو جاتا ہے۔ عشق کے لئے طرح طرح کے لباس سے گئے لیکن دریا ایک۔ ازہر سنی عشق کی تعریفیں بہت ہوئی ہیں لیکن صحیح تعریف نہیں ہو سکی۔

(۳) عاشق مئے عشق سے مرعوب ہوتا ہے (اس لئے) اس کو جام اور مے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ جو بوجہی جلتی ہے اس کو وہ جیسے لے آتی ہے

(۴) میری حالت کا زاویہ اتنا لطیف واقع ہوا ہے کہ اس میں کی بیشی نہیں ہو سکتی۔ نہ صبح ہوتی ہے نہ شام ہم اس عالم میں ہیں۔ جہاں چھوٹی

(۵) جب محبت اتنا کہ پہنچتی ہے تب جن عشق کا آغاز ہوتا ہے یعنی ختن ایک ایسا مرحلہ ہے جس کا ہر انجام اس کا آغاز ہے

(۶) میں راہ عشق میں پروانہ ہوں جب تک مجھ میں ذرا سی تھی مٹی جہاں باقی ہے مجھے قرار نہیں۔ کیونکہ جب تک پروانہ شمع پر نہیں بیٹھا اس کو آرام نہیں آتا۔

- (۷) کوتاہ نظران دنیا داران ایک قدم کی مسافت (عدم) کے لئے زاوہ راہ کی تلاش میں ہیں لیکن عاشق صادق کے لئے دونوں جہان کی مسافت ایک قدم کے برابر ہے (اس لئے وہ زاوہ راہ کی بودا نہیں کرتا)
- (۸) میں نے کوئی ایسی ع (دل نہیں دیکھا جو ان زلف منگیں اور خطہ سبزہ کا اسیر نہ ہو۔
- (۹) محبوب بہشت کا ایک درخت ہے جس پر کوئی کچا پھل نہیں۔ سیری جان (سیرکار روح عشق) ویرلب (بغیر اظہار کے) اس کے پائوٹر کا اور لیتی ہے۔
- (۱۰) مجھے جو غرہ محبوب کے لبوں سے حاصل ہے وہ جام سے نہیں کیونکہ سے کی تیرنی میں وہ لذت نہیں جو یار کی تلخی و شام میں ہے
- (۱۱) کہنے کا خوف برادری عربانی کو ڈھانپ بیٹھا ہے۔ ہم تو حرم و عشق کے درویش ہیں اس لئے ہمیں احرام باندھنے کی ضرورت نہیں
- (۱۲) نظیری کی طرح کے سوائے کون ہے جس سے عشق کا حق ادا کیا ہو کوئی گردن بھی ایسی نہیں جس پر اس کا بار احسان نہیں۔

## غزل نمبر ۱۰

نہ دل آزادہ پائے بہت شود ۱۔ پیر و از دل تو دست شود  
 ہمتے کاں با اعتدال افتد ۲۔ کے بعلت بلند و پست شود  
 عشق را پایہ معین نیست ۳۔ مومن از عشق بت پرست شود  
 بہوائے کہ درد ماغ افتد ۴۔ ناقہ در زیر بار مست شود  
 کار از انکسار بکشايد ۵۔ عشق را فتح از شکست شود  
 شرم از چشیم پار سا بس ۶۔ خط کہ بر روئے خوش نشیت شود  
 ہر کہ میند سلو ع حسن ترا ۷۔ سر خوش از نشاء الست شود  
 چون نقاب از جمال برداری ۸۔ ہر چہ نملود گشت ہست شود  
 بھر در آستین نظیری راست  
 کے کرم پیشہ نگ دست شود

- (۱) دل آزاد یعنی صاحب نظر کسی عقیدے سے آزاد ہے۔ ادھ ہتھ سے نکل جاتا ہے۔
- (۲) ہمت جو اعتدال یعنی برابری کے کب بلند و پست ہو سکتی ہے۔
- (۳) عشق اختیار کرنے کے واسطے کسی خاص مرتبہ (مذہب و ملت) کی ضرورت نہیں دبا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ مومن عشق میں پڑ کر بت پرست ہو جاتا ہے۔ اور بت پرست مومن
- (۴) ناقہ (سانپ) مدی خوان کی فہم سرائی سے متاثر ہو کر وجہ کے نیچے کی مست ہو جاتی ہے۔ میں بھی تو ناقہ عشق ہوں اگر عشق کے درجہ کے نیچے مست ہو گیا۔ تو تجھ کی کوئی بات ہے۔
- (۵) غرضیات کرکٹ سے کام لے کر غرضیات (آسان ہو جاتے ہیں عشق میں بھی فتح غرضی سے حاصل ہوتی ہے۔

- (۶) محبوب کی رخسار پر سبزہ خط کیسا موزوں آیا ہے کہ اس پہنہ خط نے زاہدوں کی آنکھ سے شرم دیا دور کردی ہے یعنی زہد و تقویٰ کو چھوڑ سبزہ خط کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور نوگوں کی محبت کا پودا نہیں کرتے۔
- (۷) تیرے حسن میں روز ازل سے مجا وہ شراب الست کی سستی رکھ دی گئی ہے کہ جو بھی اس کو دیکھتے ہے نشہ الست میں غرق ہو جاتا ہے۔
- (۸) جب تو محبوب اپنے جمال سے پردہ اٹھا لیتا ہے تو اس کی روشنی کو دیکھ کر مردہ دل بھی زندہ دل ہو جاتے ہیں۔
- (۹) اسے نظیری آقا از نو قیوں کا ہمند رتیری آستین رات صرف میں ہے نیز پیشہ سخاوت ہے بھلائی بھی تھی تنگ دست ہو سکتا ہے۔

## غزل نمبر ۵

ارکھن :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بحر رمل مخن مقصور

ایںکہ دل نامند چوں حرم چال کردہ اند ۱  
از کد ایس دود مال بلاں لیل افروختند ۲  
ایں گل از ہر شاخ خود روئی نئے آید بیا ۳  
در خیال قید زلف خال ہر کس ماند ماند ۴  
از قدم تا فرق ناز و لوش بر ابرو گرہ ۵  
از پیے دنیا مشو پویاں دریں موج سرب ۶  
خلق را در ہر نفس موت حیاتے مضمرست ۷  
روئے از میدان سربازاں بگرداں بلندق ۸  
یا بچین زلف کشتی بر کتار آورده ایم ۹  
گر و خود گردم چو بنیم و رہوئے کسیتم ۱۰  
عشق را ہنگامہ امروز از نظیری روشنت  
ہر طرف از لشکوش گرم محفل کردہ اند

- (۱) جس کو گوگل کہتے ہیں اور جسے تعویذ بنا کر میرے گلے میں ڈال رکھا ہے وہ سہل کی آنکھ کی بھڑکی کا ٹیکل (محم) ہے (جو میرے بچے میں رکھ دیا ہے) میں میرے غصہ و شراب قلب کا کیا ٹھکانا
- (۲) یہ فانوس کس خانہ ان سے حلق رکھتا ہے جس کو یہ دلیل و نشان دیکر روشن کیا ہے کہ جس محفل میں روشن کیا جائے۔ آسمان ہولنے کی طرح اس پر برق بار ہو۔
- (۳) ابیر (عشق) کا پھول خود در پردہ ہے پر نہیں آکا کرتا۔ کیونکہ اس کا بیج تو صرف ایک جگہ کا شت کیا گیا ہے۔ اما اس کا پھول ہولنے کے لئے بیکڑوں جگہ

جگہ پائی ہو گیا ہے۔

- (۴) زلف اور خال کے خیال میں بچپن کر رہ گیا وہ کیا اب کوئی اور فکر کرے تھی تھ سے نہیں سلجھے گی۔  
 (۵) (اے محبوب) تو سر سے لے کر پاؤں تک ناز و نوش ہے، گو یا رقص و قد رنے، خواں نعمت چن رکھا ہے اور تیری آبرو پر گرہ رہیں) لگا دی ہے، جیسا کہ کوئی سائل رعایت، اس کے نزدیک نہ آنے پائے۔  
 (۶) اس دنیا کے پیچھے نہ دوڑ، کیونکہ یہ ایک دھوکے کی مروج ہے۔ جس میں ایک لمحہ میں نقش پیدا کر کے مٹا دیتے ہیں۔  
 (۷) خلقت کی موت و حیات ایک سانس کے ساتھ وابستہ ہے، روگ یا قضا و قدر نے، زندگی کے میٹھے پانی میں زہر ہلاہل (موت مار کھی) مہر بازوں کے میدان سے نہ پھیر کر نہ چلے جاؤ، کیونکہ اہل ذوق تو ناچنے کو تے قائل و محبوب، کی راہ میں جان قربان کر دیتے ہیں۔  
 (۸) عشق ایک ایسا سمندر ہے جس کا ساحل محبوب کا، دیدہ و پسیم بھی چین زلف کے ساتھ اپنی کشتی باندھ کر عشق کے کنارے پر لے آئے ہیں۔  
 (۹) جب میں دیکھتا ہوں کہ کس کس محبوب، کے عشق میں سرشار ہوں تو میں اپنے آپ کو تعجب سے دیکھتا ہوں۔ کہیں تو ایک ناچیز ذرہ ہوں جسے عشق نے مہر و جگہ کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔  
 (۱۰) آج عشق کا ہنگامہ نظیری ہی کے وجود سے ظاہر ہے کہ جہاں کہیں بھی محض ہر اس کی انگلی سے (اشعار) سے بھل کر رونق دی جاتی ہے۔

## غزل نمبر ۵

اسکان :- مفاصل فداقت مفاصل فداقت

بہر محبت شمن بخون مقدر

بغزہ روز الستم ہمیں معاملہ بود ، ابد رسید و نیا سودم اینچہ مشغلہ بود ؟  
 نصیب من ز ازل درو بے دوا گردید ، کہ بر دباری ہر کس بقدر جو صلہ بود  
 قصور طرہ نگارم تمام حزن شکست ، کہ از میانہ ہمیں با منش محب اولہ بود  
 بہوئے من سبب اجتماع و لہا گشت ، جنوں کہ باعث آشفتنی سلسلہ بود  
 بصفہ نقش خط و خال خوشین نقاش ، نکو کشیدہ کہ آئینہ در مقابلہ بود  
 دلم ز سر برداش بقیل و قال افتاد ، لطیفہ ز لبش صبر ہزار مسدہ بود  
 لبش بدادن کام نمود و جہت دانا ، بغزہ کرد و حوالہ کہ بد معاملہ بود  
 فریب قول بداندیش گرگ فاسد گشت ، رہو دیوسفے از ما کہ چشم قافلہ بود  
 بہ نکتہ گفت جمل کمن نظیری را  
 ز قول خویش فراموش کرد این اصلہ بود

نظر نگارم

تجد

(۱) ازل کے دن ہی سے میرا غزہ کا رد بار چلا آیا ہے، جب محبوب حقیقی نے الٹ بریکم کہا تو میں نے فوراً بٹلے کہ دیا یہ ایک

عجب شغل ہے کہ میری عمر ختم ہو گئی اور ایک بھی لمحہ مجھے اس شغل سے غفلت نہ ملی۔

(۲) ازل کے دن درو بہے و دار عشق میرے حصد میں آیا کہ جو نہ جب دیکھا کہ میرے اس کا کوئی حقل نہیں ہو سکتا۔ تو درخشاں قدر نے اس کو میرے حوالہ کر دیا کہ جو نہ کہ ہر شخص کی بردباری اس کے حصد کے مطابق ہو کر آتی ہے۔

(۳) حقیقت تو یہ ہے کہ دونوں مصرعوں میں ربط کچھ میں نہیں تا مکن ہے کہ کاتب نے دو شعروں کے درمیان کھدے ہیں جو کلمہ صحت کوئی وسیلہ میرے پاس نہیں

(۴) نہیں دونوں مصرعوں پر ربط پیدا کر لینی بجا کوشش کی جاتی ہے تو مجھ میرے معشوق کو طرزِ سلوک کی کمی نے تمام غریبوں پر پالی پھیر دیا۔ کیونکہ میرے ۲ جنون عشق عشاق کے سلسلہ میں پریشانی کا موجب بنا ہوا تھا۔ مگر میری بوجہ آمد میں بھی عشاق کے زمرہ میں داخل ہوں، ان عشاق کے

دلوں کے اجتماع کا باعث بن گیا۔

(۵) نقاشِ محبوب کے سامنے فیضِ وجود تھا اس لئے اس نے اپنے تمام خط و خال کی تصویر عفوِ راستی پر بہت اچھی چھینی۔

(۶) میرا دل محبوب کے لطیفہ و مین کے معاملہ میں خشک و بحث میں مبتلا ہو گیا اس کی ایک نفیس و نازک بات میں ہزاروں مسئلے کی سی چھید گئی تھی۔

(۷) اس محبوب کی لبوں نے میری آرزو پوری کرنے میں کوشش کی اور اس غرض سے مجھے غزہ کے حوالہ کر دیا لیکن وہ بغیر (۲) و (۳) کے معاملہ میں

ہمما نکلا اس لئے میری آرزو پوری نہ ہوئی۔

(۸) جنم کی فریب کا راز نگفتگوئی میرے لئے ایک فاسد بھیڑ یا مٹی درجہ باتوں ہی باتوں میں، اس بوسفِ محبوب کا راز لے گیا جس پر تمام قافلے کی نظر لگی ہوئی تھی۔

(۹) اس نے کہا کہ میں بغیری کو اپنی شیریں کلامی سے ایک نکتہ میں محال کر سکتا ہوں پھر اس نے یہ بات بجلادی بھٹی ای ہی ہمارا انعام تھا۔

# غزل نمبر ۲۰

ارکان :- مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

بھر محبت شمن مخون مخدوف

کسے بلکہ حدوث از قدم نئے افتد کہ برگزگہ شادی و غم نے فہتد  
 بردشائی دل رو کہ رفیقاں رفتند گزاری زندہ دلاں بر عدم نے فہتد  
 من ایں مرقع الوان بکینم روزے کہ طرح زندگی و تقوی ہم نے فہتد  
 زبانِ دعوت و تسخیر بہ کہ بربدم کہ در چراغ کس آتش بدم بخورفتد  
 مسافرے کہ بنا بود بود خود پسند ہ فکر منفعت پیش و کم نے فہتد  
 دلیل عشق نرسید کسے کہ در ہر گام سرش چو شمع بہ پیش قدم نے فہتد  
 چناں ز شوق تو گر ویدہ اندگر رواں کہ راہ کعبہ رواں بر حرم نے فہتد  
 چناں پرستش روئے تو جذب لہا کرد کہ عشق بر مہنساں بزم نے فہتد  
 بند کر من خطِ نسیاں کشیدہ آتا ہ فکر غیر ز دست قلم نے فہتد  
 ز سہو خاطر یار اں چناں سقیم شدم کہ سایہ قلم بر رسم نے فہتد

مذاہب کے درمیان کی جھڑپ یا لڑائی کا علم ہے کہ کچھ لڑائی کا تھا اور اس بات پر جھگڑا رہتا تھا مگر اس نے زمانہ انداز اس کے تمام حسن و خوبی پر پالی پھر لیا۔



## نویسی از منظری دعا و گروہ شام ز شوق نامہ بکبر رقم نمہ ہفت

- (۱) ایک قدم در عالم بقا سے کوئی شخص بھی ملک و ثروت دنیا میں نہیں آتا جو کشت و کار غم کی منزل سے نہ گزرے مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص کو غم برداشت کرنا پڑتا ہے۔
- (۲) دل کو رہبر بنا کر منزل حیات طے کر۔ اگرچہ مرنے والے مر گئے لیکن زندہ دلان جنت اجماع تک جی و کفایت ہیں۔
- (۳) دیکھیں کہ دنیا میں کبھی حقیقی و پرہیزگار میں ایک دن یہ زمین گدڑی جوں میں زندگی اور تقویٰ کا کسے پوند لگے ہوئے ہیں چھینک دوں گا۔
- (۴) جب دعا اور عمل کی توجہ میں کوئی افر باقی نہیں رہا تو دعا اور عمل کی توجہ کا ورد ہم کر دینا ہی اچھا ہے۔
- (۵) وہ مسافر جو اپنی ہستی اور دنیا کا راز بھٹاتا ہے وہ یہ خیال جس کی کوتاہی کم ہوا ہے یا زیادہ۔
- (۶) عشق کے راستے میں دیہی شخص اس رہبر ہوتا ہے جو ہر قدم پر اپنا سرخ کی طرح اگلے رکھے اور ہر قدم کے مصائب آلام برداشت کرنے کے لئے تیار ہو وہ غنا کے لئے زیبا نہیں بلکہ عشق بن کر چلے۔
- (۷) تیرے دیکھو کہ شوق میں حاجی اس قدر گر کر دلوں ہو گئے ہیں کہ اس دار فحاشی کے عالم میں ہر دعا حاجی حرم کے راستے پر نہیں جلتی۔
- (۸) اسے محبوب اتیرے پھرہ رجو قابل پرستش ہے، نے عشاق کے دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ رکھا ہے کہ ہر مہمان رجویت پاتی کا دلدادہ ہے، ہر ہستی کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ تیرے جہرہ کی پرستش کرتا ہے۔
- (۹) محبوب نے میرے نام پر خط نسیاں بھیج دیا ہے۔ رہتا کہ محفل میں مراد کو تک نہ آئے، لیکن رقیب کا آنا خیال ہے کہ ہاتھ سے قلم ہی نہیں چھوڑتا۔
- (۱۰) دوستوں نے مجھے اس طرح بھلا دیا اب میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ دوستوں کے قلم کا سایہ بھی میرے نام پر نہیں پڑتا۔ تو خط کھنڈا موم
- (۱۱) اسے محبوب (خواہ تو نظیری و خط میں دعا لکھتا ہے یا کالی وہ تو خط کے شوق میں اتنا محو و شغری ہو جاتا ہے کہ نفس مضمون کی طرف خیال ہی نہیں کرتا۔

## غزل نمبر ۵

ارکان: مفاہین مفاہین مفاہین

بھرنج منٹن سلم

- نہ ہر مغز سے کہ لب و لہجہ تازہ مصروفین گہر ۱  
مشاہد تیز باید تا نصیب از پیر من گہر ۲  
تیسرے گہر نہ تر دوار و دماغ پیر کفوں را ۳  
پسر گم کردہ چوں انس با بیت الحزن گہر ۴  
ورق از کس چہ میخواید ہی سبق از کس چہ میگیری ۵  
ز دل جو ہر چہ میجوی کہ فیض از خوشین گہر ۶  
بے نقاش از نیرنگی صورت نیا ساید ۷  
نفس نخست تا طعم حقیقت نیست با مغزش ۸  
ز خود گریز گری شاہی کنی در ملک بخوشی ۹  
دیں دیکھن چون امن کرد و خاطر انساں ۱۰  
کہ اول اہرمن گرفت و آخر اہرمن گہر ۱۱  
ز عریانی ازیں شادم کہ از تشویش آرام ۱۲  
گر میانے ندارم تہ کے از دوست من گہر ۱۳



چہ راحت از وطن آنرا کہ یارش در سفر باشد ۱ کجا بے رُوئے گل آرام بلبل در چین گیرد  
 بعد زندگی چاک زدہ ہر کس گریبانے ۱ بوقت مرگ نتواند قرار اندر کفن گیرد  
 ز بس بوسے کمال شرک مے آید ز تعجیم ۱ در ارشاد مغال تکبیر از من برہمن گیرد  
 سخن ہر روز عالمگیر تر گردنظیری را  
 کہ مردم میں ہجا در سایہ خیل کہن گیرد

- (۱) بزرگ شخص کا دماغ ایسا نہیں جو حضرت یعقوب کی طرح مہر سے حضرت یوسف کی اور حضرت اویس ثنی کی طرح مین سے رحمت عذ کی خوشبو  
 مومکھ سکے۔ کیونکہ پیراہن کی خوشبو سونگھنے کے واسطے بڑا تیز دماغ دیکھتے ہیں اور خود رنگی ہونا چاہیے۔  
 (۲) اگر حضرت یوسف کے پیراہن کی خوشبو پیر کنگان (حضرت یعقوب) کے دماغ کو تروتازہ نہ رکھتی تو کس طرح وہ پسر گم کردہ  
 (حضرت یعقوب) بیت الاخران کے ساتھ مانوس ہو سکتے ۱  
 (۳) محبوب دل میں ہے مگر تائب اور پڑھنے سے نہیں ملتا پس تو کیوں کسی سے کتاب مانگتا ہے اور کسی سے درس لیتا ہے جس محبوب کی تلاش میں  
 تو ہے اس (محبوب) کی جستجو دل میں کر کیونکہ جس کی کو فیض حاصل ہوا ہے۔ اپنے نفس کی (سخت) اسے ہوا ہے ومن عرف نفسه فقد  
 عرف ربه  
 (۴) تلاش کسی وقت بھی صورت کی نیز نگاہوں سے بخلی نہیں پاتا وہ ہر وقت تصویر کی نظیری دکھتی اور جادو بیت کے خیال اور تصور میں لگا رہتا ہے  
 دیکھ لو پیرن کے نقش کے ذریعے کہن اور وہ دل اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔  
 (۵) وہ کلام میں سے مغز میں حقیقت کا مزا نہیں تلخ ہے۔ کلام وہی مٹھا ہوتا ہے جو شکر کا رنگ اختیار کر لے۔  
 (۶) اگر خود آئی کو ترک کر دے تو بخود ہی کے ملک میں بادشاہت کرنے لگے۔ کیونکہ جو شخص عزت و مسافت میں وطن اختیار کرتا ہے۔ وہ خلقت  
 میں غمناک ہو جاتا ہے۔  
 (۷) اس دیرکھن (دنیا) میں انسان کو کیسے اطمینان قلب نصیب ہو سکتا ہے کیونکہ آغاز میں اس پر شیطان کا قبضہ تھا۔ اور آخر میں بھی اس پر شیطان  
 (دجال) کا مٹکا۔ حدیث کہ دو سے ہر دو کو شیطان کس کرتا ہے اور نہ علم نرغ میں بھی پھر اس کے پاس آکر اسے آدہ شرک کرنا چاہتا ہے۔  
 (۸) میں اپنی عیالی پر اس وجہ سے غصہ ہوں کیونکہ میں اس پریشانی سے بیفکر ہوں۔ کیونکہ اگر بیان ہی نہیں جسے کوئی میرے ہاتھ سے پکڑ لے۔  
 (۹) وطن میں اس شخص کو کیسے آرام میسر آ سکتا ہے جس کا دوست سفر میں ہو۔ بل چین میں بھول دیکھے بغیر کیسے آرام لے سکتی ہے۔  
 (۱۰) جس شخص نے اپنی زندگی میں ہی اپنا گریبان بھاڑ دیا اور عشق اختیار کر لیا ہے، وہ ہر حرکت موت کے بعد کفن میں آرام نہیں کر سکتا وہ کفن کو  
 بھی بھاڑ کر رکھ جائیگا،  
 (۱۱) میرے راقداں، توحید سے شرک کی کمال لڑائی ہے۔ دہری توحید میں شرک ملا ہوا ہے، اس لئے زمین پر مغال کی تلقین کے لئے مجھ سے تکبیر کہتا ہے  
 (۱۲) تھیری جھلاک کہن شق ضاع ہے، کی شاعری کی شہرت دن بدن زیادہ عالمگیر ہوتی جاتی ہے کیونکہ پرانے دھرت کے سامنے میں زیادہ سے  
 زیادہ لوگ آرام کر سکتے ہیں۔

## غزل نمبر ۵۶

ارکان: مفاصل فلاتین مفاصل فطین

بحر محبت میں مجن ممدون

دیریں دیار عجیب مطربان یک رنگ اند کہ دل بر نہ لبدر راہ و بر یک آہنگ اند  
 زمین سینہ کشایند چشمہ چشمہ نور بر خمہ صیف آئینہ سائے پر رنگ اند



(۹) ہر شراب ایسے فنون ساز میں کلا یک نمبر سے، ہزاروں نگ پیدا کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس خالق نے پیدا کیا ہے جس نے ہزار قسم کی منبت پیدا کر رکھی ہے۔

(۱۰) یہ شراب خفوں اور صاحب حال عابدوں کی چھوٹی سی کے لئے بھی نیکو افوں اپنے پاس رکھتے ہیں کیونکہ یہ اپنی طبیعت میں گویا مانی کے نقشہ کے لئے لڑنگ کے مشابہ ہیں۔

(۱۱) ان کا نمبر ہے کافوں میں بھی آگ کا دیکھ لے کیونکہ وہ لکڑنگ شراب سے مست ہو کر جھوم رہے ہیں۔  
(۱۲) جو پہلے و شراب کے کوئی نہیں ہیں تو گویا سنتوں کے تھروں کو سوار نے کا ذریعہ ہو گئے ہیں۔ اور جب وہ چنگ و دف پر گانا شروع کرتے ہیں تو اس وقت غم عشق کا رنگ یا جسم ایک صفوں میں جاتے ہیں۔

(۱۳) اگرچہ زہد تقویٰ کے لئے بہرین میں لیکن عقل و ہوش کا سرمایہ ہیں، اگرچہ تارک شرع ہیں لیکن عقل کی جان ہیں۔  
(۱۴) اگرچہ دوزخ و زوال بسط و قبض کی ہر حالت میں اہل فساد عارفان جو فی اللہ کے مقام پر پہنچ چکے ہیں، کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ہندی کی طرف اڑتے ہیں اور لپٹی کی طرف قدم نہیں اٹھاتے۔

(۱۵) غلیظی ان کی جادو گروں پر ہرگز کے پیچھے نہ دڑے کیونکہ عقل اور ہوش کے لیجانے میں بڑے چالاک اور ہشیار واقع ہوئے ہیں۔

## غزل نمبر ۷

ارکان :- مفاطن فغلات مفاطن فغلات

بحر بحرث مثنیٰ مخمور

بقصد ہر کہ سوئے کعبہ ناقہ سہی کرو ۔ نشان پاش بہر گام بسلہ گاہی کرو  
کہ بود روئے از ازل شد بنفشہ در گلشن ۔ کہ با کلالہ جمعہ تو ج کلاہی کرو  
ز چین زلف نیسے وز دہج عذار ۔ سیفہ مردم چشم مراتب، ہی کرو  
ز روئے زلف تو م سایہ و زخمیر انداخت ۔ فلک مسخرم از ماہ تابہ ہی کرو  
نشان کو بکم اختر شناس بدے یافت ۔ مشاطہ خال تراکت رو پر سیاہی کرو  
کے چون خال ز حسن تو کامیاب نشد ۔ میقیم کنج بخت گشت و بادشاہی کرو  
ولم ملاحظہ از لب تو داشت مہیہ ۔ ہزار قاصد نوزول بنکتہ راہی کرو  
من از ملامت مردم لعشق آزار اوم ۔ ز سوئے من رخ خوب تو عذرخواہی کرو  
بجل بیای کی حسن تو صبح صادق داد ۔ کہ آفتاب و ہش بہت بر گواہی کرو  
دل از تو آب خورد کار و ان مصرعی ۔ کہ عارض و ذقنت یوسفی و چاہی کرو  
تبارک اللہ از آئینہ شمایل تو ۔ کہ دل مطالعہ صورت الہی کرو

عبادت سحری را مکن منطیری کم  
کہ ہر چہ کرد و ماہائے صبح گاہی کرو



شورِ ایں بادیدہ از بادیدہ گردیت یلم ۷ رخت مجنوں بعدم برود مر او الی کرد  
 ہر کہ بر خوان طمع دست نیاز پید رسید ۸ گس آلودہ شد از شد و گراں بالی کرد  
 بحر در مجلس اصحاب بکار است کہ جنگ ۹ جائے از خستہ درونی و خیز نالی کرد  
 ولم از خندہ نشین حریفان بگرفت ۱۰ گوشہ کو کہ دل از گریہ توان خالی کرد  
 قصہ عشق بوصف تو طوئیت طویل ۱۱ درک تفصیل جمالت خرد اجمالی کرد  
 یوسف از خواری اخوان بکساد ی قتا ۱۲ کہ فروشنده بہ پیش آمد و ولای کرد  
 بود نزدیک کہ کام از لب شیریں گیرم ۱۳ دست مے یافت ظفر بخت کم قبالی کرد

کہو باز کچھ معشوق نظیری خود را  
 آنچہ خرداں نکنند او کہن سالی کرد

- (۱) آسے محبوب کی است، آنکھوں کی گردش نے مجھے دو آنکھیں پیش دی ہے ہیں آسمان کی ایسی گردش میرے دشتاب کے سیالہ کو کبھی خالی نہیں کر سکتی۔  
 (۲) جب میں گردن چشم بتان سے ہمیشہ کے لئے مست رہا، تو میرے کسی کام میں بھی نہ رہی جو عقدہ و مشکل میں آیا، اس دگردن چشم تان نے آسانی سے حل کر دیا۔  
 (۳) عشق نے میری تمام کامیابیوں کو بلند کر دیا ہے کہ جہاں میں جو ساتویں آسمان تک پہنچ سکتا ہے، کاپاؤں میرے خیال کی کڑی تک نہیں پہنچ سکتا۔  
 (۴) اس بادیدہ عشق میں ہمیشہ کسی نہ کسی بادیدہ گرد کی وجہ سے خورشید عشق قائم رہتی ہے۔ دیکھا ہوا اگرچہ ہوں اپنا اسباب تک عدم کو لے گیا اور مجھے بنیاد الی قدر کر گیا عشق میں مجھ سے کسی طرح کم نہیں۔  
 (۵) جس شخص نے طمع کے دستہ خوں پر ہاتھ نہیں بڑھایا یعنی لالچ نہیں کیا، وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ کیونکہ جب کبھی رشید کے لالچ سے شہد میں لقمہ جاتی ہے تو اس کے پر بھاری ہو جاتے ہیں اور وہ وہیں چھٹیں گرہ جاتی ہے طمع را سہ حرف سمت دہر سہ حق۔  
 (۶) احباب کی مجلس میں مگر چاہیے کہ کوہِ باب کو اپنی خستہ درونی اور ناکہ زار کے سبب سے مجلس احباب میں جگہ ملی ہے۔  
 (۷) میرا دل حریفوں کے غندہ خیزوں سے آزرہ ہو گیا۔ کوئی ایسا گوشہ کہاں ہے جہاں میں نہ کوہِ دل کو لال سے خالی کر لوں۔  
 (۸) عشق کے قصہ کا عشق جہاں تک تیری دھج کی ذات سے ہے بہت ہی طویل ہے عقل تیرے جہاں کی تفصیل کو عمل طور پر ہی کھ سکتی ہے عقل تیرے حسن کی تفصیلات کے ادراک سے قاصر ہے کہ تو عقل سے وارا اور اذائع ہوا ہے۔  
 (۹) اپنے بھائیوں کی بے اعتنائی کے باعث حضرت یوسف کم قیمت پر فروخت ہوئے کیونکہ (بھائی جو خود باع تھا۔ دلال بن کر آیا اور کم قیمت پر بیچ دیا۔  
 (۱۰) قریب تھا کہ محبوب کے شیریں لب سے میل مقصد پورا ہو جائے۔ فتح حاصل ہو رہی تھی مگر بخت نے باوجود کانہ کی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ہوا۔  
 (۱۱) نظیری نے اپنے آپ کو مشق کا کھلونا بنا رکھا ہے، جو کام بچے بھی نہیں کرتے وہ (نظیری) بڑھاپے میں کرنے لگا۔



# غزل نمبر ۵۹

بحر نخب ثمن ارکان مسلم

ارکان و مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

خوشا کز بس ہجوم گریہ ام در دامن آویزد  
چناں در دوست آویزم بدل گری و مسازی  
نسازد بویوسف دیدہ یعقوب روشن  
مقیم کوئے تو بیرونے تو بابلے ماند  
گر فتم در پر پروانہ سوزم در نئے گیرد  
ولے دارم بدست طعن ناصح چوں کہن دے  
چراغ ماچہ زیب فردہ بد محل مر لے  
بہ بینی گر جلایے از مہ و پرویں مشوایم  
سے در و نظیری ایں ہمہ گفت و شنود ارم  
تخلے مے پیغم از گلشن کہ خارے در من آویزد

بفصل

- (۱) یہ ایک خوش قسمتی ہوئی کہ محبوب اگر یہ سمجھیں کہ وہ باہو ہا کر میرے دامن سے پیٹ جائے سزا دارم اپنے نگین ہاتھ میری گردن میں ڈال دے اس طرح مجھے وصال یا نہیں ہوگا۔
- (۲) (جب اس طرح محبوب کا ہاتھ میری گردن میں ہو، تو میں بھی دوست و محبوب سے دلی جوش اور محبت کے ساتھ اس طرح پیٹ جاؤں جیچ لڑائی کے موقع پر دشمن دشمن سے گتھ جاتا ہے۔
- (۳) اگر زینب کا عشق یوسف کے پیرا ہن میں موجود نہ ہوتا تو اس پیرا ہن، یوسف کی بوسے کبھی یعقوب کی آنکھیں روشن نہ ہوتیں۔
- (۴) میں تیرے کوچہ میں مقیم ہوں لیکن تیرا دیدار نہیں اس لیے میری حالت اس بلبل کی سی ہے جو صیاد کے بچے سے مل مقید ہو۔ اور وہ اھیاد، اس دہل کو موتہ خزاں بل باغ میں شکا دے۔
- (۵) میں نے غرض کر لیا کہ میرا سوز عشق، پردانے کے پر نہیں جلاتا لیکن (میرے سوز عشق سے) ڈر کر کہیں میری آتش (عشق) روغن میں پڑ جائے (اور ایک جہان کو جلا کر راکھ کر دے)۔
- (۶) ناصح کے صحن کے ہتھوں میں لول ایک پرانی گدڑی کی مانند ہر ہا ہے کہ ہرٹانے میں اس گدڑی کا تھوڑا حصہ سوئی کیسا تھوچٹ جاتا ہے پراپی گدڑی کو ٹانگے ٹانگے سے سوئی کیسا تھوچٹے اورتا دکھا کرتے ہیں۔ ناصح کے صحن سے عاشق کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا جاتا ہے۔
- (۷) چار چراغ اس مجلس کو کی روشنی اور روشنی بخش مکت سے جس کے روزن ہیں آسمان نے چاند اور سورج کی قندیلیں لٹکا رکھی ہیں۔
- (۸) اگتہ چاند اور بے دین کے ستاروں کی چمک دیکھتے تو بیفکر مست ہو جاکر کونکہ کبھی کبھی شکاری خوشی کی شکل کا حال خرمین سے لڑا دیا کرتے ہیں۔
- (۹) ہر صبحی چیز سونا نہیں ہو سکتی بلکہ ہی چیز جو نہیں بظاہر خوب صورت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے لئے موجب آزار ثابت ہوا۔
- (۱۰) میری تمام گفت و شنید نظیری کے عشق کی وجہ سے بے گویاں باغ سے ایسے چوں چا رہا ہوں جن کے کانٹے مجھے جھج جاتے ہیں۔ وہ عشق میں لذت بھی آزار بھی ہے۔

# غزل نمبر ۷۰

اگر کان ۱۔ مفاعیلن مفاعیلن فعلن

بحر ہزج مدس محذوف الآخر

نگاہت چشم جادو برنتابد ۱ فریب خال ہندو برنتابد  
چو گل از تابشے بر میفروزی ۲ مزاجت گرمے خود برنتابد  
تعالی اللہ از اں لطف بنا گوش ۳ کہ بر تابیدن رو برنتابد  
چنان در دوستی تو سن غنائی ۴ کہ رخس طاقنت بھو برنتابد  
صبا ترساں وز دوستیت کہ ترسد ۵ دماغت عطر گیسو برنتابد  
مزاج وحشی داری کہ از دور ۶ نگاہ چشم آہو برنتابد  
ز بس وحشی غزالانت رماند ۷ دل شوریدہ ام ہو برنتابد  
کلاہ ناز نیک از سر ہنادی ۸ جمیعت چین ابرو برنتابد  
خدا نگ چشم زود از زہ فلندی ۹ کمالت زور بازو برنتابد  
چو غم بد عتے خویت نماید ۱۰ غناں ز آنسو بایں سو برنتابد  
بقہر و ناز تو گردن نہادیم ۱۱ کہ سر از صولجاں ہو برنتابد  
چو آید در بیاں کلک فطیری ۱۲  
لالی تار صد تو برنتابد

۱) جادو بھری یا جادو کی آنکھ تیری نگاہ کی تاب نہیں لاسکتی دتیری نگاہ جادو سے بڑھ کر آخر کھتی اور تیرا سال سیاہ بھی

تیرے فریب کا مقابلہ نہیں کر سکتا  
۲) وہ خال کہ بندو کہہ کر فطیری نے اس فریب کاری رہنری اور سیاہ کاری کی طرف اشارہ کیا ہے جو ادبیات

فارسی میں ہندو کے تصور کے ساتھ ٹھوس ہے

۳) تو بھول کی طرح ذرا سی گرمی سے جھڑک اٹھتا ہے نیزہ مزاج اس قدر گرم ہے کہ وہ اپنی گرمی کی خود بھی تاب نہیں لاسکتا

۴) اس کی بنا گوش رہنری کی طاقت کیا کہنے کہ منہ پھیر لینے کی تاب بھی نہیں لاتی زراکت بنا گوش کلاہ عالم ہے کہ منہ بھی پھرنے

سے سرخ ہو جاتا ہے

۵) تو دوستی میں اس قدر سرکش ہے کہ تیری طاقت کا گھوڑا ہو کی بھی تاب نہیں لاسکتا یعنی تو اس قدر نازک طبع ہے کہ ذرا

سی بات بھی جو تیرے مزاج کے مطابق نہ ہو برداشت نہیں کر سکتا

(۵) صبا بھی تیری طرف ڈرتے ڈرتے آتی ہے کیونکہ وہ خوف کھاتی ہے کہ تیرا دماغ تو زلفوں کی خوشبو کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر وہ صبا کی تاب کیسے لاسکے گا۔ نازک و باغی مشرق کی انتہا نہیں،

(۶) تیرے مزاج میں اس قدر وحشت ہے کہ وہ دور سے چشمِ آہو کی نگاہ کی تاب بھی نہیں لاسکتا و آہو۔ وحشی مشہور ہے۔ مزاجِ معشوق میں اس سے بھی بڑھ کر وحشت ہے کہ وہ اس کو دور سے بھی دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ غ

(۷) از بسکہ تیری وحشی آنکھیں رم کرنے والی (آدمی کو دیکھ کر وحشت سے بھاگ جانے والی) ہیں اس لئے میرا شوریدہ دل بھوکو بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ بھوکے سے دوستی جانور دُر کر بھاگ جایا کرتے ہیں۔ اور معشوق کی آنکھوں کو غزال قرار دیا ہے۔ ذرا بھی کسی کو معلوم ہو گیا کہ دھرمی طرف دیکھ رہا ہے تو وہ تجھ کو میری طرف سے آنکھوں

(۸) کو پھیر لے گا۔ تو تے جو، ناز کی ٹوٹی کوسر سے اتار دیا۔ تو غوب کیا۔ تو اس کلاہ ناز کو کیسے اٹھا سکتا، تیری پیشانی تو ابرو کیل کی بھی نہیں برداشت کر سکتی۔

(۹) تو نے جلدی ہی نظر کے تیر کو حیدر سے پھینک دیا۔ تیری کمان زور بازو کو کھدی نہیں سکتی، معشوق کی نظر کو تیرا قرار دیا ہے کمان پر تیر جوڑ کر زور سے پھینچتے ہیں۔ تو پھر تیر چھوڑتا اور نشانے پر لگتا ہے۔ مگر نظر کا تیر چھوڑنے کے لئے زور بازو کی ضرورت نہیں،

(۱۰) جب تیری خصلت کسی بدعتِ ذی بات یہاں مراد سے سے نئے ظلم، کا ارادہ کر لیتی ہے تو پھر وہ اپنی باگ کو اس طرف سے کسی دھرمی طرف نہیں پھیرتی۔ درجہ تک تو نے سے یہاں پر ستم آزا نہیں لیتا۔ تجھے چین نہیں آتا،

(۱۱) ہم نے تیرے قدر نام کے سامنے نہ چھکا دیا ہے۔ کیونکہ گند جو کان سے کبھی سرتابی نہیں کرتی (ہم تیری ستم رانیوں کو بے حد شوق برداشت کرتے ہیں اور بھی سرتابی نہیں کر سکتے۔ گیند کا کام ہی جو کان سے بٹنا ہے،

(۱۲) جب نظیری کا ظلم بیان دیکھتے ہیں آتا ہے تو بھر مونی دجو اس کے ظلم سے چلتے ہیں، سینکڑوں رٹوں میں بھی نہیں پر تو جاسکتے تو مراد دوتا جیسے دو تو، دو تا و ہرا،

## غزل نمبر ۱۱

بحرِ رمل مسدس مقصورہ۔ ارکان۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

رشنو از حُسنِ جانان ریختند ۱۔ بر جہاں از عشق طوفاں ریختند  
زاں ہمہ طوفاں کہ بر اینکخت عشق ۲۔ جرعه در جامِ انساں ریختند  
از قضا آں جرعه چوں آمد بجوش ۳۔ ہر طرف در قابے جاں ریختند  
ریش نور سے شد ہوید ابر کج ۴۔ پر توے بر شرطِ پیمیاں ریختند  
از خمار وستی آں نور پاک ۵۔ دُر د کفر و صافِ ایماں ریختند  
ہر طرف رنگے بگلِ بسرشتہ شد ۶۔ قالبِ گبر و مسلمان ریختند  
شہوتے اینکختند از مغز نے ۷۔ پیکرے از آبِ حیواں ریختند  
وانگہ از الماس بہر جان ما ۸۔ تیغِ ابرو و ریحِ مژگاں ریختند

تیز کردند و ازاں آلودہ زہر ۹ سو نشے بر زخم نہاں رنجیتند  
 آب کردند از دل ما پارہ ۱۰ دانش یا قوتِ رماں رنجیتند  
 لالہ خمر او غسل آب دار ۱۱ کوہ را در جیب دماں رنجیتند  
 عکس از داغ دروں برداشتند ۱۲ برچمن گلہائے الوان رنجیتند  
 اینہمہ گلہائے سبز و زرد و سرخ ۱۳ از دم ما بر گلستاں رنجیتند  
 جوہرے از قولِ شورانگیز ما ۱۴ عند لیباں را بالحاں رنجیتند  
 غنچہ را دل زان نوائے جاخراش ۱۵ پارہ پارہ در گمبیاں رنجیتند  
 رنگ ہر نقشے کز ان انگشت طبع ۱۶ چندیماں بر قصر وایواں رنجیتند  
 داغ ہر سودا کز ان اندوخت عشق ۱۷ میسریاں بر بیت احزاں رنجیتند  
 نکمتے برخاست زیں سودا بمصر ۱۸ بر قمیص باہ کنعیاں رنجیتند  
 اصل ایں فرع از زمین شد عطریز ۱۹ بر نبی از فیض رحماں رنجیتند  
 مایہ مے ماند باقی زیں عبیر  
 بر نظیری در خراساں رنجیتند ۲۰

یہ تمام غزل سلسل ہے :-  
 (۱) عشق کے جن کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا یا گیا اور دنیا میں عشق کا طوفان برپا ہو گیا وہی جن جہاں جن ازل کے ایک قطرہ کے برابر ہے اور آخر یہ ہے کہ دنیا جہاں عشق میں مبتلا ہے جو ایک طوفان عشق کا آیا ہوا ہے،  
 (۲) اور وہ تمام طوفان جو عشق نے برپا کیا۔ اس کا صرف ایک گھونٹ انسان کے دل کے پیالہ میں ڈال دیا گیا۔  
 (۳) طوفان عشق میں سے صرف ایک گھونٹ انسان کے دل کے پیالہ میں ڈال دیا گیا۔ طوفان عشق میں سے صرف ایک گھونٹ انسان کے حصہ میں آیا ہے۔ اور اس ایک گھونٹ کا اثر یہ ہے جو دیکھ رہے ہیں،  
 (۴) تقدیر سے جب وہ جرّے جوش میں آیا تو ہر طرف وجود میں جان ڈال دی تھی عشق ہی تخلیق کائنات کا ذریعہ بنی کر فاختہ بنت ان اعتراف مختلف الخلق یعنی میں نے خواہش کی کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا،  
 (۵) تب ہر طرف نور کی بارش ہونے لگی اور ہر شخص کو پہچاننے اُس کے ظرف کے مطابق پر تو نور بخش دیا گیا اور انھیں جس قابل تھا اس کے مطابق اسے نور معرفت دے دیا گیا۔ اور شرط پیمان کے معنی عداوت کے بھی لئے جاسکتے ہیں۔

(۵) پھر ایں نور پاک کستی اور خمار سے ایمان کی شراب ناب الکفر کی ٹھٹھ بنا دی گئی رکمتے ہیں جب ارواح نے آئست بیکم کا قلمہ سرمدی سناتو دہی کہہ کر ایک عرصہ تک مستی و خود فراموشی کی حالت میں رہیں۔ صوفیا کا عقیدہ ہے کہ کفر

دایمان ایک ہی حقیقت کے دو مختلف پہلو ہیں۔ گویا ایمان اس نود پاک کی سستی اور کفر اس کے خمار کا نام ہے۔  
 (۶) ہر طرف مٹی میں ایک نیا رنگ ملا دیا گیا۔ اور اس سے گبر و مسلمان کا وجود بنا دیا گبر و مسلمان ایک ہی اصل میں مختلف رنگ بھردیے گئے ہیں۔  
 (۷) یہ شعر بہت سے معانی کا بھجیل ہے جس میں سے ایک معنی قابل اظہار بھی نہیں۔ ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ معجز نے سے در و جہدالی کے اظہار کے لئے چلتے ہیں دلشنوار نے جو حکایت سے کند و رجہدالی شکایت کی کتب اور باوجود یکہ انسانی پیکر فانی تھا۔ لیکن جس طرح بالسری کے فغصے باوجود بالسری کے فانی ہونے کے دل پر ایک غیر فانی اثر چھوڑتے ہیں۔ اس طرح انسان کا قالب خاکی بھی غمہ گری محبت کی بنا پر ایسا غیر فانی ہو گیا ہے گویا اب جواں سے گوندہ گر بنایا گیا ہے۔

(۸) تہمدی جان کے لئے الماس کی قسم سے ابرو کی تلو اور تر کاں کا نیزہ ڈھال دیا۔ راز الماس ہیں زمین کے معنوں میں۔ الماس کاٹ میں ضرب المثل ہے۔ ابرو کو تلو اور تر کاں کو نیزے سے استعارہ کیا ہے۔

(۹) اس تیغ ابرو اور رخ شر کاں کو تیز کیا اور اس آلودہ زہر مراد سے کو ہمارے یہاں بول کے زخموں پر ڈال دیا۔  
 (۱۰) ہمارے دل کے ایک ٹکڑے کو پانی بنا دیا۔ اور اس سے انار جیسے سرخ ہیا قوت بنا ڈالے۔

(۱۱) اور ہمارے اسی دل کے ٹکڑے سے ہمرخ لالہ اور چمکتے ہوئے لعل پیار کے حبیب و دامن میں ڈال دیئے۔ لالہ جو دامن کے میں اور لعل جو حبیب کوہ میں ہوتے ہیں۔ ان کی سرخی اور صفائی اور آبدارنی ہمارے دل سے مستعار لی گئی ہے۔

(۱۲) ہمارے ہنہ کے واغوں کا عکس لے کر باغ میں طرح طرح کے پھول کھلا دیئے۔ باغ میں جو پھول ہیں یہ ہمارے دانگلے سینہ کا نقشہ ہیں۔ غالب نے اس معنوں کو زیادہ صاف کیا ہے۔

منجھ پھر نکا کھلنے آج ہم نے اپنا دل خون کیا بنوا دیکھا۔ گم کیا ہوا پایا  
 (۱۳) یہ تمام ہنر زردار سرخ پھول ہمارے ہی دم سے باغ میں بنا دیئے گئے ہیں۔

(۱۴) ہماری جنون انگیز باتوں کا جو ہر نکال کر جیلوں کی آواز میں ڈال دیا۔ بیل کی خوش آوازی نتیجہ ہے اس کی عشق بازی اور وہ اس نے ہم سے لکھا ہے۔

(۱۵) اور بیل کی، اس جہاں خراش آواز سے قہقہے کے دل کو پارہ پارہ کر کے اس کے گم بیان میں ڈال دیا۔ نگل کی پتیوں کو غم کے پارہ سے دل قرار دیا ہے۔ اور اس کا سبب بیل کی جہاں خراش آواز کو کھٹیرا یا ہے۔

(۱۶) ہر ایک نقش کا رنگ جو طبیعت نے اس دل سے پیدا کیا چینیوں نے اپنے قصہ و محل میں ڈال لیا۔ چینیوں کی نقاشی اور صورتی کشوری ہے۔ وہ انہوں نے ہمارے دل کی نقاشی سے لی ہے۔

(۱۷) سودا کا ہر ایک داغ جو عشق نے اس دل پر سے حاصل کیا۔ اسے مصریوں نے دھتور کے غمکدے پر لگا دیا۔ یعقوب کا غم ہمارے غم عشق ہی کی ایک شاخ اور حصہ تھا۔ میرت اخراں کا لفظ چینیوں کی تصدیق و ان کے مناسبت ان عظیم الشان مقابہ کی یاد بھی دلانا ہے۔ جو اہل مصر اپنے قرائع کے لئے تعمیر کیا کرتے تھے۔

(۱۸) اس سودا سے عشق سے مصر میں ایک خوشبو اٹھی اور اسے کنعان کے حیانہ حضرت یوسفؑ کی قمیص پر لگا دیا۔ مصر میں پیرامن یوسف سے یعقوب کو کنعان میں خوشبو پہنچ گئی۔ کہتا ہے یہ خوشبو کا پینچا غمی عشق کا کارنامہ ہے۔

(۱۹) اسی شاخ کی ایک جڑ زمین میں عطریز ہوئی جسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت نبی کریمؐ تک پہنچا دیا۔

(۲۰) اس خوشبو کا پتہ سرایہ باقی تھا۔ وہ خراساں میں نظم ی کو دے دیا گیا۔ عشق و شاعر ی

## غزل نمبر ۲۱

بحر مضارع منمن اضر ب یلفوف بقادور۔ ارکان۔ مفعول فاعلات متفاعیل فاعلان

پیراں کہ نفع فیض تباہیتر بردہ اند ۱ آب رخ جواں بدم پیر بردہ اند  
 چوں من ہر آنکساں کہ نفس کردہ اند مرد ۲ نور سحر بنالہ شبگیر بردہ اند  
 سرگشتہ اند اگرچہ تحصیل تجربہ ۳ پئے تا فراز طاریم تد پیر بردہ اند



از سالخوردگان بنو خوش فضول از آنکہ ۱۔ صحبت لطیف خانہ لقت پیر بردہ اند  
 پیراں ز روز تیرہ سیہ کار میشوند ۲۔ با آنکہ مؤسفتر از شیر بردہ اند  
 بیباکی و غرور جوانی نہ اند حریف ۳۔ پیراں ہمہ خجالت تقصیر بردہ اند  
 شادی شیب کزنے وافیون بودہ خط ۴۔ این قوم رہ بعیش بہ تزویر بردہ اند  
 گرج شود ببادل نازک براں نبرد ۵۔ بار گراں بقامت چوں تیر بردہ اند  
 باہوئے همچو سبجہ کافور نگر وند ۶۔ آناں کہ پئے بزل ف چوزنجیر بردہ اند  
 یوسف فریب گرگ مثل کجاخورد ۷۔ روبہ بصید کردن نجیر بردہ اند  
 وحشی چو تو شکار منطیروی کجا شود  
 شہباز را بدام گس گیر بردہ اند؟

- (۱) وہ بڑھے جنوں نے صبح کے روزانہ تجلیات کے فیض سے استفادہ کیا ہے۔ رشب بیداری اور سحر خیزی کے عادی ہیں۔ وہ بڑھا پے کے باوجود جوانوں کے پھرے کی سی رونق حاصل کر چکے ہیں ان کے چہرے پر جوانوں کی طرح رونق اور سرخی پائی جاتی ہے پہلا مصرعہ دو طرح ہے۔ ایک پیراں کو نفع فیض تاخیر بردہ اند اور کا ترجمہ اسی کے مطابق ہے۔ تاخیر کو سفیدی کے باعث صبح کے لئے استعارہ کیا کرتے ہیں۔ دوسرے پیراں کو نفع زیادتی، فیض بنا تیر بردہ اند۔ وہ بڑھے جو اپنی تاثیر کے سبب سے فیض رسانی خلق کی وقعت حاصل کر چکے ہیں (الحم)
- (۲) جو لوگ میری طرح مرد آہیں کھینچتے رہے ہیں۔ وہ اپنے تنگیروناں کی بدولت زرخیز کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ مگر فغان عشق اپنی سرد آہوں اور تنگیروناں کے سبب فیض سحر حاصل کر لیتے ہیں۔  
 وقت نہا جو غلجہا تنگیر بادشاہ امیر آ نکہ خند اثر رسد
- (۳) مدعیان عقل و خرد اگرچہ تخر بہ حاصل کرتے کرتے تہ پیرد کی چوئی تک پہنچ چکے ہیں مگر پھر بھی ہر گردان اور پریشان ہیں کسی بات کا پتہ چلا ہی نہیں۔ بلکہ ع  
 جانا نودیہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی
- پئے بردن۔ سراغ نکال لے جانا۔ راہ پانا۔ طارم۔ چوئی۔ بلندی۔ فراز۔ اونچائی)
- (۴) مگر سیدہ آدمیوں کو چھوری باتیں زیب نہیں دیتیں کیونکہ وہ تغیر کا شائستگی طرح دیکھ چکے ہیں۔
- (۵) جب بد بختی آتی ہے تو بڑھے بھی باوجود پیمان کے بال و دودھ سے بھی زیادہ سفید ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ لکھن ہوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں (ز روز تیرہ۔ تیرگی روز کے باعث بار گراں کے استعارہ کو صاف کرنا خلاف تہذیب ہو گا۔ لیکن جو لوگ فارسی کے انداز تغزل کی رسمیات سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں ہا)
- (۶) انوس کبڑھا۔ بے می جوانی کی بیباکی اور غرور بانی نہ رہے اور بچا رہے، بڑھے ہمہ تن ہنرمندی گناہ لے کر ہی رہ گئے جوانی کے زمانہ کا غرور اور بیباکی نہ رہی البتہ جو گناہ کئے تھے ان کی ہنرمندی باقی رہ گئی،
- (۷) بڑھا پے کی سرت و شادمانی جو متراب اور ایفون کے استعمال سے حاصل کی جائے اس کا کیا لطف؟ یہ دیکھ کر جو بڑھے وافیون سے نشاط حاصل کرنا چاہتے ہیں، مکر و فریب کے ذریعہ پیش و عشرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دترویر۔ مکر و فریب۔ جو سرت جھٹی خوش جوانی و مسرت میں ہے وہ نقشہ رنے وافیون سے کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ جوانی جوانی ہے اور بڑھا پنا بڑھا پنا۔ صاحب کتا ہے

نصاب پورے پیری نے خود صائب بہر کو وید خزاں را بہار خزاں کرد،  
 (۸) اگر ان نازک انداموں کا دل ہماری طرف سے پھر جائے تو بالکل مناسب و موزوں ہے کیونکہ وہ اپنے پیر جیسے پیر  
 قہمت پر بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں دشمن کی بنیاد کو کچلے اور چوں تیر نازک اور بارگراں کی صنعت تفساد پر ہے بے شاعر مشق  
 کی نزاکت اور موزوں قافیہ کا ذکر کرتا ہے جو شخص بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہو اس کے قہمت میں قدرتی طور پر خمیدگی پیدا  
 ہو جایا کرتی ہے۔ محبوب کے دل کا ہماری طرف سے کچلے ہو جانا گویا اسی قسم کی خمیدگی ہے،  
 (۹) دوسرا مصرعہ پہلے جو نوک زنجیر جیسی زلف کا راہ پا چکے ہیں۔ راہبر ہو چکے ہیں، وہ کافر کی تسخیر جیسے باؤں کی طرف مال نہیں  
 ہو سکتے دنا ہلاک سفید ریش کی پرواہ نہیں کرتے۔ دوسرا مطلب شعر کا یہ ہو سکتا ہے کہ خود مشق جو زنجیر جیسی زلف رکھتے ہیں بڑے  
 لوگوں کی طرف مال نہیں ہو سکتے۔

(۱۰) یوسف مصنوعی ٹھیکڑی کے قریب میں نہیں آسکتا جو لوگ اسے گرگ مثل کے قریب میں لانا چاہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے  
 کی گویا وہ خنک رکاوٹوں میں لانے کے لئے ٹھیکڑی سے کام لینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دھڑی خنکاری مافوق نہیں ہے۔  
 (۱۱) تھکایا جتنی مافوق نہ ہونے والا نظیری کا شکار کہاں ہو سکتا ہے تو نظیری سے ہاتھ نہیں آسکتا کیا کبھی کسی نے شہباز کو  
 مکڑی کے جال سے پکڑا ہے؟ مکڑی کا جال باز پکڑنے کے کام نہیں آسکتا۔ نظیری بھی تجھے اپنے قبضہ میں نہیں لاسکتا،

## غزل نمبر ۳۷

بحر مضارع مثمن اعراب کفوف مقصور۔ ارکان مفعول فاعل لات مفاعیل فاعل لان

چہ خواست کیں دل کا فرہاد من دارد ۱ نہ مذہب من و نہ اعتقاد من دارد  
 باب و آتشم از سرکشی نے سازد ۲ ہزار عریذہ با خاک و باد من دارد  
 ز تیر نالہ فلک را بکس بر انگیزد ۳ کماں فتنہ بزہ از عہاد من دارد  
 ندیم غصہ کہ روئے ز من بگرداند ۴ عدوئے رحم کہ رہے بدو من دارد  
 بچشم دل ز سویدای دل ضعیف تمام ۵ اگرچہ قوت دید از سواد من دارد  
 مبارزے کہ ہدف سدا نہیں سازد ۶ کجا ہدف زمین و کشاد من دارد  
 چہ اعتماد کنم بر دو روئی غمت از ۷ کہ حادثات جہاں را بیاؤ من دارد  
 بعد علاقہ دل باید مہم مقتدر بود ۸ بایں گماں کہ سیر اقیانوس من دارد  
 من آں عزیز ز مانم کہ بخت ہر ساعت ۹ متاع مہر و گداز مراد من دارد  
 رساست دست تجرکہ زل من گیر ۱۰ قویست پشت تو کل کہ زاؤ من دارد  
 بصرے کہ ندیمیاں ز نظم من خوانند ۱۱ ہزار فقر بمن اوستاد من دارد  
 ز مکہ چرخ منظیری عجب ہر سامن  
 کہ کار ہائے مرا بر مراد من دارد

(۱) پیرا کا زمرہ شرت و دل بھی کس خوش نصبت کا مالک ہے۔ کہ نہ میرا سا مذہب اور نہ میرا سا اعتقاد ہی رکھتا ہے عشق میں مذہب ما اعتقاد دہائی نہیں رہتا بلکہ مشرق کی رضائی عاشق کا مذہب ہو جاتا ہے۔ انسان کے نفس میں شعوری اور غیر شعوری کیفیات میں کشش جاری رہتی ہے جس کے کیف و کم کے اعتبار سے کئی ذہنی اور نفسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں موجودہ نفسیات کے اکثر معرکۃ الاراسکوں کی بنا اسی بن رہی ہے اس غزل کے پہلے شعر سب اسی ذہنی کشمکش کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۲) کھلتے نہیں اس قلم خموش کے اصرار جب تک تو اسے ضرب کلمی سے نہ چیرے  
(۳) وہ دین میرا دل ہر کشتی کی وجہ سے میری آب و آتش سے موافقت نہیں کرتا۔ جگہ میری باوہ خاک کے ساتھ نہ ہر لہا جھکڑے پکار رکھتا ہے آب و آتش۔ خاک و باد۔ عناصر اربعہ مراد وجود و جسم

(۴) میں اس کے جو رو تم سے تنگ آکر ناکر تا ہوں تو تو یادہ نال کے تیروں کے سبب آسمان کو میری خمی پر اُبھارتا ہے۔ اور میرے ساتھ عناد در رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ ہفتہ کی کمان کو چلچوڑھا سے رہتا ہے۔

(۵) وہ دیر اول رخ و غضب کا رفیق ہے کیونکہ وہ میری طرف سے نہ پھیرے رہتا ہے۔ اور وہ اس دھم کا دشمن ہے جو میری فریاد کو کچل سکتا ہے۔

(۶) میں دل کی نظر میں داغ سیاہ دل سے بھی کزور تر ہوں۔ اگرچہ میری ہی سیاہی چشم کی بدولت اُسے قوت دید حاصل ہے۔ دھواؤں دل۔ دل میں ایک داغ سیاہ۔ دوسرے مہر میں نوا سے مراد سواد چشم۔ آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ تعجب متاثر ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت سب کچھ دل ہی ہے اور باقی تمام وجود اس کے تقابلیہ میں کچل گیا

(۷) وہ جگہ شخص جو آہنی دیوار کو نشانہ بناتا ہے۔ وہ کبھی گھات اور تیر اندازی کا نشانہ نہیں رکھتا۔ جگہ زیادہ سے زیادہ سدا آہنی کو نشانہ بنا کر اسے توڑ دے گا مگر میں اپنے تیر بڑے آہ سے بڑے بڑے تنگ دل کو نشانہ بناتا ہوں۔ کہ وہ وہ بھی نرم ہو جاتا ہے زخمیں۔ گھات لگا کر مینا۔ کتہ۔ تیر چلانا۔ جس طرح سے گھات میں بیٹھا اور تیر چلاتا ہوں۔ وہ اس جنگ جو کو حاصل نہیں

(۸) میں اس چیلنر کی منافقت پر کیا اعتماد کروں کیونکہ وہ مجھے زمانے کے حوادث یاد دلاتا رہتا ہے۔

(۹) دوسرا مہر مقدم اس امید پر کہ اسے میری فرماں برداری کا خیال ہے میں وعدہ علاقہ دل کے ساتھ اس کی قید میں رہ سکتا ہوں۔ میں اپنے دل کو اس کے ساتھ ہمیشہ تعلقات قائم کر کے مہر رکھ سکتا ہوں۔ مگر اس قدر صلہ ضرور چاہتا ہوں کہ اسے بھی معلوم ہو جائے کہ یہ میرا صلح و فرماں بردار ہے۔

(۱۰) میں اپنے زمانے کا وہ عزیز شاہان مہر کا لقب، ہوں کہ میری قسمت ہر آن نئے سے نئے مہر کے سامان کو میری مراد کے موافق کام میں لاتی رہتی ہے۔

(۱۱) دستِ بجز اس لئے رسد ہے کہ وہ میرے دستِ خوان سے طعام لیتا ہے۔ اور توکل اس وجہ سے قوی پشت ہے کہ اس کے پاس میرے جیسا دواہ موجود ہے۔ بخیر۔ علاقہ دنیا سے الگ ہو گیا۔ میں توکل اور بجز دیں ایسا مفرد ہوں کہ خود توکل اور بجز مجھ سے اکتسابِ قوت کرتے ہیں

(۱۲) اس ایک مہر کی وجہ سے جو ہمیشہ میری نظم میں سے بڑھتے ہیں۔ میرا استاد چھ پر ہزار فقر کرتا ہے کہ میرا شاگرد کیسا قابل ہے

(۱۳) نظری! آہیں آسمان کے کمر سے عجب ہراساں ہوں۔ کیونکہ وہ لہجہ کل، میرے کاموں کو میرے حسب مراد انجام دے رہا ہے۔ چونکہ وہ مکار ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ جلد ہی کسی نئی ناکامی و نامرادی سے دوچار نہ ہونے پڑے

## غزل نمبر ۶۱

ارکان۔ معائن۔ عاتق مفاصلن فعلن

بحر محبت مثنیٰ مخبون مقصور

دریں سپید رقم قسمت و حوالہ نماںد ۱ اثر زمر و خط این کہن قبائلہ نماںد  
ہزار قرن بریں قہر مردمان بگذشت ۲ مسایل و حکم و دفتر و رسالہ نماںد

زبابِ رحم و مروت نشان چہ میخوای ۔ ازین مقولہ حکایت درین مقالہ نمائند  
 زبس مرور زمان منفعت ز اشیا رفت ۔ خواص مہر گیسے ہزار سالہ نمائند  
 ہر آنچہ صاف قدح بود مخرماں خوردند ہ ۔ بغیر دُر وئی مے ورتہ پیالہ نمائند  
 مجوے رحم ازین گرگ ماہ کنعاں دہ ۔ کہ شستری کلہ و شتری کلالہ نمائند  
 شکوہ حشمت پرویز و حسن شیریں رفت ، مہ تمام فلک شد نزار و ہالہ نمائند  
 ز جنس غولیش ہمہ صید میکند ایام ۔ ز سبزہ زار فلک بغیر یک غزالہ نمائند  
 زمین گداختہ آتشیں عذرا رانست و ۔ کجاست خاک کہ دغے برو کلالہ نمائند  
 نوالہ حصہ تن پروراں منظیری شد  
 بیا کہ قسمت ما تو غیر نالہ نمائند

- (۱) اس سپید تحریر والے آسمان یا دنیا میں قیمت اور سپردگی باقی نہیں کسی کی قیمت میں کچھ نہیں ہے، اور اس پرانے قیاد کی تحریر اور ہر کا کوئی نشان نہیں رہا دہشتہ رقم یہ خالی کا غنہ جس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہ ہو۔ یعنی آسمان نے کسی کی قیمت میں کچھ نہیں کیا گویا ایک کاغذ پر قیمت لکھ دی گئی تھی وہ ایسا فرسودہ ہو چکا ہے کہ اس کی تحریر پڑھ ہی نہیں جاتی
- (۲) انسانوں کے اس عمل پر ہزاروں زمانے گزے چکے دنیا کو جو دین آئے قرنہا قرن گزر چکے، اس لئے مسائل اور حکمتیں اور دقت اور رسالے نہیں رہے مگر دفاتر حکمت اور تمام کاوش و فدا قاتلا وقت کے ساتھ خود بخود باطل ہوتے جاتے ہیں
- (۳) تو رحم اور مروت کے باب کا نشان کیا ڈھونڈتا پھر تا ہے کہ کئی مضمون میں اس مقولہ (رحم و مروت) کے متعلق کوئی حکایت باقی نہیں رہی (باب مقولہ حکایت اور مقالہ لفظی مناسبات ہیں مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رحم و مروت کا نام تک نہیں رہا)
- (۴) مرور زمانہ کے باعث اشیاء میں سے ان کی منفعت جاتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ ہزار سالہ مہر گیسے کا شمع کی گھاس جس کے متعلق لوگوں کا گمان ہے کہ جس کے پاس ہو اس سے دوسروں کو خواہ مخواہ محبت ہو جاتی ہے، کی خاصیتیں بھی زایل ہو چکی ہیں
- (۵) پیالے میں جس قدر شراب صاف تھی۔ وہ تو مخرمانہ رازی گئے اب پیالے کی تہ میں شراب کی تہ نشین میل کے میرا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اس دنیا میں لطف و محبت کی سبب معرفت کو عرفان میں حاصل ہے باقی رہے دنیوی عیش و آرام تو وہ کھٹ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، پھر اس مفہوم کا حال بھی ہو سکتا ہے کہ مضمون عالی تو قدیم تاریخ میں پڑ چکے اب متاخرین کے پاس بولے بہتیل
- (۶) اس کیفان کے جانے حضرت یوسفؑ کو بھیڑ کھانے والے بھیڑیے سے رحم کی امید کم رکھ کر اس کی بدولت نہ شستری کلا والا باقی رہا اور نہ شستری کی کسی زلفوں والا آسمان نہایت بے رحم اور سفاک ہے کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ شستری بہتر نیز علتی کا نام۔ شستری ایک ستارہ کا نام۔ شستری کلاہ۔ بانکا۔ عاشق شستری کلاہ معشوق

(۷) یہ مہر کے لاؤ لکھ کا دبہہ اور شیریں کا حسن چاہئے۔ آسمان پر کاہ کامل پھر لاغر ہو گیا ماسلس کے گرا ہوا باقی نہ رہا دنیا کی شان و شوکت جن خوبی سب زوال پذیر ہیں۔

(۸) نمائند اپنی جنس کی تمام چیزوں کو نکار کئے چلا جاتا ہے۔ اب سبزہ زار فلک پر ایک غزالہ آفتاب کے ہوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔  
 (۹) تمام زمین آتشیں زلزلہ و دھشت و آواز منہ جمال کی پھلائی ہوئی ہے۔ انہیں زلزلہ و دھشت و آواز منہ جمال کے زلزلہ سے زور سے میں سرایت کر چکا ہے۔ ایسی سرزمین کو فنی ہے جہاں اللہ کے چہرے پر کوئی نہ کوئی داغ موجود نہ ہو رگل لالہ کی سیاہی گویا داغ خلق ہے

مخالات کے اور کچھ نہیں آج بھی ۵ حرفاں باد اور دند و نشندہ بہ قی پیمائش کر زندہ و زبانت

(۱۰) اسے نظیری لکھنا چاہتا تو قن پر فروگوں کا حصہ ہو چکا ہوتا۔ ہم قن پر در نہیں ہیں اس لئے آ جا کر میری اور تیری قنمت میں نار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہماری قنمت میں نار و فریاد کرنا ہی لکھا ہے کہ ہم عاشق ہیں۔ اور دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا صرف دنیا دار اور قن پر فروگوں کا حصہ ہے۔

## غزل نمبر ۷۹

بحر خفیف مدس مخزون محذوف سنگن  
ارکان :- فاعلاتن فعلاتن فعلن

عالم از عشق در وجود آمد	عشق معمار بہت و بود آمد
در بشر کبریاے عشق نمود	ملک از عجز و ر سجد آمد
رشد از صدر بارگاہ شہود	آنکہ بر کار یا حسود آمد
عشق بر تخت از زبرنگریت	عقل و لوح و قلم فرو آمد
ہر چہ اہلیت نمودن داشت	ہمہ از عشق در نمود آمد
نیست جز عشق عاشق و معشوق	ہر چہ در معرض شہود آمد
عقل بر کار عشق سوخت پند	شکلِ این گنبد کہ بود آمد
عشق صنعت نمود بے آلت	بود ہر چیز از نمود آمد
حامہ مجنوں درو کہ خلعت عشق	عاری از جنس تار و پود آمد
عشق را عشق و می فروانیست	دیر ہم زود تر ز زود آمد
شد جوانی و عشق چرخ و ہوا	شعلہ نشست خس و آرد آمد

ز دہن برب نظیری جوش  
عشق در گفت و در شنو آمد

تمام غزل عشق حقیقی کے متعلق ارسال ہے۔

- (۱) یہ دنیا تمام عشق ہی کی بدولت وجود میں آئی ہے۔ نوگیا عشق ہی بہت و بود کا معمار ہے۔  
 (۲) عشق ہی نے ان میں خلعت اور برکت پیدا کر دی اور وہی سبب سے فرشتہ عجز سے سجدے میں گر گیا۔  
 (۳) دوسرا مصرعہ پہلے ارہ جس نے ہماری ترقی کے کام پر جد کیا۔ وہ بارگاہِ انزوی کے مقام بلند سے نکال دیا گیا جسکو دوسرے مراد قیطان ہے۔  
 (۴) عشق تخت پر بیٹھا اور سے دیکھ رہا تھا۔ اور عقل لوح اور قلم نیچے جتنے عشق ان سب سے اعلیٰ مدہ رکھتا ہے۔  
 (۵) ہر وہ چیز جس میں نظور کی اہلیت موجود تھی۔ وہ تمام عشق کی بدولت مدہ جن وجود میں آئیں۔



۱۶) دردِ سرِ مصرعہ پہلے، جو کچھ بھی معروض وجود میں آچکا ہے۔ وہ عشق۔ عاشقِ معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے رہمِ دوست کے عقیدے کا اظہار کیا ہے۔ نہ

۱۷) عقل نے عشق کے کاروبار پر ہر بل جلایا، نظر بد سے بچانے کے لئے پسند جلایا کرتے ہیں، اور اس سے، ادا اس نیلگون آسمان کی مثل بن گئی۔ آسمان بھی عشق ہی کی بدولت وجود میں آیا ہے،

۱۸) عشق نے بغیر ہتھیار کے صنعت گری کی اور ہر چیز عدم سے وجود میں آگئی۔

۱۹) مجوں اپنے کپڑوں کو اس لئے بھڑ سے ڈالتا ہے کہ عشق کا لباس تار و پود کی جنس سے عار محسوس کرتا ہے (ایا تار و پود کی جنس سے خالی ہوتا ہے، بطلب ہے کہ عشق کا لباس بنے ہوئے کپڑوں سے نہیں، بلکہ غریانی سے تیار ہوتا ہے،

۲۰) عشق کو راضی و متقبل کی محبت نہیں، عشق با بندہ دی و فردا نہیں، یہاں ذہن بھی جلد سے جلد تر آجاتی ہے (عشق حال کا پابند ہے، اور سب زبانے اس کے لئے حال کا حکم رکھتے ہیں،

۲۱) جوانی اور عشق جاچکے رہاں رہے، حرص و ہوا تو اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے شعلہ بھگیا اور تینکے دھواں دینے لگیں۔

۲۲) عشق کو فتنہ اور حرص و ہوا کو خض و وقار دیا ہے،

۲۳) شعرِ نظیری کے لوں پر جوش مارنے لگے اور عشق گفت و شنید میں آگیا، داغِ باریغی کے سبب عشق کا چہر چاہو گیا، دیکھئے

پیغامِ مشرق میں اقبال کی نظم "خلق آدم" کا مصرعہ مصرعہ طے

اور ۵ زندگی گفت کہ رخاک تیسیم ہمہ عمر تا میں گنبد دیرینہ در سے پیدا شد

## غزل نمبر ۶۶

بحرِ میلِ مشنِ مجنونِ معذوفِ مسکن

ارکانِ برقا، علائقِ فضا، تانِ فضا، تانِ فضا

اشکِ درویدہ نیارم کہ حجابم نہرو ۱  
تیش و تابش من گرم سوانش سازو ۲  
گشتہ ام پے سپر حادثہ چوں گنجِ تنیم ۳  
خوار از عجز و تنزل شدہ ام میخوام ۴  
بسکہ عطیر گل ول راہِ مشاش گرفت ۵  
سر خوش از گردشِ چشمِ دلِ میگوں کندم ۶  
قطعہ سبزِ خطش دیدہ ام از چہمہ نوش ۷  
مکنم یا لبِ بادہ فروشش بنماز ۸  
پیرو مرغ کہ والہ نکند ایمم ۹  
ہر شب از زکس فتاں بکینِ نظرم ۱۰

حایلِ گریہ کنم شرم کہ آبم نہرو ۱  
صداد اہست کہ کس پے بجاہم نہرو ۲  
جز خضر راہ بدیوارِ خسراہم نہرو ۳  
کہ بصلحش نرم تابعت ابم نہرو ۴  
یوے از سوختگیہائے کبابم نہرو ۵  
زود مستم بہوشے بزمِ شراہم نہرو ۶  
ہوس از راہ بہ نقشِ سراہم نہرو ۷  
کہ ز مسجد بخراباتِ خرابم نہرو ۸  
نوزد باد کہ از پائے شتابم نہرو ۹  
صدفونسا ز نشاندست کہ خوابم نہرو ۱۰

(۷۲) میری تڑپ اور بے قراری اسے سرگرم سوال بنائے تھی ہے لیکن میرے جواب دینے کا طریقہ سوئم کی ادائیں اور لطافتیں اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے کہ کسی کی سمجھ میں اس بات نہیں آتی۔ اور افسانے راز کا خدشہ مٹ جاتا ہے۔

(۷۵) میں اس قدر بامال حادث ہو چکا ہوں کہ قسیم کے خزانے کی طرح خضر کے سوا کوئی شخص میری دیوار کا راستہ نہیں پاسکتا۔ درمخت قسیم میں صبح ہے حضرت خضر کے قصد کی طرف کہ ایک قصبہ میں انہوں نے ایک گرتی ہوئی دیوار کو تعمیر کر دیا۔ جانا کہ یہ قصبہ نے آپ کو کھانا تک دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مونہا کے انفسار پر آپ نے بتلایا کہ اس دیوار کے نیچے دو بیٹیوں کا خزانہ ہے۔ اور میں کا باپ ایک صاحب شخص تھا۔ دیوار اس لئے بنائی ہے کہ بچے جو ان بوکر نکال لیں خضر سے مراد یہ ہے کہ میری پامالی ویرانی کا ہر شخص کو علم نہیں ہو سکتا۔ کوئی صاحب باطن ہی اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

(۵) میں اپنے غمخوار دوستی کی بدولت ذلیل ہو چکا ہوں۔ اس لئے اب چاہتا ہوں کہ اس کے پاس اس وقت تک صلح کے لئے نہ جاؤں جب تک وہ عتاب کے ساتھ نہ لے جائے (پھر وقت عاجزی اور خوشامدی وجہ سے ذلیل ہو رہا ہوں)۔ آئندہ جب تک وہ خود مجبور کر کے نہ لے جائے اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ بھی اپنی ہی ہمت اور غرور جمع کی دلیل ہے) چونکہ پھولوں کے قطر اور تراب نے اس کے دماغ کی راہ بند کر رکھی ہے اور اس لئے اسے میرے کباب ردل کے جلن کی بو نہیں آتی (وہ محو عیش و نشاط ہے) میرے حال زار سے ناخند ہے گویا غمخو سے اس کا دماغ پر ہے۔ کباب دل کے جلنے کی بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی،

(۶) وہ مجھے اپنی آنکھ کی گردن اور شراب کے سے درخ، بویں ہی سرخوش کئے دیتا ہے۔ کیونکہ میں جلد مست ہو جانے والا ہوں۔ اس لئے وہ مجھے محض شراب میں نہیں لے جاتا اور اس کی گردن چشم اور لب کے گوں ہی سے جب مجھے سرور اجاتا ہے تو پھر شراب کی کیا ضرورت ہے۔

(۷) میں نے اس کے سبز خط کا قطعہ دیکھ لیا ہے۔ اس لئے اب ہوں اس کے خیر و شہد سے مجھے ہر نقش سراب کے ٹھکانے سے نہیں بٹکا سکتی۔ (میں اس کا رخسار جو سبز خط کا قطعہ ہے اور لب جو خیر و شہد ہے چھوڑ کر اور کسی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے ہوا آبجیات کا چشمہ بھی فریب نظر ہے۔ اور اس کی طرف توجہ دینا گویا ہوس رانی ہے۔)

۴۸ میں اس کے باوجود فروغ لبوں کو ترازیں یا دھنیں کو تانا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے مسجد سے محبت کر کے مشرب خانے میں لے جائیں  
 (اس کے لبوں کے تصور ہی سے ایسی مستی چھا جاتی ہے کہ گویا یکدم میں ساغر پہ ساغر چڑھار کھے ہوں) ۴۹

(۹) کوئی پرندہ نہیں اڑتا جو میری امید کو فریفتہ نہ کر لیتا ہو۔ (جب کوئی پرندہ اڑتا ہے تو گمان کرتا ہوں کہ شاید محبوب کا نامہ بہرہ ہو مگر ایسی ہوتی ہے) کبھی بوا نہیں جھپٹی جو میرے پاؤں سے شتاب رومی کو دور نہ کر دیتی ہو وحیب ہوا چلتی ہے تو فرط مسرت سے میرے قدم اس امید پر رفتہ سے رہ جاتے ہیں کہ شاید پانچ محبوب کا خوشبو پا کر میں بوم۔

(۱۵) وہ کہ جب ہر رات میری نظر کی حالت میں اپنی فتنہ انگیز آنکھوں کے سینکڑوں فوں سازوں کو اس غرض سے ہتھ پر کر دیتا ہے تاکہ وہ مجھے سوئے نہ دیکھ سکیں اور ان کی فہمیں آنکھوں کے تصور نے میری نیند حرام کر رکھی ہے۔ میں کے عشق میں اختر شامی کرتا ہوں گویا وہ نادگر جن جو میری نگہات میں بیٹھے ہیں۔

(۱۱) اسے نظیری۔ شراب سے فحوت کے سہا کچھ بھی حاصل نہیں۔ یہ انگور و پانی (شراب) جو نبی میرے خلق سے گزرتا ہے مجھے بے آبرو کر دیتا ہے۔ (باد۔ فحول۔ بیچ شراب سے بے آبروئی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں)۔

صہ ہڑت کی ہیں تم سے دور مے کے گلشن بیلے جو بن پئے ہی فحش سنا نہ بنا دیتے ہیں؟

# غزل نمبر ۶

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فعلن

بحر مل مثنیٰ مجنون مخدوف

دیدہ ام نیم نگاہ ہے کہ بیدار نہ رسد ، صفِ آہوش بد نہا کہ شیدان نہ رسد  
سوئے وحشت زدگان بس سیاست نگرد ، کارِ سبیل زنگاہش بطیبیدن نہ رسد  
ہیچکے ذوق کلامش برگِ جاں نخلد ، کہ زرگ تا برگم شہدِ چشیدن نہ رسد  
طرہ برباد فشاں عشوہ بگلزارِ فروش ، درچمن سرو چمنش بچمپیدن نہ رسد  
رامِ خاطر شود اما باشارت برسد ، دستِ صبا و بصیدش برسیدن نہ رسد  
بارِخ ہوش شکارش چہ کمین و چہ کند ، فکرِ نچیر ز شوقش برمیدن نہ رسد  
ندید جلوہ عارض کہ متاشائی را ، کار از حیرت بادست بریدن نہ رسد  
کرد لختِ جگر شورِ گوکِ مستان را ، کہ بسببِ ذقنِ آسیب گزیدن نہ رسد  
خضرِ توفیق باوراءِ تماشا شد ورنہ ، کس بسرِ چشمہ حیواں بدویدن نہ رسد  
جذبِ اقبالِ عروجِ بقاے انداخت ، کہ بہال و پرِ جبریل پریدن نہ رسد  
اگر از چاہ بایں چاہ بر آید یوسفؑ ، مالک از گرمی سودا بخزیدن نہ رسد

ن برم

ن حن

ہوش از گوش شود محو نظیری ترسم  
کوش کیں لذت دیدن بشنیدن نہ رسد

(۱) میں نے اس نیم نگاہِ عشق بہ چشمِ نیم باز و غمور کو دیکھا ہے دکھا نہیں جاسکتا۔ اسے دیکھنے کی کوئی شخص تاہم نہیں لاسکتا، اور  
برفوں کی صفوں کی صفیں اس کا تعاقب نہیں کر سکتیں، دوتا لکھنؤ میں ابھام ہے۔ نیم نگاہ اور دیدن کی مناسبت سے  
سرمہ کا دنا لہرا دھونی چاہیئے۔ مگر حقیقت یہاں تعاقب کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ن کو وحشت میں معروف  
ہے ہی۔ اس کی نگاہ نیم باز یا وہ خود وحشت میں ہر ن سے کہیں بڑھ کر ہے۔  
بہت دن میں تعاقب کرنے پر تیرے یہاں کی

(۲) وحشت زدہ عشاق کی طرف اس قدر قہر کی نظر سے دیکھا ہے کہ سب سے بڑا عیب ہے کہ اس کی دقہر  
کی نگاہ کے سبب جہل کو تر پنے کی تربت بھی نہیں آتی اس کی نگاہ قہر سے عاشق نیم جان تر پنے بغیر ہی جان دے  
دیتا ہے۔  
(۳) اس کے کلام کا مزہ کبھی میری جان کی رگوں میں دایسے طریق سے خنق نہیں کرتا کہ میری ایک ایک رگ میں خمد کھلنے

- (۴) کا نہ نہ آجاتا ہو۔ (کلام محبوب میں وہ لطف ہے کہ میری رگ رگ اس سے حلاوت اندوز ہو جاتی ہے) وہ محبوب ایک سرو ناتر ہے۔ کہ جب محو خرام ہو نہ لہیں ہوا میں لہرا رہی ہوں اور اداؤں کی کثرت سے چمن زار کا عالم نظر آتا ہو تو بھلا باغ میں ہوا میں لہراتے ہوئے سرو کو اس کی رفتار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے لہذا قیاس چاہتا ہے سرو جہاں سے سرو مراد ہو جو ہوا میں جھوم رہا ہو۔
- (۵) وہ دل کے سامنے رام ہو جاتا ہے۔ مگر ایک اشارے سے دوست کے سبب بھاگ جاتا ہے۔ اس لئے شکاری کا ہاتھ اس کے شکار کے لئے کشش کے باوجود اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ بہرہ ندرت نہ سہ پہنچا ہے۔ وہ کسی طرح رام نہیں ہو سکتا۔
- (۶) اس کے ہوش شکار رخسار کے ہوتے ہوئے کہیں اور کند کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی محبت و عشق کے سبب سے شکار کا خیال بھاگ جانے کی طرف جاتا ہی نہیں۔ (ہوش شکار رخسار حسن و جمال کے سبب دیکھنے والوں کے ہوش اور ادب سے والا۔ چمکین و چمکند۔ چمکین اور کند برابر ہیں۔ دونوں بے ضرورت ہیں۔ کہ اس کا رخ ہی شکار کرنے کو کافی ہے۔ لوگ اس کے عشق میں خود گرفتار ہونے کو تیار ہیں۔ پھر گرفتاری کے سامانوں کی کیا ضرورت؟
- (۷) شرع و آئین پر مدار سہی ایسے قائل کا کیا کرے کوئی؟ وہ بھی اپنے رخسار کا جلوہ نہیں دکھاتا۔ جب اس جلوہ کو دیکھنے والوں کا کام حیرت کے سبب ہاتھ کاٹ لینے تک نہ پہنچتا ہو جو بخوبی وہ جلوہ عارض دکھاتا ہے۔ تماشا کی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے ہیں۔ جیسے زمانہ مصر نے جلوہ یوسف دیکھ کر کاٹ لئے،
- (۸) اس نے مستوں کے نکسین جگر کے ٹکڑوں کو ران کے لئے، گزک بنا دیا ہے۔ تاکہ اس کے سبب ذقن کو کاٹنے کی تکلیف نہ پہنچے۔ مسرت عشق اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ہی بطور گزک کھاتے ہیں اس کی ٹھوڑی کو چومنے سے جو سبب صبی ہے۔ محروم رہتے ہیں۔ گزک بریلز اب کے منہ کا ڈالٹھ بدلنے کے لئے جو چیز استعمال کی جائے۔ عشاق کو یا شراب عشق پی چکے ہیں۔ اب انہیں گزک کے طور پر بھخت جگر کھا رہے کوئی ہے؟
- (۹) حضرت خضرؑ کا کیا پوچھتے ہو کہ توفیق خداوندی ان کی رہنمائی تھی۔ ورنہ کوئی شخص اپنی کوشش سے (دویدن) آب حیات کے چشمے پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر حضرت یسٰیؑ کی مدد کے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خضرؑ کو بغیر امانت کے بڑھنا چاہیئے۔ پہلا مصرعہ ایک نسخہ کے مطابق یوں بھی ہے۔ خضر توفیق باوراء برم شد در نہ انہ اس صورت میں خضر توفیق میں امانت ہے اور معنی یہ ہوئے کہ توفیق خداوندی نے خضر بن کر میری عشق کی طرف رہبری کی۔ وہ آب حیات کا چشمہ ہے کہ ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔
- (۱۰) اقبال مندی عروج کی کوشش نے مجھے ایسے مرتبہ پر پہنچا دیا ہے کہ جہاں جبریلؑ کے بازوؤں اور پروں سے اگر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔
- (۱۱) اگر حضرت یوسفؑ کوئیں سے اس شان و حریم کے ساتھ نکلیں تو پھر ان کا اتفاق جس نے انہیں خرید لیا تھا، خریداروں کے نجوم کی دہ سے (اسے) خرید ہی نہ سکے۔ اگر یوسفؑ ایسے حسین ہوتے تو ہر شخص ان کا خریدار بن جاتا اور ایک سے ایک بڑھ کر قیمت لگاتا،
- (۱۲) نظیری! مجھے ڈر ہے کہ کہیں کانوں کے ہوش بھی نہ جاتے رہیں۔ اس لئے کوشش کر کہ یہ لذت ویدار کانوں تک نہ پہنچے۔ آنکھوں نے اس کے حسن کو دیکھا ہے اور وہ مدھوش ہو کر رہ گئی ہیں۔ اگر یہی حسن "صوت" بن جائے تو کانوں کی قوت سماعت بھی اسی میں محو ہو کر رہ جائے۔ شنیدن۔ مصدر یعنی آلہ سماعت یعنی کان،

## غزل نمبر ۶۸

ارکان مفاہیل مفاہیل مفاہیل مفاہیل

حزب مزاج مثنیٰ سالم

عنانِ دل ز خو رانی بفریاد مگمہ دارد • بنالم کاندراں دل نالہ مظلوم رہ دارد  
دل دیوانہ ام را گنج درویرانہ افتادہ است • گداے عشق بازی با جمال بادشہ دارد  
چو گوید کفر مجذوبے باستغفار حاجت نیست • کسے کہ عشق گمہ شد چہ پروائے گنہ دارد

مرا گر ہست کبر سے در و ماغ از کبریا اوست ہ **حباب از جوش دریا باد نخت در کلمہ دارد**  
 تجلی جہا لے ہست در ہر جا کہ ذوقے ہست ہ **بیاباں شور اگرے اور دیوسف بچہ دارد**  
 فقیرے را کہ شہا تیکہ گاہ از خشتاں در شد ہ **چناں خوابد کہ کوئی تیکہ بر خورشید رومہ دارد**  
 حکایتہائے عہد دوستی را کردہ ام از بر ہ **چو مہندوئے کہ بعد از سوختن مہنم نگہ دارد**  
 ہماں بہتر کہ نکشائی سر را ز دل مارا ہ **کہ حرف ہجر خونیں نامہ ماتہ بہتہ دارد**  
 بنجاک پائے گلبن مینویسد شکوہ از غربت ہ **اگر بر شاخ طوبے بلبلے آرام گہ دارد**  
**چینون غم از جادوئے آرد و نظیوی را**  
**ز اشک آہ شب سلطان باخیل و سپہ دارد**

- (۱) دوسرا مصرعہ پہلے میں تو اس لئے نال کرتا ہوں کہ اس کے دل میں مجھ مظلوم کا نالہ اتر کر سے۔ مگر وہ محبوب، انور اور خود رانی اپنے دل کی عنان کو تیری فریاد کے سننے یا فریاد ہی اسے روکے رکھتا ہے۔ میری فریاد کو نہیں سنتا اور نہ اس سے اپنی طبیعت کو متاثر ہونے دیتا ہے۔
- (۲) میر سے دو اسنے دل کا خزانہ دیرانے میں بڑا ہے۔ دیر اول تلاش ہے اس کی دولت اس کے پاس موجود نہیں ہے۔ گویا ایک فقیر ایک بادشاہ کے ساتھ عشق رکھتا ہے۔ محبوب بادشاہ ہے اور میر اول گدا۔
- (۳) جب کوئی مجذب کلمہ کفر کہے تو اسے توبہ و استغفار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حالت جذب کی وجہ سے معذور ہے، اسی طرح جو شخص عشق کے سبب گمراہ ہو جائے اسے گمراہی کی پرواہ ہے کہ وہ بھی جذب عشق کی وجہ سے معذور ہے۔
- (۴) اگر میر سے دماغ میں کسی قسم کا کبر و غرور ہے تو وہ اسی کی ردی ہوتی، عظمت و بزرگی کی وجہ سے ہے۔ دوسرا مصرعہ مثال کے طور پر حباب کے سر میں نخوت کی ہوا اور بیاباں کے جوش کے باعث (پیدا) ہوتی ہے۔
- (۵) جہاں کہیں ذوق عشق ہوتا ہے وہیں اس کی تجلی حق موجود ہوتی ہے۔ اگر بیاباں شورش میں آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک کنوئیں میں حضرت دیوسف (منظر حسن) قید ہو گئے ہیں۔
- (۶) وہ گدا کہ کئی راتوں تک اس (معتوق) کے دروازے کی اینٹ اس کی تیکہ گاہ رہی ہے۔ لایسے نرے میں اتنا ہے کہ آیا وہ جامہ اور سورج پر تیکہ لگانے ہوئے ہے۔ اس کے در کا گدا فقیری کو شاہی سے بڑھ کر جھٹتا ہے۔ تیکہ بر چیز سے یا کسے (اشق)۔ اعتماد اور مجھ دس کرنا۔
- (۷) میں نے عاشقی کے زمانے کی داستانوں کو ازبر کر رکھا ہے۔ اور میرا ایسا کرنا اس ہندو کی مانند ہے، جو جل جانے کے بعد ایندھن کی جگہ داشت کرتا ہے۔
- (۸) یہی بہتر ہے کہ تو ہمارے دل کے راز کو کھولنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ ہمارا نامہ دول (خونیں ہجر کی داستان کو تو درتہ لپٹے ہوئے ہے) دھندلے عشق و فراق سے نہیں جاسکتا۔ خونیں نامہ کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور ہجر کی بھی یعنی خونیں ہجر کی داستان یا ہمارا نامہ خونیں۔
- (۹) (دوسرا مصرعہ پہلے) اگر کسی بلبل کو شاخ طوبی پر بھی قرار گاہ مل جائے تو وہ پھر بھی درخت گل کی خاک پاکی طرف اپنی ساری کا شکوہ کلمہ جیتی رہے گی۔ عاشق کو معتوق کا دروازہ چھوڑ کر کتنا ہی مرتبہ بلند مل جاے وہ اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وطن کو چھوڑ کر خواہ کس قدر آرام نصیب ہو مگر وطن نہیں بھولتا۔
- (۱۰) غم کے حملے نظیری کو ڈنگا نہیں سکتے۔ راز جادو آرد و دن:۔ بھیدا دینا۔ قلم نہ رہنے دینا، کیونکہ ہمارا یہ سلطان (نظیری) رات کی آہوں اور آنسوؤں کا لشکر اور فوج رکھتا ہے۔ زغم عشق کے مقابلہ کے لئے اس کا اشک و آہ موجود ہے۔ مطالبہ کہ عشق میں آہیں چھینتا اور آنسو بہاتا ہے۔



# غزل نمبر ۶۹

بحر رمل مثمن مخدوف

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ناوک غم جاں شگافد سینہ گر چو شن شود ، عشق مقناطیس گرد و دل اگر آمین شود  
 سینہ پر حسرتے دارم کہ از اندوہ او ، تابنزدیک لب آرم خندہ را شون شود  
 پیش شد سرگشتگی چند آنکہ پاکیم پیش شد ، سر بتاریکی نہادم تار ہے روشن شود  
 یک تہ از تو در کارست صد عالم مرا ، غم نہ دارم گرا جابت با دعا شون شود  
 شب تر غم ہائے غم بیدار و خلق را ، ہر کر اسوز و چراغے نالہ ام رخن شود  
 من ہم از فریاد خود آزرده میگروم ولیک ، گر بہ بندم لب ز افقاں سینہ مژزن شود  
 بسکہ میتو جائے جاں برہمن تنگ شد ، گر گریباں را بدوزم چاک دامن شود  
 وصل اگر خواہی نظیری شوق را سر پایاز  
 نور عشق است ایں چراغ وادی امین شود

- (۱) غم عشق کا تیر خواہ سینہ زہ بھی بن جائے۔ جان کو چیر ڈالتا ہے۔ اور دل اگرچہ لولہ سخت، ہو جائے مگر عشق مقناطیس بن جاتا ہے اور اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔  
 (۲) غم اگرچہ جاں میں ہے پہاں بچکن کو دل ہے غم عشق کرنے ہوتا غم روزگار ہوتا،  
 (۳) میں ایسا حسرت بھرا سینہ رکھتا ہوں کہ اس دہشوق کے غم میں اگر میں نہیں کہی لبوں کے نزدیک لاتا ہوں تو وہ بھی فریاد مٹم بن جاتی ہے۔ جس میں اتنی میں کدوخی کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا،  
 (۴) جس قدر میرے قدم آگے بڑھتے گئے اسی قدر میری سرگشتی بڑھتی گئی۔ میں نے تاریکی کا رخ اس لئے کیا تا وہ تاروخن ہو جائے۔ دھن ہے تاریکی کی طرف جاؤں تو راہ روشن ہو جائے کیونکہ تقدیر ایسی ہے کہ تو من مانگا کریں گے اب سے دعا بجز یار کی آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ  
 (۵) تیری ایک توجہ کی ضرورت ہے۔ کہ میری مراد کے سینکڑوں جہاں برائیں گے۔ (و۔ لزوم کے لئے ہے) اگر قبولیت میری دعا کی دشمن بن جائے تو مجھے کوئی غم نہیں ہے بلکہ نکو تیری اونے توجہ میری کار بر آلوں کی کھیل وضامن ہے۔  
 (۶) میرے غم کے لئے رات کو لوگوں کو سونے میں نہ دیکھیں شخص سے گھر میں بھی چراغ روشن ہوتا ہے میرے نالے اس کے لئے روشن بن جاتے ہیں چراغ میں روشن ہو تو وہ بچہ نہیں ملتا۔ اہل درد رات کو میرے نالے سنتے ہیں تو وہ تاروخی وجہ سے سو نہیں سکتے۔ گویا ان کا چراغ بھی جلتا رہتا ہے۔  
 (۷) میں بھی اپنی فریاد سے تنگ آجاتا ہوں لیکن کیا کروں کہ، قرب کو فریاد سے روکتا ہوں تو میرے سینہ میں رزون ہو جاتا ہے  
 (۸) درد و عشق کا ضبط طاقت انسان سے باہر ہے۔  
 مراد دلیت اندول اگر کویم زبان کو نہ  
 وگروم در کشم ترسم کہ مغر اتخاں سوزد

(۷۱) تیرے فراق میں میرے جسم پر جا رہا جان ایسا تنگ ہو گیا ہے رگوں میں گریبان کو پٹانکے لگاتا ہوں تو دامن بھٹ جاتا ہے رجان کو ایسے کپڑے سے استعارہ کیا ہے جو تنگ ہو جاتا ہے کہ اس قسم کا کپڑا اگر ایک طرف سے سیا جائیگا تو دوسری طرف سے بھٹ جائے گا عشق میں گریبان دامن پہاڑ نا معلوم ہی ہے مطلب یہ کہ تیری جدائی میں میری جان کا جسم میں رہنا مشکل ہے

(۸) اسے نظیری! اگر تو وصل چاہتا ہے تو شوق و طلب کو سرمایہ بنایہ نور عشق ہے اور یہی بڑھکر دادی ایمن کا چراغ بن جیگا (عشق مجازی عشق حقیقی پر منتقل ہو گا)

## غزل نمبر ۷

بحر ہزج مثمن سالم  
ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

دلہ از نالہ خوش گردید امید اثر باشد ۔ جسے آسود شستم اس خدنگم کار گر باشد  
اگر دزدیدہ دید نہا نباشد ہر پاس ل ۔ محبت از تغافلہائے سجا در خطر باشد  
ز ہجرال روز مارا در غبارِ عالمے دارد ۔ نہا شد در شب ماروشی گرد صبحر باشد  
نگویم جرم او ارگشت شرم غمزہ را نازم ۔ کہ صدرہ مژدہ ام دیدوز عالم بخیر باشد  
مکن دورم کہ بس دشوار باشد بال افتادین ۔ اسیرے را کہ گردے زین حرم بر بال پر باشد  
دلہ تا خواہاں سایش نگیرد روز خور سندی ۔ بخاطریشوہ آید کہ آں جا نسوز تر باشد

منظومی شاد ہم باشی کہ خدنگار دیرینی  
کہ امیں قدر قیمت پیش او خاکت لبس باشد

(۱) اب کے مرتبہ ہر اول نالے سے خوش ہوا ہے اس لئے آخر کی امید ہے۔ میری چٹکی کو بہت آرام محسوس ہوا ہے میرا یہ تیر ضرور کار ہو گا رفتا نے مجھے کما۔ فکر میں کا خیال ہے کہ نشہ نے پر لگنے والے تیر سے چٹکی کو آرام محسوس ہوا کرتا ہے۔ شاعر نے نالہ کو تیر سے استعارہ کیا ہے

(۲) اگر عشق کی اور دیدہ نگاہ میں بھی دل (عشق) کی پاسداری کے لئے نہ ہوں تو پھر محبت (محبوب کے) سجا تغافل کی وجہ سے معرض خطر میں ہو رہا جو کبھی بھی عشاق کو دزدیدہ انگاری سے دیکھ لیتا ہے ان کے دل کو تو دھارس رہتی ہے کہ ہماری طرف سے بالکل ہی بے خبر نہیں ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو عاشق مایوس ہو کر عشق ترک کر دیں گے

(۳) وہ اپنے ہجر کے سبب سے ہمارے دن کو ایک جہان تاریکی میں ڈالے ہوئے ہے اس کے ہجر کے باعث ہمارا دن بھی شب سیاہ کی مانند تاریک ہو رہا ہے اب اگر سوچیں بھی آجائیں تو ہماری شب و روز ہجر روشن نہ ہونگے گی۔

(۴) اگر اس نے مجھے مار ڈالا ہے تو میں اسے اس کا جرم نہیں قرار دیتا۔ بلکہ میں اس کے غمزے کی (اس) شرم پر فخر کرتا ہوں کہ اس نے غمزے سے مجھے بیکر دیا۔ غمزہ مژدہ دیکھا اور ہجر بھی میرے حال سے بے خبر ہی رہا (شرم غمزہ)۔ گو یا غمزے نے مجھے مار ڈالا اور شرم کے مار سے تجال سے کام لیا۔ گو یا اسے خبر ہی نہیں کہ کس نے مارا ہے

(۵) تجھے اپنی قربت سے ہر دم تر کر کیونکہ اس قیدی پرندے کے لئے جس کے بازوں اور پروں پر اس چار دیواری کی گرد

پڑ چکی ہو اڑنا بہت مشکل ہے رجو تیرے عشق میں پھنس چکا ہے اس کا تیرے در کو چھوڑ کر چلا جانا ممکن نہیں۔ گویا وہ ایک قیدی پرندہ ہے جو اڑنا بھول چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے بال و پر اس دروازے کی مٹی سے لھڑے ہوئے ہیں۔  
 (۶) اس خیال سے کہ کہیں، ایسا نہ ہو کہ میرا دل آرام و آسائش کا خوشگوار ہو جائے رستہ و شادمانی کے دن بھی اس عشق کی طبیعت میں ایسی ایسی اداسی آتی ہیں جو پہلے سے کہیں زیادہ جانور ہوتی ہیں دین سرست دوسل کی گھڑیوں میں جی بجز و فراق کی یاد سے نڑ پادیتا ہے۔  
 (۷) غیری افرصن کیا کہ تو اس بات پر خوش بھی ہوئے کہ تو اس کا، پرانا خد متکا رہے مگر تیرے سر پر خاک اب یہ تو بتلا کہ اس کے نزدیک تیری کیا قدر قیمت ہے، صرف ویرینہ خد متکا رہی قابلِ فخر و مسرت نہیں۔ بلکہ محبوب کے نزدیک کچھ قدر و قیمت ہو تو پھر واقعی قابلِ فخر امر ہے۔

## غزل نمبر ۱

بحر مضارع مثمن، اضرب مکفوف محذوف، ارکان: مفعول فاعل لات مفاعیل فاعل نون

بہرگز سیر گل دل محزون نہیں رود ۱ یار از خیال غمزہ بیرون نہیں رود  
 عشق از جہاں بریدن از خود گدشتن ست ۲ کار و فائز پیش با فسون نہیں رود  
 مرداں بجا بخرم و توکل رسیدہ اند ۳ یک دل مریدہ نیست کہ دخول نہیں رود  
 از زخم عشق درین ہرنگ کشتہ ایست ۴ از خون ما کجاست کہ جیخوں نہیں رود  
 لذت بخواب برودہ و شادی بغافل ۵ در بردے کہ او شبیخوں نہیں رود  
 در حرف تلخ نوش لباب صد و قیقہ ۶ کوتاہ میں ز لفظ مبضموں نہیں رود  
 مرغان دشت راز غم دل جبراحتے ست ۷ شب نیست کیں خروشن ہاموں نہیں رود  
 از بیکہ روشد از در مقصود حاتم ۸ آہم ز انفعال بگردوں نہیں رود  
 آنرا کہ گوش دل شنود نا لبس ست ۹ عاشق بد رس پیش فلاطوں نہیں رود  
 راہ و فائز تفرقہ عشق بستہ شد ۱۰ ویرست ناقہ بر سر مجنوں نہیں رود

” بولے نسیم فقر و ظیلوی شفیہ است

از رہبت ج و تخت فریدوں نہیں رود

(۱) غمزہ شخص کا دل بہرگز سیر گل کو نہیں چاہتا، حزن عشق کے خیال سے یا کسی وقت نکلتا ہی نہیں، عاشق کو مشوق کے سوا کوئی چیز پسند نہیں آتی اس کے لئے محبوب کا رخسار ہی گلزار ہے مجھے دماغ نہیں خندہ بائے بے جا کا  
 (۲) غم فراق میں تکلیف سیر یا رخ نہ دو  
 (۳) دنیا سے کٹ مارا ایک ہر جاندار خودی سے گزر رہا، عشق ہے وفا کا کام کسی جاو اور شتر سے انجام نہیں پاسکتا عشق و وفا کا تقاضا ہے کہ

صہ کہ دنیا کے تعلقات سے بھٹی انقطاع کر دیا جائے اور عوی کو ترک کر دیا جائے

(۳) راہِ عشق و معرفت کے بہار اپنے پختہ ارادے اور خدا پر محروسہ کے سبب کسی مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کوئی بھی دل ریسہ (عاشق) ایسا نہیں ہوگا جو خون میں است پت نہ ہو رہا ہو عشاق اور عرفا اپنے عزم و توکل کے سبب عشق و معرفت کی مجلسِ برداشت کر کے ہی مراتبِ بلند پر فائز ہوتے ہیں

(۴) بنا کر دہِ خون رگے بجاگ و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۵) ہر پتھر کے صحیح عشق کے زخموں کے سبب کوئی نہ کوئی کشتہ بڑا ہے ایسی جگہ کوئی ہے جہاں ہمارے خون کا دریائہ بہا ہو (عشق نے ہر مقام پر اپنی جائیں میں کہیں اور اپنا خون بہایا ہے)۔

(۶) دوسرا مہرہ پہلے بہرہ دل جس پر وہ عاشق یا عفت، شجون نہیں مارتا۔ وہ دیند میں مزے لیتا ہے اور غفلت میں خونیلا سناتا ہے (خواب غفلت میں وہی مبتلا ہو سکتا ہے جس کے دل میں عشق کے جذبات پیدا نہیں ہوئے۔ درز عاشق کو نیند اور غفلت کہاں)

(۷) خیریں لبوں (مشتوقوں) کی کروی باتوں میں سینکڑوں نکتے مفہم ہیں مگر کوتاہ بین شخص لفظ سے مضمون تک نہیں پہنچتا اور وہ الفاظ کو ظاہری معنوں پر معمول کر کے ان کی حقیقت کی طرف سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ اور اس لئے ان نکتوں سے جو ان میں موجود ہیں بے خبر رہتا ہے۔ مفہوم یہ ہے محبوب کے افکار میں جو اقرار کا پہلو اور اقرار میں جو انکار کا رنگ ہوتا ہے۔ اس کے ادا فرائض بہت تھوڑے ہیں۔ یہ مضمون اگر پرانا ہے لیکن نہایت لطیف ہے۔ نظیری کا پیرایہ دکن نہیں اس کے مقابلے سے خود دیکھئے

میر سے اصرارِ بیم میں نہاں تھی میری مایوسی ترے اقرارِ آساں سے تیرا انکار پیدا ہے

(۸) خود تیرے ہونٹ یہ کہتے ہیں کہ بوسہ لے لو اور مشتوقوں کی ہوتی ہے اجازت کیسی جنک کے پردوں کو بھی غلے دل عشق کا زخم لگ چکا ہے ایسی لئے کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ یہ خردوش عشق خنک میں نہ اٹھتا ہو درمغانِ دشت کے خروش کو غم عشق کا نتیجہ قرار دیا ہے

(۹) چو نہ میری حاجت در مقصود سے رد ہو چکی ہے ملاں کے دروازہ سے جو میری حاجت روائی کے لئے در مقصود ہے میں نام کام لوٹ چکا ہوں اس لئے اب شرمندگی کی دھڑ سے میری آہ آسمان پر نہیں جاتی

نالہ جاتا تھا پر سے عرش سے میرا اور آپ لب تک آتا ہے جو ایسا ہی ارساوتا ہے

(۱۰) جس شخص کے دل کے کان سننے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ اس کے لئے ایک نالہ ہی کافی ہے بلکہ اس ایک نالہ سے عشق کے اسرار و رموز کو سلوم کر سکتا ہے، عاشق سبق پڑھنے کے لئے افلاکوں کے پاس نہیں جایا کرتا (عاشق کا لب غم عشق ہے۔ جو دل سے نکل رہا ہے نہ کہ فلسفہ و حکمت کی مسایل) عشق اور عقل شعری و بنیائیں ہمیشہ اسی کشمکش میں مبتلا رہے ہیں۔ عقل و خرد کی پارسیاں ایک طرف اور عشق و خیور اور بیباک کی جانبازیاں دوسری طرف یہ کشمکش ازلی اور ابدی ہے اور اس کشمکش کا بہترین مغسیر آج کل اقبال ہے

اچھا ہے دل کیا تھوڑے باسماں قبل لیکن کبھی اس سے تنہا بھی پھوڑ دے

(۱۱) بے خطر کو دبڑ آتش نرود میں عشق عقل سے محو نہا خدائے لب بام بھی

عشق کے شرف کے باعث وفا کا راتہ بندہ ہو چکا۔ عہد ہوا کہ ناقہ کیلے تجوں کے پاس نہیں جائا۔ (محبت عشق یہ ہے کہ عاشق عشق میں کیسے ہوگا مشتوق کے سوا کل دنیا و مافیاسے بے پروا اور نئے خبر ہو جائے۔ تقریر اس کے برعکس حیثیت کا نتیجہ یہ تھا کہ مشتوق خود عاشق کی جدائی میں بیتاب ہو کر اس کی تلاش کو نہکتا اور وفا کا نام زندہ کرتا۔ مگر اب چونکہ یہ کیفیت نہیں رہی اس لئے وہ حالت بھی قائم نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ عشق صادق لوگوں میں نہیں لگتا۔)

(۱۲) نظیری افقر کی شہر کی خوشبو بوگھ چکا ہے۔ اس لئے ودا ب فریدوں کے ناج و دشت سلطنت، پہلے بھی اس الٹے سے بھٹک نہیں سکتا (نظیری فقر کو فریدوں کی سلطنت سے بڑھ کر جانتا ہے۔ پامال مضمون ہے۔ اور سعدی کے اس مشہور شعر کی تفسیر)

اے ول ماگر بیدہ حقیق بنگری درویشی اختیار کنی بر تو نگری



# غزل نمبر ۲۷

بحر رمل مثمن مجنون مخدوف سکن

ارکان: سنا علاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

سازم آں مے نمک آلود کہ پیغم باشد ، افکنم مشک در اں حقہ کہ مرہم باشد  
ہست راحت الم کلبہ احراں برین ، غم از اں خانہ کنم وام کہ ماتم باشد  
ہر شہم عشق با فسوں نوے بند و خواب ، کا گے پیش شود بیت جو محکم باشد  
شرح سودائے دلم را سر ساماں مطلب ، کار آنست کہ چوں زلف تو دریم باشد  
دعویٰ زورہ دروغ است کہ عاشق بآید ، کم بقا تر بر خورشید ز شبنم باشد  
ہر کسے از تو نشا نے بگماں میگوید ، کس ندیدیم کہ در بزم تو محرم باشد  
ہرگز از نخل پری کس شراش نخید ، تخم این نہر گیا در گل آدم باشد  
غیر اخلاص و محبت نبود شیوہ ما ، جو روید اوبراں غمزہ مستکم باشد  
نکنند بتدہ مجبور گنایے اما ، اوب آنست کہ در پیش تو ملزم باشد  
کہ ملائک ز سر سدرہ بجابت آیند ، زلفت از کف ندہد گر بہہ حاتم باشد

نہم نمک بود

از تنک حوصلگی ہائے نظیری در وصل

عشق حرمان ابد گرد و بدش کم باشد

(۱) میں اس شراب عشق کو اس لئے نکا آلود بنا رہا ہوں۔ تاکہ وہ بے غم کی ہو جائے۔ (نک ملائے یا اس کے استعمال سے شراب کا نشہ کم ہو جایا کرتا ہے۔ یہاں نک ملائے سے مراد آنسو بہانے سے غم کم ہو جایا کرتا ہے) اور میں اس دُنیہ میں مشک ڈالتا ہوں۔ تاکہ وہ مرہم کا کام دے۔ (میں اپنی آہوں کو آسمان پر پہنچاتا ہوں۔ انہیں نکالنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ گویا آہوں نے مرہم کا کام دیا۔ اگرچہ مشک زخم سے لئے مضر ہے مگر یہاں وہی مفید ہے) دوسرے معنی وہ شراب جو بے غم یعنی بے کیف ہوتی ہے۔ اس میں نمک ملا کر اس کو تیز کرتا ہوں اور مرہم میں مشک ملا تا ہوں تاکہ زخم جگہ کی لذت میں شدت اضطراب کا اضافہ ہو۔

(۲) کنوار کی جھونپڑی کا رنج دالم میر سے لئے راحت کا موجب ہے میں تو اسے گھر سے غم کو بطور قرض لیا کرتا ہوں جس میں ماتم بیاہور ماتم کہہ سے بڑھ کر غم کہاں ہوگا مطلب یہ کہ میں سچ دلم کو برداشت کر کے اس کا عادی ہو چکا ہوں۔ بلکہ مجھے ای میں راحت بخوشی ہوتی ہے)

(۳) عشق ہر رات نئے جاوے میری خواب بندی کو دیتا ہے۔ کیونکہ جن قدر بند خواب بندی کا مضبوط ہوگا رات قدر بیداری زیادہ ہوگی (عشق کے سبب مجھے نیند نہیں آتی۔ گویا وہ نئے سے نئے جاوے کے ذریعہ ہر شب میری خواب بندی



کر دیتا ہے۔ اس کی خواب بندی کا عمل گویا روزانہ دہرایا جاتا ہے۔ جو کہیں اثر میں کمی نہ جائے،  
 (۴) میرے دل کے سودا و عشق کی شرح کے لئے مہر و سامان کی تلاش مت کر کہ حقیقت میں درست کام وہی ہے  
 جو تیری زلفوں کی طرح پریشان و درہم ہو عشق میں دل پریشان ہے اور یہ پریشانی ہی شایان عشق ہے،  
 عاشقی! عاشقی میں ناکامی  
 (۵) ذرہ کا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ عاشق کو تو یہ چاہیے کہ وہ آفتاب کے مقابلے میں شبنم کے قطرے سے بھی کم  
 بقا ہو۔ ذرہ کا دعویٰ عشق خورشید غلط ہے۔ اگر وہ عاشق صادق ہو تا تو آفتاب کے سامنے اتنی دیر بھی باقی نہ رہتا  
 جتنی دیر شبنم رہتی ہے۔ عاشق وہ ہے جو جمال عشق کو دیکھتے ہی نعت جان اس کے حوالہ کر دے۔  
 (۶) ہر شخص تیرا انسان صرف گمان اور انکل کی بنا پر دیتا ہے۔ ہم نے ایسا کسی کو بھی نہیں دیکھا جو تیری محفل کا راز دان  
 ہو۔ اس ذات ہمہ دی کے متعلق حقیقت سے آشنا کوئی بھی نہیں۔ سب لوگ اپنی اپنی کجھ اور عقل کے متعلق قیاس آرائیاں کرتے  
 ہیں۔

ہیں۔

حرم جو یاں در سے را ہے پرستند  
 فقیہاں دفتر سے را ہے پرستند  
 (۷) کسی شخص نے بھی کبھی تیری کے درخت کے محبت دانس کا پھل نہ چنا۔ بلکہ یہ مہر کیا کایج صرف انسان ہی کی فطرت میں کھپ  
 دیا گیا ہے۔ تیری کو محفل قرار دیا ہے اور اسی کی مناسبت سے شعر کا لفظ لایا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم عشق صرف انسان کا خاصہ  
 (۸) ہمارا شیوہ اخلاص و محبت کے سوا کچھ نہیں۔ اور ظلم و ستم اس غمزہ کے لئے مستم ہے۔ عاشق کا شیوہ اخلاص و محبت اور عشق  
 کا طریقہ غمزدوں سے ظلم و ستم کرنا ہے۔  
 (۹) بندہ مجبور تو کوئی گناہ نہیں کرتا لیکن ادب یہی ہے کہ وہ تیرے سامنے ملزم قرار دیا جائے۔ بندہ مجبور ہے۔ کوئی کام وہ  
 اپنے اختیار سے نہیں کرتا۔ اس کے گناہ بھی اس کی مجبوری کا نتیجہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ سب کچھ تیرے ہی حکم سے  
 کرتا ہے۔ مگر یہ کہنا کہ تو اس سے گناہ کرتا ہے۔ گستاخی ہے، اس لئے اسی کو ملزم کہنا چاہیے مثلاً جبر و اختیار وہ  
 گرہ ہے کہ سلجھنے سے اور ابھرتی ہے اور جو اس مسئلہ پر دنیا کے شعراء میں کہا گیا ہے خود ایک گرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔  
 لفظوں سے الٹ پھیر۔ ذہنی قلابازیاں اصل حقیقت سے گریز بھی کچھ ہے۔ نہیں تو جواب اس سوال کا نہیں ہے۔  
 فانی مہر سے عمل ہمہ تن جبر ہی سہی! سائچے میں اختیار کے ڈھالے ہوئے تو ہیں  
 (۱۰) اگر سدا ملتے کی چوٹی پر سو فرشتے بھی مانگنے کے لئے آئیں۔ تو خواہ حاتم جیسا تھی! ہی کیوں نہ ہو تیری زلف کو ہاتھ سے نہیں  
 دے گا۔ عاشق سب کچھ دے سکتا ہے مگر تیری زلف کو کسی مہر میں بھی ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔  
 (۱۱) نظیری کی کہ صلیب کی جذبے اگر عشق اسے عین وصل میں میشت کی محرومی دلا دے تو وہ بھی تھوڑی ہے۔ نظیری بہت متاع حاصل  
 نکلا کہ وصل میں اپنے آپ پر ضبط کا یمن نہ رکھ سکا۔ اگر اس بنا پر اسے بطور سزا ہمیشہ کے لئے محروم وصل کر دیا جائے تو پھر بھی یہ اس  
 کے لئے کافی سزا نہیں ہے۔

## غزل نمبر ۳۷

ارکان۔ مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین مفاہیلین

بھرنہ جی مٹھن سالم

کسے کو تشنہ وصل مست باکوثر نمے سازد ۱۔ باب خضر اگر عاشق رسد لب تر نمے سازد  
 کلمہ بخشی و سر بازی شراب عشق مے آرد ۲۔ سرے کیں نشا اگر مش ساخت باافسوس سازد  
 بشدانی مزین طعنم کہ بہت از آب خل کے دل ۳۔ کہ طفلش غیر حرف عاشقی از بر نمے سازد  
 عجب کہ آسمان سماں تو انداد کام را ۴۔ چو طالع از کسے برگشت باختر نمے سازد  
 کد میں شعلہ روشن می کند مشب چراغم را ۵۔ کہ مہرے را نمے بینم کہ بال و پر نمے سازد

اگر بیگانہ گر محرم دلش میسوز و از در دم ۶ کسے سویم نئے میند کہ چشمے تر نئے سازد  
 ز روز وصل در شکم ز شام ہجر و افغان ۷ دے دیوانہ دارم کہ باد لبر نئے سازد  
 رہ غیرت خطرناکست پنبائیں تماشکن ۸ دران اوی کہ عشق دوست باتن ہر مین سازد  
 برائے متحان وارچہ مانی راچہ آذر را ۹ اگر خود میشود بتگر ز خود بہتر نئے سازد  
 ہماں عشقت بر خود چیدہ چندین سال ۱۰ کسے بر معنی یک حرف ہر قدر نئے سازد  
 ندانم حال شہائے نظیری این قدر دلم  
 کہ جز بایں نئے گرداند و بستر نئے سازد

- (۱) دسل کا پیاسا کوثر پر قناعت نہیں کر سکتا۔ عاشق اگر آجیات (کے کنارے) کے پاس بھی پہنچ جائے تو وہ ہوں کو تر نہیں کرتا (عاشق کو تیرے دیدار کی ضرورت ہے۔ وہ کوثر اور آجیات کا پیاسا نہیں ہے) ۷
- (۲) شراب عشق نکلاہ بخشی اور سر با تازی کا وصف (پیدا کردیتی ہے) جو شخص عشق کی شہابی لیتا ہے نئی عاشق ہو جاتا ہے۔ وہ پھر سر اور سر کی زینت کے سامانوں کی پروا نہیں کرتا جس سر کو نشہ و شراب عشق کا گرا دیتا ہے وہ تاج کے ساتھ وقت نہیں کر سکتا۔ وہ تاج کو اتار بھینکتا ہے۔ عاشق محبوب کے لئے سلطنت و حکومت کو بھی لٹا کر دیتا ہے۔
- (۳) مجھے عشق و عاشقی کا لعل نہ دے کہ میرا دل ایسی آب و خاک (فطرت سے) وجود میں آیا ہے کہ ہاں کے سچے عاشقی کے سچے کے سوا اور کچھ یاد ہی نہیں کرتے عشق دل کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے اس لئے میں عشق و رزی کے لئے مغذ و رہوں گویا دل کا خیر عشق ہی کی سر زمین کی مٹی سے اٹھایا گیا ہے، ۷
- (۴) اگر آسمان میرے کام کو سرا بخام دے سکے تو تعجب ہو گا کیونکہ جب کسی شخص کی قسمت ہی اس سے پھر گئی ہو تو وہ پھر تارہ کو کیا کرے۔ (طالع و انوار کا اشارہ گردش میں ہوتا ہے اس کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا ناممکن نہیں) ۷
- (۵) وہ کونسا شعلہ ہے جو آج رات میرے چراغ کو روشن بخش رہا ہے میں کس کے عشق میں جل رہا ہوں؟ تجال (کوئی چوٹی بھی ایسی نظر نہیں آتی جو بال و پر نہ نکال رہی ہو) میری روشنی عشق سے چوٹیاں بھی پروانوں کی طرح آمادہ جانا نہ ہی نظر آتی، میں مطلب یہ کہ میرے عشق نے ہوا ہوس کو بھی عشقا زبنا و یا حملات بچھا ضرور ہے۔ ہنگامہ عاشقی نے وہ وہ بازار تباہ کر م کیا ہے کہ ذرات موجودت کے دل میں تین و ذوق کے جلو سے تڑپ رہے ہیں۔
- (۶) خواہ کوئی بیگانہ ہو اور خواہ میرا محرم راز ہو ہر ایک کا دل میرے درد پر چلتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو میری طرف دیکھتا ہو۔ اس کی آنکھیں تر نہ ہو جانی ہوں (عجم عشق نے مجھے اس قدر زبوں حال بنا رکھا ہے کہ کوئی شخص تو بہلے بغیر میری حالت کو مہرچ کر سکتا) میں روز وصل کے سبب رنک میں ہوں اور شام فراق کے باعث فریاد میں میرا دل ایسا دیوانہ ہے کہ محبوب کے ساتھ خواہش کا وصل ہو اور خواہ اس کا بھر کسی طرح نہا نہیں کرتا نہایت نفس شکن ہے غالب نے اسے بہت صاف کیا ہے ۷
- (۷) سچی دل کا گلہ کیا یہ وہ ناکہ زول ہے کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا ۷
- (۸) غیرت عشق کا راستہ نہایت خطرناک ہے اس کی وسعت ملاحظہ ہو کہ جس وادی میں اس کا محبوب کا عشق موجود ہوتا ہے وہاں سرتق سے موافقت نہیں کر سکتا عشق میں غیرت ہوتی ہے۔ عاشق عشق میں سر تک دے دیتا ہے رشا اس کو غیرت عشق پر محمول کرتا ہے کہ مر گویا یہ نہیں گوارا کرتا کہ تن بھی عشق میں اس کا شہ باب کا رہے۔
- (۹) بیشک وہ آواز ایش کے لئے مانی یا آزر کو بلائے بلکہ اگر وہ خود بھی بت گرن جائے تو اپن سے بہتر تصویر یا مت نہیں بنا سکتا (عشوق اپنے حسن میں کمال ہے اس سے بہتر صورت نہ کوئی ہے سے بڑا معتقد اور نہ کوئی قابل سے قابل بت تراشی یا ناسک ہو

بلکہ خود مجرب بھی اگر بہت گریہ کر اپنے سے بہتر نہ بنانا چاہے تو ممکن نہیں یہ شعر نعتیہ مضمون کا حال بھی ہو سکتا ہے مسئلہ امتناع نظیر اس سے بہتر ہیرائے میں شاید ادا نہ ہو سکے اس سے پہلے نعت میں ایک کلاسیکی شعر چلا آتا ہے

(۱۰) جو کچھ عشق کے متعلق کہا گیا اور لکھا گیا ہے وہ خود عشق کی ہی ہنگامہ آرائی ہے۔ در نہ انسان کی کیا مجال تھی کہ ایک لفظ عشق کی شرح میں دفتر کے دفتر کو ڈالتا مطلب یہ ہوا کہ اس داستان میں فطرتا وسعت اور انتشار کی طاقت موجود ہے کہ بے اختیار پھیلتی ہی چلی جاتی ہے۔

عشق میگویم و جان سے دہم از لذت دے  
(۱۱) یہ تو معلوم نہیں کہ رات نظیری پر کیسے گزرتی ہے۔ ہاں یہ خبر ہے کہ بستر نہیں بچھاتا البتہ اضطراب میں پہلو بدلتا ہے تو تیکہ ساتھ بدل لیتا ہے۔

## غزل نمبر ۷

ارکان: مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن

بحر محبت مثنوی مجنون محذوف

بیا کہ بیتو غم از خاطر م بدر نرود ۱  
دراں بساط کہ من خوان عشق را بیم ۲  
ز شہر خویش مرا شہرہ تو دور انداخت ۳  
چہ میشود چون کریمیاں رہ غیب ز نند ۴  
تطیع شوق تو نازیم و آن پیر ایش ۵  
دل تزار و تن برد بار خواہد عشق ۶  
چو خون مردہ سیاہ رو سے باد و رتہ پست ۷  
دل کم بیا د تو دریا نمود چشم و مہنوز ۸  
بر آستانہ رہے مے نما نطیوی را  
۹ کہ قدر مجلس خاصاں بایل قدر نرود

ن شرح

(۱) آبا کرتیر سے بغیر میر سے دل سے غم نہیں جاسکتا تیر سے وداع ہونے کا منظر، میر سے دل سے اور تیری جدائی کا نقشہ میری نظر سے کسی طرح دور نہیں ہوتا۔

(۲) جس مقام پر میں عشق کا دسترخوان بچھاتا ہوں وہاں کھی میری تلخی (تلخ عیشی) کو چھوڑ کر تنہا کی طرف نہیں جاتی رکھی شہر نی کو پسند کرتی ہے بلکہ میری تلخی عشق میں شکر سے بڑھ کر لذت ہے۔ جھل پرست اگر عشق کی تجویز سے خبردار ہوں تو ہوس چھوڑ کر عشق اختیار کر لیں۔

(۳) تیری شہرت نے مجھے اپنے شہر سے دور نکال دیا ہے مگر کوئی شخص اپنی مرضی سے تو سفر پر نہیں جاتا شہرہ تو تیر سے عشق میں جو مجھے شہرت برلی وہ دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ حالانکہ میں اسے پسند نہ کرتا تھا تو گویا میں اپنی مرضی کے خلاف سفر

- (۴) کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ یعنی بھی ہو سکتے ہیں کتیری شہرت حسن بن کر میں ترک وطن کر کے تیرے پاس آ گیا۔  
اگر سخی تو غیب ہی مسافروں کو تو تیرا متروک کر دیں اور دوسرے ملکوں کے۔ اسے بند کر دیں۔ تاکہ ان کی خبر تک نہ جاسکے  
تو پھر کیا نتیجہ ہو اگر ابھی ہی۔ پہنچی پر اتر آئیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے،
- (۵) میں تیری شوخ طبیعت اور اس کی اس پذیرائی (اثر قبول کرنے کا مادہ پرنازاں ہوں کتیرے دل سے اگرچہ پیری) بات اتر جائے مگر اس کا اثر نہیں جاتا۔ اگرچہ تو میری گذارشات کو بھلا دیتا ہے مگر ان کا کچھ نہ کچھ اثر تیرے دل میں باقی رہتا ہے۔ میں اتنے پر بھی پھولا نہیں سماتا ہے
- (۶) کس منہ سے شکر تیرے اس لطف خاص کا۔ پریش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں  
عشق کا تقاضا یہ ہے کہ دل نہایت نیاز میں لطیف اور رقیق ہو یہ حرکت نسیم سے مقتطرب ہو جائے۔ لیکن جسم مصائب کا ننگ ہو کہ اضطراب قلب پر مضطرب کرے۔ اور منہ کے بل نہ کر پڑے۔

- (۷) آنکھ کو حسرت دیدار کی دولت بخشی عشق نے آگ کو مٹی میں سمونا چاہا  
(دوسرا مصرعہ پہلے) وہ دل جو تیرے شہر کی نوک پہر نہ چلے عشق کی صنوبریوں کو برداشت نہ کرے خدا کرے وہ مرد سے  
کے خون کی طرح کھال کے نیچے سیاہ رہی رہے وہ دل جو عشق کی لذت سے آتشا ہودہ دل کھلانے کا مستحق نہیں۔
- (۸) میرے دل نے تیرے خیال میں آنکھوں کو دریا بنا دیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا دیے، اور پھر بھی تیرے خیال کی شراب مختصر سے ظرف میں نہیں سما سکتی دل کا ظرف اتنا فراخ ہے کہ اس نے اپنے لہو کو آنسو بنا کر آنکھوں کے ذریعہ دریا بہا دیئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کا ظرف اتنا وسیع نہیں ہے کہ اس میں تیرا خیال اور تصور پوری طرح سما سکے۔
- (۹) نظیری کو اپنی جو کھٹ دکھا دے (اجازت دے کہ وہ تیری جو کھٹ پر بیٹھ جائے) کیونکہ خواہوں کی مجلس کی نشان میں اتنی سی بات سے کمی نہیں آجائے گی میں حقیر ہوں اور تیری مجلس میں عوام کو با نہیں ل سکتا۔ مجھے آستان پر ہی جگہ دے دے۔ کہ اس سے مجلس کی قدر میں کمی نہ ہوگی۔

## غزل نمبر ۹

ارکان: مفعول فاعلات مفعائیل فاعلان

بحر مضرع مشن انہرب کثوف محذوف الآخر

آمد سحر کہ دیر و حرم رفت و رو کنند ، تا باز م از نصیب چہ خوں در سو کنند  
ما قابل نشاط و شکر خند یستیم ، تا شہد خوشگوار کرا در گلو کنند  
آنانکہ تنگ ظرفی مارا شنیدہ اند ، مے بہر آرزویش ما در سو کنند  
آلودگی ز گریہ ز داماں نمیرود ، دلق مرا بشعلہ مگر شست و شو کنند  
تصدیع کم کنند گل و بادہ تابکے ، در کار بید ماعی ما آبرو کنند  
کو زخم عاشقانہ کہ در جلوہ گاہ حسن ، صد چاک دل بتارنگاہے رفو کنند  
تو کار دل بغزہ معشوق و اگزار ، بے طاقتی مکن کہ نکویاں نکو کنند  
حق عطائے عشق نسا ز ندایچ ادا ، گر خلق عمر در سرائیں گفتگو کنند

دیگر ز آب دیدہ نظیری بخوششت

چندال نماں دل کہ غم و غصہ رو کنند!

- (۱) (پھر صبح نکل آئی ہے کہ لوگ دیر درجہ کو صاف دہاک رہا اردو بہارو سے) کر ڈالیں۔ دیکھیں قیمت سے میرے سبوں میں پھر کون سا خون ڈالتے ہیں (صبح ہوتے ہی مندر مسجد کو لوگ صاف کرنے لگتے ہیں۔ لیکن میری قیمت میں نہیں معلوم کیا تازہ مہیست آنے والی ہے)
- (۲) ہم تو مسرت اور شکر خند کے قابل نہیں ہیں و ہماری قیمت میں نشا و مسرت کہاں، دیکھیں کہ خوشگوار شہد کس کے حق میں پڑھاتے ہیں (کون خوش نصیب و بدامعقوب یا لذت و حظایط دنیوی سے شاد کام ہوتا ہے)
- (۳) وہ جنہوں نے ہماری تنگ ظرفی کے متعلق کوئی بات سن رکھی ہے۔ (وہ آئیں اور ہماری آغوش سے لئے شراب سبوں میں ڈالیں) ہماری تنگ ظرفی کی داستانیں غلط ہیں۔ آزمائے دیکھو۔ کہ مشکوں کے مشکے چڑھا جائیں۔ مئے بہ ساغر نہیں بلکہ مئے سبوں کندہ کہہ کر اپنی وسعت ظرف کو ظاہر کیے)
- (۴) دامن کی آلودگی صرف رونے سے نہیں جاسکتی (رونے سے گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ اگرچہ لوگوں کے گناہ گریہ سے دھل جاتے ہیں۔ مگر میرے گناہ ایسے سنگین ہیں کہ میرا دامن آگ گریہ سے نہیں پاک ہو سکتا) اس لئے میری گدڑی کو تو شاید آگ ہی سے پاک صاف کریں۔ (جو کپڑا پانی سے پاک نہ ہو اسے جلادیا کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے شاید آتش و درخس جلنا پڑے)
- (۵) شراب و گلاب در دوسرے کو کم کریں۔ (مجھے زیادہ زحمت نہ دیں) کیونکہ آخر کب تک وہ ہماری بے وفائی کے کام میں اپنا کبر و کھوتے رہیں گے۔
- (۶) کہا ہے کوئی عاشق نہ زخم! کیونکہ جس کی جلوہ گاہ میں دل کے سینکڑوں چاک نکلاہ کی ایک تار سے روفر ڈالتے ہیں (محبوب کی ایک نگاہ عاشق کے تمام غموں کو بھلا دیتی ہے۔ جا مزد و ربدہ اور زخم کو ٹانگا لگا دیا کہتے ہیں۔ جو یا معشوق کی نگاہ کبھی دھکا کا ہے۔ جس سے زخم دل سیاہا سکتا ہے۔ دل شکستہ و رن کوئے میکنند و دست چنانکہ از خود شناسی کہ از کجا بشکست تو اپنے دل کے کام کو معشوق کے غم سے بے ہوش کر دے بے تابی کی اظہار) نہ کر کہہ لو لکھے ہیں (محبوب) وہ اچھا ہی کہہ لے (معشوق تمہارے دل سے مناسب سلوک کریں گے۔ تمکویاں معشوق
- (۷) (دوسرا موقع پہلے) اگر لوگ تمام عمر ایسی گفتگو میں صرف کریں۔ تو پھر بھی عشق کی بخششوں کے حق میں سے کچھ بھی ادا نہیں کر سکیں گے کہ عشق انسان کو کیا کچھ بخش دیتا ہے۔ اس کی قیمت طویل ہے اور انسان اُن میں سے ایک ہی حق بھی ادا نہیں کر سکتا۔
- (۸) نظری پھر آنکھوں کے پانی (آنسوؤں) کے سبب خون میں ملیٹا ہوا خون ہو رہا ہے) اب (میرا) دل اتنا اس قدر بھی نہیں رہا۔ کہ غم و غمہ اس کی طرف رخ کر سکیں۔ (دل بالکل خون ہو رہا ہے چکا ہے۔ غم و غمہ کہاں سما سکتے ہیں)

## غزل نمبر ۷

بحر بزمین ضرب کفوف محذوف الآخر

اِکسان: مفعول مفعول مفعول مفعول

عیشم خوش از آں شعلہ افروخته باشد ۱ نقل دل ریشم جلر سوختہ باشد  
از محنت البستم آنکس شود آگاہ ۲ کز تیغ جفا چاک دے دوختہ باشد  
در عرصہ گلزار کند نالہ ز تنگی ۳ مرغے کہ بچ قفس آموختہ باشد  
نیکوئی مادر رہ باز از خریدند ۴ عیش نمنا غیبت کہ بفروختہ باشد  
محتاجی ما باعث آسائش باشد ۵ غارت نخورد و ہر کہ بند وختہ باشد  
گرمی مفروشید کہ در مجلس مایست ۶ شمعے کہ نہ از سوز خود افروختہ باشد

از صدق نفس چند زنی لاف نظیری

مُشک است ہمہ مُرب اگر سوختہ باشد



- (۱) میرا عیش تو کچھ اس بھڑکتے ہوئے شعلہ استعارہ ہے جگر سوختہ کے لئے ہی سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میرا زخمی دل میرے جگر سوختہ کو نقل بناتا ہے۔ رخت جگر سوختہ عشق میں کھاتا ہوں۔
- (۲) میری خاموشی لب بستن کی مشقت سے وہی شخص آگاہ ہو سکتا ہے جس نے کبھی جفا کی تنوار سے چاک دل (دکڑا کر بھر) کیا ہو۔ تنوار سے زخم کھانا اور پھر اس زخم کو ٹانگے لگوانا جس قدر تکلیف دہ اور درد انگیز ہے عشق کے درد کو خاموشی سے آہ کئے بغیر برداشت کرنا بھی اتنی ہی ناقابل برداشت ہے۔
- (۳) رد و مہر امصرعہ پہلے، وہ پرندہ جسے سنجھش میں پڑھایا گیا ہو۔ وہ وسعت گلزار میں تنگی کے سبب نالہ و فریاد کرنے لگتا ہے۔ رجن حالات میں کوئی شخص بدورش پاتا ہے وہ انہیں مخصوص اور محدود حالات میں خوش رہتا ہے۔ درد دہ گھبرانے لگتا ہے یہی حال عاشق کا ہے کہ وہ محبوب کے عشق کے محدود دائرہ ہی میں بند رہنا چاہتا ہے۔ اور اس سے باہر کی کائنات سے اسے وحشت ہوتی ہے۔
- (۴) ہماری تنگی اور غربی کو تو لوگوں نے بازار میں خرید لیا۔ مگر اس کا عیب ایسا سامان نہیں ہے جو یک بسکے ہماری سی خوبیاں لوگوں نے اپنے میں پیدا کر لیں۔ عیش۔ اس کا عیب۔ بے وفائی، یا عادت جو روٹم وغیرہ۔ ہمارے سوا اس کے عیب کا کوئی خریدار نہیں۔
- (۵) ہماری محتاجی ہماری آسائش کا سبب بن گئی کیونکہ جس شخص نے کچھ جمع نہ کیا ہو وہ لٹتا نہیں۔ ہمارے پاس جب کچھ نہیں ہے تو لٹنے کا خوف کیسا؟
- رہا کھٹکانہ چوری کا وعدہ تیار ہوں بہن کو
- (۶) ہمارے سامنے بگڑی کا اظہار نہ کر دو ہمارے سامنے اپنی گڑی عشق کے متعلق دعویٰ مت کرو کیونکہ ہماری مجلس میں کوئی ایک شمع بھی ایسی نہیں جو اپنے ہی سوز و درد سے نہ بھڑک اٹھی ہو ہماری مجلس میں سب لوگ آتش عشق سے جل رہے ہیں۔
- میں اپنی آگ میں خود جل رہا ہوں دیر بہم سے
- (۷) اے نظیری! تو اپنے کلام کے خلوص کے متعلق کہتے تھے کہ لافیں مارتا ہے۔ اگر مشک جل جائے تو پھر وہ محض شرب (سیسم) ہے۔ تیرا صدق نفس لشک سے مشابہ ہے لیکن تیری لاف زنی نے اسے پیکا کر دیا ہے۔ جیسے مشک جل جانے سے پیکا ہو کر رہ جاتا ہے۔

## غزل نمبر ۷

بحر مضارع مثمن اخرب کفوف مقصور  
ارکان بہ مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل فاعلان

زاں خم کہ ز اہداں بقدرح آپ جو کنند  
شوریدگان صومعہ مے در سو کنند  
یا بتہ جملہ مہر سلیمان و جام جم  
گر خاک راہ میکدہ راشست شو کنند  
در خشت و سنگ میکدہ دیدم معاینہ  
ذوقے کہ سالکاں بخیال آرزو کنند  
از خود گذشتہ دامن پرہیز تر نکرد  
در چشمہ کہ خضر و سلیمان وضو کنند  
ظرفے بہر ساں کہ مبادا بسر روی  
منصور را کمند بلا و رگلو کنند  
تو تباہ زخم فاش کند ورنہ عاشقان  
تار جگر کشند و گریباں رفو کنند

## باکالہاں گزار منطیوی شراب را شدیکے زگلشن ایں دشت بوکنند

- (۱) جس خُم سے زائد لوگ اپنے پیالے میں آب جو ڈالتے ہیں اسی سے شوریدگان صومہ اہل تصوف (اپنے سُبُو میں شراب پُڑل لیتے ہیں) وہ بی عبادت جن سے زائدان خشک کوئی یتیم نہیں پاتے اسی سے اہل دل مستی عرفان حاصل کر لیتے ہیں
- (۲) دوسرا مصرعہ پہلے! اگر شراب خانے کے راستے کی گرد کو صاف کریں دیکھ گئے راستے کی جا رو بکشی کریں یعنی ساکنانِ کمال کی خدمت بجالائیں، تو رب کو سلیمان کی انگوٹھی اور جامِ حمّ ل جائے۔ دل پاک اور طبع صابر میسر ہو جائے۔
- (۳) دوسرا مصرعہ پہلے جس ذوق کی سالک خیال ہی خیال میں آ رہو کرتے ہیں۔ اور وہ انہیں حاصل نہیں ہوتا) میں نے بے اپنی آنکھوں سے معائنہ میکر کے سیر اور اینٹ میں دیکھ لے دے ذوقِ معرفت جسے سالک تلاش کر لے پھر لے
- (۴) عرفان کے میکدے میں موجود ہے: میکدہ اربابِ تصوف کی اصطلاح میں اس مقام کا نام ہے جہاں مشائخ جمع ہوں (دوسرا مصرعہ پہلے) جس چشمے پر خضر اور سکندر وضو کرتے ہیں۔ (یعنی حیشۂ ابجیات) وہ شخص جو خودی کو ترک کر چکا ہو۔ وہ اپنے دامن پر سرنگاری کو اُس سے نہیں کرتا۔ (جو ذاتِ احدیت کے عشق و معرفت میں سرشار ہے۔ وہ ابجیات کو بی کر جمانی زبیر کی حاصل کرنا تہ خیال کرتا ہے)
- (۵) پہلے کلاف بہرہ نیچا لے (جو صلہ پیدا کر کے) ایسا نہ ہو۔ کتر اسر جاتا رہے۔ (دیکھ لے کہ کم ظرفی کی وجہ سے) منصور کے گلے میں مصیبت لٹکا پھندا ڈال لیتے ہیں۔ (منصور کم ظرفی سے اناحق کہہ اٹھا۔ اور پھانسی کا پھندا اُس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ تو ایسا تنگ ظرف نہ ہو جیو)
- (۶) یہ خون بہ زخم کو کھا ہر کوئی تیا ہے۔ ورنہ عاشق لوگ کبھی زخم کو کھا ہر سونے نہیں دیتے بلکہ جگر سے تار دھاگا سلا لے لے لے پھینچ کر گریبان کو ڈکڑا کر لے لے لے۔ (عاشق مہضبط عشقی کرتے ہیں۔ مگر اُن کا خون آلودہ سبیلے اعتقادِ ٹپک کر فتنے راز کو دیتے ہیں۔ جیسے کوئی زخمی اپنے زخم کو چھپائے ہوئے۔ مگر زخم سے موادِ خون پیپ وغیرہ بہہ کر اُس کے زخم کو کھا کھوے)
- (۷) ایسے منطیوی شراب کو کمال لوگوں کے پاس رکھوے۔ (شاید وہ اسی طرح) اس جھک کے باغ کے کسی پہاڑ کی خوشبو نہ لیں۔ (کامل جو عشق و معرفت کی راہ کی تلاش میں سبھی نہیں نکلتے۔ شاید شراب انہیں سستی معرفت و عشق کی کسی ادنیٰ سے لونی کیفیت سے آشنا کر سکے)

## غزل نمبر ۷

ارکان: فاء لاتن فعلاتن فعلاتن فعلان

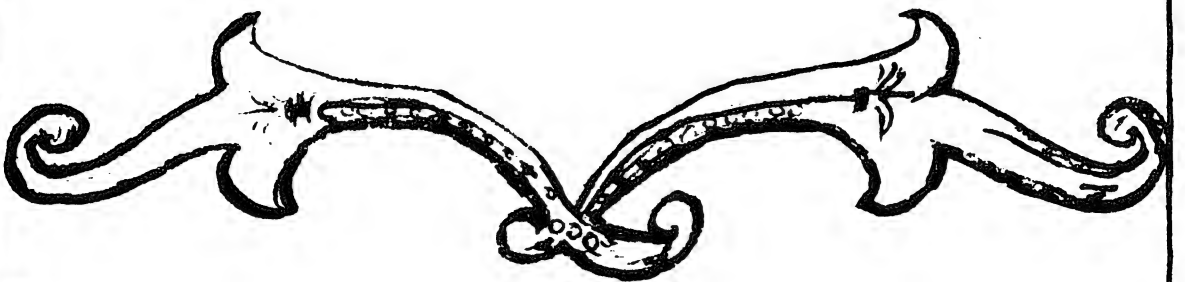
بحر رمل مثمن مجنون شعث مقصور

شب فغاں را بدیر خلوت ما بارے بود ، نالہ برچید اگر دلش آزارے بود  
شورش و عریبہ در شبیں زلف انداشت ، بخت من بود اگر تنہ بیدارے بود  
خوشتن را بدم سحر بدوے بستم ، ہر مہر موئے مرا با رخ و قد کاے بود  
نہ غم نہ عیاں بود نہ آشوب ندیم ، گل بیچار کو گلشن بخارے بود  
مصر ویران دلم را ز بس آتش آو ، یوسف بر سر ہر کوچہ و بازارے بود  
بر دل خستہ من بود رنگا ہش ہر چند ، ہر طرف جاں بکف استاد خریدارے بود

حسن و حیرت بہم افشائے غرض میگردند ، نہ غم پر کشش و نہ زحمت گفتار بود  
در وصالش بندظیری نفسے باقی بود  
دیدمش ہر سر آں کوئے عجب خوار سے بود

نہ غم پر کشش و نہ زحمت گفتار بود

- (۱) رات فریاد و فغان کو ہماری خلوت کے دروازے پر آنے کی اجازت تھی اور ہم غمت میں فریاد و فغان کہتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے دل میں کوئی آزار تھا تو اسے دہم سے دہانوں نے دور کر دیا اور محبوب کے دل میں ہماری طرف سے کوئی گنج تھا تو وہ ہمارے نالے میں گر جاتا رہا۔
- (۲) اس کی زلف کی سیاہی (شب) میں کوئی شورش اور لڑائی نہ تھی۔ بلکہ اگر کوئی فتنہ بیدار تھا تو وہ میرا اپنا ہی بخت تھا (میری بھڑمی و بد نصیبی کی وجہ اس کی زلفیں نہیں۔ بلکہ اپنا بخت نارسا۔ بخت کو فتنہ بیدار کسا ہے بخت خفہ کو بیدار کہنا نہایت نفیس استعارہ ہے)۔
- (۳) میں اپنے آپ کو جادو کے دم سے اس معشوق سے باندھ رہا تھا۔ اور میرے ایک ایک بال کو اس کے خسار اور قد کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ دیر سے بال بال میں اس کے خسارہ قیامت کا عشق سرایت کئے ہوئے ہے۔ گویا میں جادو کے زور سے اس کے ساتھ بندھا ہوا ہوں۔
- (۴) عشق اختیار کرنے سے پہلے نہ مجھے قیوں (دماغ)۔ قیوب (جھوٹے)۔ عوٹے (دوران عشق) کا غم تھا اور نہ اندیم کی پریشانی صرف بغیر کا شوق کا ایک۔ پھول مست کہو بلکہ یوں کہو کہ: اے کانٹوں کا ایک باغ تھا (انسان عشق و رزنی سے یا تخلیق آدم سے پہلے بالکل مرے ہو گیا تھا۔) اس قسم کا کئی پریشانی اور غم نہ رکھتا تھا۔ یہ حالت ایسی تھی جیسے ایک باغ جو جس میں کانٹوں کا نام نہ ہو حالانکہ ایک پھول بھی بغیر کانٹے کے نہیں ہوتا۔
- (۵) میرے دل کے دہران ہر ایک اس کی کشت آمد و رفت کے سبب ہر کچھ و بازار کے سر پر ایک یوسف موجود تھا۔ (خیال محبوب کے دل میں آنے کو اس کی آمد و رفت قرار دیا ہے۔ اور چونکہ وہ ہر وقت اور ہر آن عاشق کے دل میں آتا ہے۔ اس لئے یہ گھس کی کثرت آمد و شد ہوئی۔) دل کو سوڑا دیا ہے۔ جسے عشق نے ہر مادہ کر کے رکھ دیا ہے۔ کہہ عشق کے سوا کسی کا دل مگر کسی نہیں ہوتا مگر کثرت تصور سے محبوب دل کے گوشے گوشے میں سرایت کر چکا ہے۔ اس لئے گویا دل کے ہر گوشے کو چھو کر ایک ایک یوسف موجود ہے۔
- (۶) اگر کوئی طرف کوئی نہ کوئی خریدار جان کو ہتھیلی پر رکھے کھڑا تھا۔ (معشوق کو جان دے کر خریدنے کو تیار تھے یہاں تک اس پر کار کرنے کا حاضر تھے) مگر اس کی نگاہیں میرے شستہ دل پر رہی ہوتی۔ (وہ میرے دل کے آئینوں تکنا چاہتا تھا۔ میرا جلو من دل سب سے براہ کرتا)۔
- (۷) (معشوق کا حسن اور عاشق کی حیرت آپس میں اپنی اپنی غرض کا اظہار کر رہے تھے۔ مگر ایسی طرح کہ نہ حسن کا بازوئیں کا غم تھا اور نہ حیرت کو بولنے کی تکلیف۔ معشوق کے رعب جن کے سلسلے ہمیں حیرت بنا کر رہے۔ ان سے دونوں میں سے کوئی بھی سچ نہیں کہتا۔ مگر آنکھوں ہی آنکھوں سب کچھ کہتے ہیں۔ کہی کا کیا اچھا شہ ہے۔)۔
- من از حیرت تو از ہمیں نہ ایمائے نہ تقریر سے چناں ماند کہ ہم زافراست تصویر سے تبہور سے)
- (۸) اس محبوب کے وصال میں نظیر کا میں صرف ایک سانس باقی تھا (اسید وصال میں آخری سانس ہے) میں نے اسے دیکھا کہ اس کے چہرے میں عجب ولت کی حالت میں تھا۔ (پہلے سحر کا دوسرا سحر وہیں بر خلاف کہ در فرب نظیری میں نہ دہن سب معلوم ہوتا ہے۔ یعنی باوجودیکہ نظیری فرب باو کی بڑی لائیں مارا کرتا تھا۔ مگر حقیقت اس کو چہرے میں اس کی کوئی حد نہ تھی۔ بلکہ بھر خوار تھا)۔



# غزل نمبر ۷

میر دل مٹمن محذوف

امکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

میر و م جایکہ غم آنجا ز دلہا میسرود ۱ نالہ از ہر جا کہ مے خیزد با نجا میسرود  
وقت جاں دادن بدنبال اجل منیم چنانکہ ۲ گوئیہا صد یوسف از پیش زینجا میسرود  
تحفہ رضواں اگر بر کف ندارم دور نیست ۳ تا بمرگ از طفیلم ایمں بہ نجا میسرود  
شاید از دوردی بختا جاں فروشند میفروش ۴ ہر کہ ایک در ہم است آنجا بسوا میسرود  
من بخواہم رفت اما بہر لشکین دش ۵ ہر کجا بسند گویدش کہ فروا میسرود  
بر من اندوہے بجوم آورده ان بجران او ۶ کہ زورش تا میر و م دل در تیر پا میسرود  
میر و م نوع ز کوئے او کہ پنداری بخشم ۷ صد کسم پیش و پس از ہر تقاضا میسرود  
گر ز لورچ چہرہ لیلی ہمی آرد سبق ۸ خاطر شوریدہ مجوں بصحرای میسرود  
۹ شہر و صحرا را نظیوی سوخت از آہ و دواع

میر و د نو عیکہ پنداری ز دنیا میسرود

(۱) میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں دلوں سے غم نکل جایا کرتا ہے اور وہ وہ جگہ ہے کہ نالہ خواہ کہیں سے اٹھے وہیں پہنچتا ہے کوچہ محبوب میں جا رہا ہوں کہ بیشمار عشاق اس کے عشق میں آہ و فغاں کرتے ہیں۔ اور وہ ان نالوں کو سنتا ہے۔  
(۲) جان دینے کے وقت میں موت کے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں گویا زلیخا کے سامنے سے سینکڑوں یوسف جا رہے ہیں اور جان نہتہ ہی عزیز ہے معشوق سے بڑھ کر پیاری ہے۔ ایک جان ایسا ہے گویا زلیخا سے سو یوسف جدا ہو رہے ہوں۔  
(۳) اگر میر سے ہاتھ میں رضواں (وارغہ بہشت) کا تحفہ دوزر ایمان نہیں ہے۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ بچپن سے لے کر موت تک میر ایمان غارت ہوتا رہا ہے۔

(۴) میر ساری نوکلی عشق بتاں میں مٹمن آخری وقت میں کیا خاک مسماں ہونگے  
(۵) اس امید پر کہ شاید فرشتے کچھ میں سے کچھ ہوتے جو اس کے پاس پہنچ دے جس کسی کے پاس ایک درہم بھی موجود ہے وہ خیریت کے لئے وہاں دے کر فرشتوں سے ہاتھ بچھ جاتا ہے۔ دہر شخص اپنی بساط کے موافق معرفت کا طالب ہے۔ آگے قسمت سے کسی کو شراب صاف اور دل کو درد مل جاتی ہے۔

(۶) میں اس کا دروازہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ جس کے دل کے المین کیلئے جہاں کہیں اسے دیکھو۔ کہ وہ کہ وہ نظیری، کل چلا جا رہا ہے۔ معشوق تقاضا کرتا ہے کہ میں چلا جاؤں۔ میں جانے کا نہیں لیکن ایسا نہ ہو۔ کہ وہ عدم تعمیل حکم کی بنا پر برا فرزند ہو جائے اس لئے جہاں کہیں غریب ملے اسے یہ کہہ کر کل چلا جائے گا غلطہ آکر ویا کر دے۔

(۷) اس کے فراق میں مجھ پر غم و اندوہ اس قدر بجوم کہ آئے ہیں کہ جیب میں اس کے دروازے سے جاتا ہوں۔ تو دل پاؤں کے نیچے صلا جاتا ہے۔ رجوم نم دالم میں دل سلا جاتا ہے۔

- (۷) میں اس کے کوچے سے اس طرح نکلتا ہوں کہ گویا سینکڑوں آدمی میرے آگے پیچھے غصہ سے تقاضا کرتے جا رہے ہیں نہایت  
جھوری کی حالت میں نکلتا ہوں۔ گویا سینکڑوں آدمی جھپٹ و غصب کی حالت میں مجھے وہاں سے نکلنے پر مجبور کر رہے ہوں،  
(۸) اگر مجھوں کا شور یہ عشق دل لیلے کے چہرے سے سبق پڑھتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ بھی تو ہوتا ہے کہ وہ میرا کی طرف نکل جاتا ہے  
روحشت عشق میں دروازہ ہو کر آبادی کو چھوڑ کر جنگل کو چلا جاتا ہے۔ یہی آرد کی جگہ ہی آرد ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ مجھوں کا شور یہ دل  
جب رنج لیلے کو دیکھتا ہے۔ اس کے دیدار اور محبت میں مجھ رہتا ہے اگر وہیں عشق کو ترک کر دے تو دیوانہ ہو کر جنگل کو نکل جائے  
(۹) نظیری نے محبوب سے بھگت ہونے کے وقت کی آہ سے شہزاد آبادی کو جلا ڈالا۔ محبوب سے جدا ہوتے وقت نہایت ڈنک  
آہ پیچھے ہوئے تو اس طرح زھمت ہو رہا ہے۔ گویا دنیا ہی سے جا بڑا ہے۔ محبوب سے جدا ہائی اس پر ایسی شاق گزر رہی ہے جسے گویا  
اس کی جان جا رہی ہے)

## غزل نمبر ۷

ارکان: مغل خلاق مغل مغل

بحر محبت ثمن مجنون محذوف

بکشت لبوز کہ نام اماں نخواہم برد ۱ دعا بدر دسر آسماں نخواہم برد  
مکن ملاحظہ از کشتنم کہ روز جزا ۲ ز رشک نام ترا برباں نخواہم برد  
ز دل طپیدن آغاز عشق میگفتم ۳ کنیز معاملہ غیر از زیاں نخواہم برد  
ز اضطراب دلم روز وصل معلوم است ۴ کہ از بلائے شب ہجر جاں نخواہم برد  
بس ست چند کنی از فراق بے رنجی ۵ و گر بخویش تحمل گماں نخواہم برد  
اگر ز دامن یوسف گزند بالینم ۶ سرے کہ وقف تو شد آستان نخواہم برد  
بایں ملال کہ من میر دم بسوئے چمن ۷ چہ جائے غنچہ کہ برگ خزاں نخواہم برد

نظیری اس چہ بلندی و تیزی پرور نیست

ز شوق رہ لبوئے آسماں نخواہم برد

- (۱) رشک مجھے مار ڈال اور بے ترک، جلا دے میں اماں کا نام بھی نہ لوں گا۔ اور آسمان کے درد سر کے لئے دعائیں کروں گا (فریاد و فحشا)  
کو آسمان پہنچ کر اسے زحمت نہ دوں گا۔ کہ میرے آزاد عشق میں کمی ہو یعنی عشق میں انتہائی آلام و مصائب برداشت کرنے کو تیار ہوں)  
(۲) مجھے تحمل کرنے میں نام نہ لے کہ خوشی کے دن رشک کے سبب میں حیران نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ (روز جزا کی پرسش سے بھر کر میرے  
کونے میں متامل نہ ہو کہیں شکایت تو ہی ایک طرف رشک سے حیران نام تک نہ لوں گا۔ امیر خسرو کہتے ہیں،  
چودہ زحمت کش دریا چہ کشتی ۳  
بہ نہی گفت قربان توں نام نہانم  
بہ نالی میں دفن نہ کر مجھ کو بعد تن ۴  
میرے پستے غن کو کیوں تیرا کھر ملے  
(۳) آغاز عشق ہی کی دل کی تڑپ کو دیکھ کر میں کہا کرتا تھا۔ کہ اس معاملہ سے میں نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ کروں گا (عشق کا آغاز ہی جب دل  
کی جلیں بے قراری و غیو سے ہے تو انجام کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے)  
(۴) میری روز و میل کی بے قراری اور بے چینی سے صاف ظاہر ہے۔ کہ میں شب بھر کی محبت سے جان سلامت نہ لے جا سکوں گا۔ (عجب  
میں وصل میں بیتابی کا یہ عالم ہے۔ تو بھر میں کب نہ نہ نکلی سکوں گا)



(۵) اسے ذائقہ بہت ہوگی۔ کب تک بے رحمی کے جانتگا۔ اس کا کیا کیا ہوں کہ میں کچھ بھی اپنے متعلق تحمل کا نشان نہیں کروں گا میرا خیال تھا کہ میں عشق میں بہتر قسم کی عیبیتوں کو برداشت کر لوں گا مگر مجھ پر جو بے رحمی کے عذاب نے میرے اس زعم کو باطل کر دیا ہے۔ اور میں اس کی برداشت کرتا نہیں لاسکتا)

(۶) خواہ یوسف کے دامن کو میرا تکیہ بنائیں مگر جو سہ تیرے لئے وقف ہو چکا ہے۔ اسے تیرے آستانے سے نہیں اٹھاؤں گا دامن سر کو تیرے آستانہ محبت پر رکھ چکی ہوں۔ وہ اب یہی جو میرے کے سامنے نہیں چھٹک سکتا

اچھا! آگے بڑھتا ہے جو عاشق سے اس کی لطف کشی کی ہمارا دیدار کچھ اب زینبی عار بہتر ہے

(۷) جس رنج و ملال کی حالت میں چین کی طرف جا رہا ہوں۔ اس میں غمی کا تو کیا دکھ ہے۔ غزاں کے موسم کے پتے تک بھی نہ پاسکوں گا۔ درست و امینا کو بہا چین اور گل سے اور رنج و غم کو غزاں سے استعارہ کیا کرتے ہیں۔ شا عہ تہا ہے بہر طول ہوں۔ اس حال میں اگر بارغ جاؤں تو بارغ کو غزاں کے موسم سے بھی بہتر حالت میں پاؤں گا۔ رنج و غم کی انسان کو سامان شادی بھی ناگوار گزرتا ہے

(۸) اسے نظیری ایسے قدر بلند کی اور نیز پر داری ہے۔ اس شوق بلند پر داری سے میں آشیانہ کا راستہ نہ پاسکوں گا۔ (مصفا میں کی تلاش میں بہت بلند اڑ رہا ہوں بلکہ خطہ یہ ہے کہ اتنے بلند مصفا میں کو ادا کیسے کر سکیں گا۔ یہ نظیری کا خاص صفت ہے کہ باوجود فتنہ پر داری کے رسالت شکر کی پابندی قائم رہے۔ مولانا عبد الرحمن صاحب ممرات الشعراء اس مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اس شعر کو اپنا دلائل کی آخری کڑی قرار دیا ہے پتے۔ بزم خاص امت اور نکتہ بدستور بیا رہے معنی دو مطلب کن سخن دور بیا رہے

## غزل نمبر ۱۰

بحر مل متھن محذوف

ارکان :- فاعلان فاعلاتن فاعلاق فاعلن

حسن چند سے سر بدل شوق خود ائی دہد  
شہ چو گیر و ملک اول بیغائی دہد  
دیدہ عاشق نیاید ذوق از دیدار دوست  
گرہ اول ترک دید نہائے ہرجائی دہد  
لذت و تماشائے از من پس آب تلخ و شور  
ذوق کوثر در مذاق مرد و صحرانی دہد  
گرد و از جان داوخم معلوم شوق روست  
زاں نمے میرم کہ ترسم مرگ سوئی دہد  
در بیابانہ نمے گنم اگر طغیان شوق  
بند بکشاید چو سلیم سر بسیدائی دہد  
گسہ تلخ و طبع لیسر باں بخش پذیر  
صوت مطرب بادش بگزار گزاری دہد  
شکوہ کمتر کن مضبوطی گر کسے یاری نکرد  
رخت ماسوز و چہ نقصان تماشائی دہد

(۱) حسن کچھ عرصے تک رعنائی اور دل مشغولی کو کھلی اجازت دے دیتا ہے۔ (سرداران و کھلی چھوڑ دینا۔ اجازت دے دینا) کہ بادشاہ جب کسی ملک پر قبضہ کرتا ہے۔ تو پہلے اپنے لئے (لوٹنے والوں کو) دے دیتا ہے۔ (ابتداء میں معشوق شوقی و رعنائی سے نیا دہ کام لیتا ہے تو چاہتوں بادشاہ سے۔ اور شوقی و رعنائی اس کی فوج کے ساتھ لیتا ہے)

(۲) (دوسرا شعر پہلے) اکھاشن کی آنکھ پہلے ہرجائی نظر بازی کو ترک نہ کر دے۔ تو وہ دیدار دوست سے کوئی ذوق نہیں پاسکتی رعنائی کا لطف جیسا حاصل ہو گا۔ کہ عاشق بہر حسین صورت کو دیکھنا چھوڑ دے اور صرف حسن محبوب پر ہی قناعت کر لے

(۳) اس کی گائیوں کا مزہ مجھ سے بڑھ جائے گا۔ کہ مولائی آدمی کو کچھ اور گڑوا پانی کو شری سا لطف دیتا ہے (محرانی لوگ پانی نہ ملنے کی وجہ سے شور اور تلخ پانی کو بھی غنیمت مانتے ہیں۔ اسی طرح مجھے معشوق کی بے لیاں لذت دیتی ہیں۔)

کتنے شہید ہیں تیرے ایسا کہ قیاس کالیاں کھائے بے مزہ نہ ہوا

(۴) میرے جان دینے سے دوست سے میرا عشق تو ظاہر ہو جائیگا مگر میں اس لئے نہیں مرتا۔ کہ مجھے خوف ہے۔ کہ میری موت (اُس کی) رسوائی کا باعث ہوگی۔ (اُس کے عشق میں جان دینے میں مجھے تامل نہیں۔ میں جان دے دوں۔ تو بیشک یہ تو معلوم ہو جائیگا کہ میں اُس کے عشق میں صادق ہوں۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ اُس سے وہ کُروا ہو جائیگا۔ ایک تو اپنی سنگدلی کی وجہ سے دوسرے ہوشیاری سے (عشق کی وجہ سے)

(۵) اگر عشق کی طغیانی سیلاب کی طرح میرے بند کھول دے۔ اور مجھے حشر و رزی کے لئے کھڑا چھوڑ دے۔ تو میں (اُس قدر پھیل جاؤں گا) بیابانوں میں بھی سمراؤں۔ (عشق پھیلنے پہ آگے۔ تو زمین و آسمان کی دھتیں اُس کے لئے تنگ ہیں)

(۶) ہمارا اگر یہ تلخ ہے اور میرا جان (محبوب) کی طبیعت تلخی گریہ سے، ناراض ہو جانے والی ہے۔ اُس لئے اس کے دل کے پاس تو مطرب کی آواز (نغمہ) گورنے دو۔ کہ وہ اُسے سکون دے۔ (ہمارا اگر یہ تلخ نہیں بلکہ مطرب کی صدا کے نغمہ موجب کی طبیعت کی رعیت پذیر کو مائل پسکون کر سکتی ہے)

(۷) اُسے نظیری (اگر کسی نے) مدد نہیں کی۔ تو کچھ نہ کرے کیونکہ اگر ہمارا سامان حل رہا ہے۔ تو اُس سے تماشا یوں کی نقصان ہے۔ (اگر کوئی عشق میں تمہاری کسی نے دستگیری نہیں کی۔ تو غم کو مضطرب ہے کیونکہ اس کا نقصان ہوتا ہے۔ یا جس کو تکلیف پہنچتی ہے اُسی کو احساس ہوتا ہے۔ دیکھنے والے تو صرف تماشا ہی ہوتے ہیں۔)

## غزل نمبر ۱۲

ارکان بفضل مغفیل مغفیل فغلاں

بھرنج مثنیٰ اخب کف

گل آمد و علم زد دل سنگ بر آورد ۱ اشکم ز تماشاے چمن رنگ بر آورد  
میں خواست ز مرغان چمن شور بر آید ۲ یک نغمہ مغنی بھسب آہنگ بر آورد  
عشق آمد و در شہر خود آئین خرد و دید ۳ تا شہر بتا راج رو و جنگ بر آورد  
مطرب زہر مخرقہ سالوس بدر کرد ۴ گرد ہمہ شہر مبدف و جنگ بر آورد  
شب نیست کہ ز شادی بسیار نگیم ۵ غم خوردن کہ حوصلہ را تنگ بر آورد  
یکبار عجیب و بہر خویش ندیدم ۶ در حبیب و غل آئینہ ام رنگ بر آورد  
در راہ وفاے تو نہ طو لیست نہ عرضے ۷ شوخی تو فرسنگ بفرسنگ بر آورد

ایں خون شدہ دل بسکہ خرابست نظیری

دیشش تو نہ تو امش از رنگ بر آورد

(۱) وہ پھول (عجیب محبوب) آیا۔ اور میرے پتھر کے (سے سخت) دل سے (سرخ آنسو) نکال لایا۔ (میں حسینوں کو دیکھتا تھا اور اپنے دل کو متاثر نہ ہونے دیتا تھا گویا میرا دل پتھر تھا۔ کہ جن سے اثر پذیر نہ ہوتا تھا جو جس کو اب دل دیا ہے اس کی صورت دیکھتے ہی بے قابو ہو گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے) اور تماشاے چمن سے (یعنی دیدار محبوب سے جو چمن ذرا حق ہے) میرے آنسوؤں نے رنگینی حاصل کر لی (آنسوؤں کو رو بونے کے سبب سرخ چھوڑنے سے مشابہت) مطرب یہ چاہتا تھا کہ مرغان چمن میں اس کے نغمہ کو سن کر غم و رونا بھلی پیدا ہو جائے۔ اس لئے وہ ایک ایک نغمہ کو کوئی کئی

پہلوؤں سے گانے لگا۔  
(۳) عشق آیا اور اس نے اپنے شہرِ دل میں عقل کے طور طریقے اور رسم و رواج دیکھے۔ اس نے ڈرائی شروع کر دی۔ تاکہ شہر کو دیران کر دے۔ دل عقل کا مالک تھا۔ مگر عشق اور عقل ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ عشق نے آتے ہی دل کے آئینہ خود کو ہر شہر کی کوئی روزِ بکر ڈالا۔ در شہر خود میں لطف یہ ہے کہ گویا دل در حقیقت عشق کی ملکیت ہے۔ اگر عقل و خرد بھی اس پر بھی تاقبض ہو جائیں تو ان کا قبضہ عارضی اور غاصبانہ ہے۔ دیکھئے اقبال کی مشہور نظم رومی کے متعلق جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

نئے شہرِ دہم نہیں بہ ناخن فکر عقدہ ہائے حکیم الہانی  
اور یوں محکم ہوتی ہے: سہمِ خرد راہِ عشق سے پوئی  
(۴) آنکہ منہ خیال او گیتی نخل، آمد تنگ دامانی  
بجراغِ آفتاب سے جوتی  
مطرب نے میرسن پر سے مکر و ریا کا لباس اتار ڈالا۔ اور دف اور جنگ کے ساتھ مجھے تمام شہر کے گرو گھمایا۔ (عشق و معرفت میں ریاکاری نہیں رہتی۔ بدت و جنگ بر آورو۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ اس نے خود سالوں آتا پھیدھا ہے۔ پایہ کہ خود سالوں کے سبب مجھے دلیل کہنے کے لئے تمام شہر کے گرو پھرایا کہ لوگ ایسے خرقہ پوشوں سے اجتناب کریں)

(۵) کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں کسی ایک خوشی کے سبب سے بکثرت نہیں رہتا۔ کوئی ایک خوشی یا کسمدت یا تنگی نہ شاہی بیا رہ کر ب توصیفی بھی ہو سکتی ہے۔ و ذر سرت۔ و ذر سرت سے بھی آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے ہیں کہ جملہ کے لئے غم برداشت کرنا باعثِ تنگ ہے۔

(۶) میں نے بھی اپنے حبیب و ہمنم پر غور نہ کیا۔ گویا میرے آئینہ عقل کو حبیب و غل میں پڑے پڑے، زنگ لگ گیا ہے میں نے بھی محاسبہ نفس نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب مجھے حبیب و ہمنم میں فرق نہیں نظر آتا گویا میری قوت تمیز بیکار ہو گئی ہے جس طرح آئینہ کو اگر بیکار پڑا رہنے دیا جائے تو کچھ عرصے کے بعد زنگ آلود ہو جائیگا۔

(۷) تیری دفا کے راستے کا طول ہے نہ عرضِ معشوق کے ساتھ عاشق کی وفاداری کسی خاص منزل پر پہنچ کر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ یہ منزل جبرِ ختم ہے مگر اس خیال ہے کہ عاشق گھبرانے جاتے، تیری توحی اسے ایک ایک فرسنگ کر کے لئے جاتی ہے ایک منزل طے کر چکے پر تیری توحی کہتی ہے کہ راہِ دفا میں ایک فرسنگ اور ہے۔ جب عاشق وہ بھی طے کر لیتا ہے تو پھر وہ ایک فرسنگ باقی بتایا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا نقیاس

(۸) اسے نظیری! یہ خون شدہ دل چونکہ دیران اور برباد ہو رہا ہے اس لئے میں اسے شرم کی دھڑ سے تیرے سامنے پیش نہیں کر سکتا میرا دل برباد تیرے لائق نہیں ہے،

## غزل نمبر ۱۲

ارکان۔ فاعلان، فلاتن، فعدتن، فعلن

بحرِ رمل، مثنوی، مسمکت

نالہ را نیست اثرِ کز تو شکایت دارد ۱ ورنہ ما گرم و عایم و سہرایت دارد  
مردہ رازندہ نماید دمِ مابو الجباں ۲ آتش از گرمیِ ما چشمِ حمایت دارد  
ذوقِ ہر مرغِ باندازد پروازِ خودست ۳ عشقِ بازی نمود ہر چہ نہایت دارد  
عملِ صالح و طالح بچوے نستاند ۴ ہر کجا کار تعلق بعبادت دارد  
کس چہ داند ہمہ مایہ بنا بود و رود ۵ جنسِ نایاب خریدم کہ گفایت دارد  
دفترِ نالہ مار انکشا نیست ز ہم ۶ ہر در دست برو تا چہ حکایت دارد

کفر و ایمان نبود بشرطِ نظیری در عشق

تو کافر بنمایم کہ ولایت دارد

- (۱) نالہ اس لئے ہے آخر ہے کہ دھیرا شکوہ رکھتا ہے درد ہم مصروف د عالمیں اور وہ تاخیر رکھتی ہے زمانہ کی نارسائی کی وجہ شوق کا تقاضا نہیں بلکہ اس میں مجرب کا شکوہ شامل ہے۔ اس لئے غیر موزون ہے۔
- (۲) ہم ایسے بوجب ہیں کہ ہمارا سانس مردہ کو زندہ کر دیتا ہے اہلک ہماری گرمی و عشق سے حمایت کی امید کھتی ہے عشق تو مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ اور اس کی تیزی آگ کی حدت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ چشم حمایت دارد حمایت کی امید ہمیشہ اپنے زیادہ طاقتور سے رکھا کرتے ہیں۔ اس گرمی حیات کے باوجود آہیں بھوت پر موزون نہیں ہیں غالب
- وہ نالہ دل میں جس کے برابر جگہ نہ پائے جس نالہ سے ٹکاف پڑے آفتاب میں  
وہ سحر مد عاظمی و آئے کام جس سحر سے سینہ روان ہو مہراب میں
- (۳) ہر پرند سے کا ذوق اس کی پرواز کے مطابق ہے رقتنا کوئی مرغ بلند پرواز ہے اسی قدر بلند ذوق ہے۔ وہ غنچہ بازی ہی نہیں جس کی کوئی حد انتہا ہو پرواز عشق کہیں ختم نہیں ہوتی،
- (۴) دوسرا شعر پہلے جہاں کام مہربانی سے تعلق رکھتا ہے وہاں نیک اور بد عمل کو ایک جہ کے بدلے بھی نہیں لیتے۔ دہماری کلہر آری خدا کی دیکھا ہے اس کی عنایت پر موقوف ہے۔ عمل مدار نجات و فلاح نہیں کہ ہمارے نیک و بد اعمال جو جسے نیرزد)
- (۵) غنی کو کیا معلوم کر وہ جنس تمام اصل سرعہ کو بھی لے ڈوبے گی۔ لہم مایہ ناپا و درود بلفظ معنی تمام سرعے کے ساتھ ناپا و چاہیگی میں نے تو اپنے خیال کے مطابق ایک نایاب جنس (عشق) خریدی تھی کہ وہ منفعت ہو گی اگر عشق مجھے بھی رسالت لے ڈوبا ہے۔ تو اس لذت میں اقصا نہیں۔ میں نے مفید کا دربار سمجھ کر اپنی دولت و دل اس میں بیکاری معنی۔ جیسا کہ ایک کا درباری آدمی کیا کرتا ہے)
- (۶) ہمارے نالہ اس کے دفتر کو وہ کھینچتے نہیں راز ہم کشا دن = پھاڑ کر الگ الگ کر دینا کیونکہ اس پرور کی ٹہرنگی ہوئی ہے معلوم نہیں اس میں کیا حکایت درج ہے۔ (اتنا انتظار لئے نعنوں میں دیکھیں تو۔ نالہ کی جگہ نامہ نہ۔ تو مہمون اور بھی صاف ہو جاتا ہے)
- (۷) اسے نظیری اہل عشق میں کیف و ایمان کی کوئی شرط نہیں۔ میں تجھے دھکا دے دکھاؤں۔ جو ولایت کا درجہ رکھتا ہے۔ یاں جو ولایت کا درجہ رکھتا ہوں۔ تجھے کافر دکھائی دیتا ہوں۔ (دور سے ترجمہ کو اردو کا صبیحہ غائب مانع معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس قسم کی مثالیں اساتذہ کے کلام میں تلاش سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ معرفت و عشق عذاب و ذوق بندگی قیود سے آزاد ہے۔ سچ کسیر تاثیر محبت نرسد کفر از عشق تو آدم یاں کوم)

## غزل نمبر ۱۴

ارکان: ذاعتن فعاتن فعاتن فعاتن

بحر رمل متون مخفوف

باعث راند ظلم بزم بجز عار نہ بود ۱ در نہ کس را بمن و بودن من کا رنہ بود  
ناشدم از تو جدا تفرقہ پالم کرد ۲ دولت آں بود کہ ایں فرقت دیدار نہ بود  
ہمہ آساں ز بھرائی تو مشکل گردید ۳ سچ دشوار بدیدار تو دشوار نہ بود  
ببدی در ہمہ جانم بر آرم کہ مباد ۴ خون من ریزی و گویند سزوار نہ بود  
نالہ از بہر رہائی نمکند مرغ اسیر ۵ خورد افسوس زمانے کہ گرفت رنہ بود  
عشقم از سود و زیان دو جہاں فارغ کرد ۶ از چہ کارم ہمہ عمر ایس کا رنہ بود  
خوش دے کہ و نظیری برش شب خالی  
صدغن گفت کہ شاید اظہار نہ بود

- (۱) و عشق کے مجھے اپنی غفل سے نکال دینے کا سبب عار کے سوا کچھ نہ تھا۔ اُسے عادت تھی کہ مجھ جیسے حقیر شخص کو بھی اُس کی غفل میں بار حاصل رہے، اور نہ کسی کو مجھ سے اور بے دہاں ہونے سے کوئی سروکار نہ تھا۔  
 (۲) جب سے میں تجھ سے جدا ہوا ہوں۔ اس عداوت نے مجھے پا مال کر رکھا ہے۔ اصل خوش بختی (دولت) وہی تھی جب کہ بے فرقت دیدار نہ تھی۔ (درازا دیدار ہی سب سے بڑھ کر خوش قسمتی ہے)  
 (۳) تیری جداگی میں تمام آسانیاں مشکلات زمین تبدیل ہو گئیں اور تیرے دیدار کے ہوتے ہوئے کوئی دشواری دشواری نہ رہی۔  
 (۴) میں ہر جگہ بدی میں نام پیدا کرتا ہوں، برائیاں کرتا ہوں کہ بدنام ہو جاؤں تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو میرا خون گرائے اور لوگ کہیں کہ یہ مناسب نہیں لگتا، تجھے فلاں و خطا کا قرار دیں۔ اسی آگے قریب قریب مضمون ہے۔ نظیری کے اس شعر کا ماحصل درخش بے جا نہ بنیش سے آرمِ اعتراض گناہِ بندہ را  
 (۵) قیدی پرندہ راہی کے لئے فریاد نہیں کرے، بلکہ (اس کی فریاد نتیجہ ہے اس کا کہ وہ اس وقت کے متعلق غمزدہ ہے جب وہ گرفتار نہیں تھا، قیدی پرندہ جو فریاد کرتا ہے۔ کیا اس بات کے افوس میں ہے کہ گرفتاری سے پہلے کا زمانہ رائیگاں چلا گیا، مطلب یہ عشق میں مبتلا ہو کر عاشق کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس کی پہلی زندگی بیکار اور برباد چلی گئی، کاش وہ پہلے سے اس میں مبتلا نہ ہوتا۔  
 (۶) عشق نے مجھے دونوں جہاں کے سود و زیاں سے فارغ کر دیا ہے۔ اسے کاش میری اس سے پہلی تمام عمر بھی مجھے ہی کام ہوتا، عشق میں نفع نقصان کی پرہیزگار نہیں رہی۔ ازچہ کار سہلے غلی سخا ازچہ کار کس وجہ سے تمام عمر مجھے ایسی کام نہ رہا، مضمون وہی ہے جو شعر سابق کا ہے۔  
 (۷) نظیری نے آج رات اس عشق کے پاس اپنے دل کو خوب خالی کر لیا، کیونکہ اس نے سینکڑوں ایسی باتیں بھی کہہ دیں۔ جو انہار کے لائق نہ تھیں، ننگہ و خلکایت کے دفتر کھول کر دل ہلکا کر دیا، خوش یعنی خوب۔ دل خالی کروں۔ دل کھلوں اتار لین۔ دل کو ہلکا کر لین۔ یہ واقعہ واردات عشق میں بہت نا دور ہے۔ خالی کہتا ہے۔  
 رات ان کو بات بات میں سو سو دیکھے جواب مجھ کو خود اپنی ذات پر ایسا لگاں نہ تھا،

## غزل نمبر ۵

ارکان: مفاہیل مفاہیل مفاہیل مفاہیل

بحر پنج مثمن رالم

- محبت بادل غم ویدہ الفت بیشتر گیرد ۱ چراغے را کہ دود سے بہت دھندلہ زود و زود گیرد  
 پس از در شنگہا بیشتر گشتم گرفتار شش ۲ چو صید محبت صیادش ز اول سخت تر گیرد  
 محبت بیشتر قایم شود چوں بشکند پیاں ۳ شکوفہ اول افشاںد و زخمت آنگہ ٹر گیرد  
 اگر باد سے وزد مشتاق را شور و مملع آرد ۴ و گر بوسے رسد مخمور را مستی از سر گیرد  
 مشوہز حال من غافل کہ زخم کاری دارم ۵ مبادا دیگر سے صید ترا از خاک بر گیرد  
 مرا ایسے کہ پرواز ہوش دل مجروح خوابد کرد ۶ حریفے آگہی باید کہ از عالم خبر گیرد

منظیوی کوئے عشق است اس نہ شہد بازی زندی

کہ گریار سے رو و از دوست کس یار سے و گر گیرد



- (۱) ایک دفعہ غم (عشق) دیکھے ہوئے دل میں دوبارہ (محبت زیادہ اُلفت پذیر ہو جاتی ہے) دیکھ لو کہ جس چراغ میں سے ابھی دھواں اُٹھ رہا ہو۔ اس کی بجائے جلنے لگتی ہے۔ وجود در عشق میں ایک دفعہ جلتا ہو چکا ہو۔ وہ دوبارہ عشق کے جذبات سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ چراغ جو ابھی ابھی بجھا ہو۔ دوبارہ جلنے سے جلد جل اُٹھتا ہے اس معنوں کا سدھ کا ایک پورا شعر ہے اور اسی سے یہ شعر ماخوذ ہے
- (۲) عشق محبوب سے آزادوں کے بعد میں پہلے سے بھی زیادہ اُس کے عشق میں پھنس گیا۔ (دیکھ لو کہ عجیب بات نہیں کہ میں غم عشق کے مصائب سے اُٹھا ہونے کے باوجود پھر اور زیادہ گرفتار کیسے ہو گیا۔ کیونکہ) جب نونی شکار (ایک دفعہ گرفتار ہونے کے بعد) پھوٹ جاتا ہے۔ تو پھر شکاری اُسے پہلے سے زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیا کرتا ہے جب عاشق تنگ آکر مرگ عشق پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ تو معشوق نئی رنگا رنگ ادنا زت سے اُسے اور زیادہ فریفتہ کر لیتا ہے)
- (۳) جب ایک دفعہ (عشق و دنیا کا) عہد پُٹ جاتا ہے۔ تو پھر محبت پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ (دیکھ لو کہ درخت پہلے ٹکڑے کرا لیتا ہے۔ تو پھر اُسے پھیل لگتا ہے۔ اگر کیا سیمان عشق کا ٹوٹ جانا درخت کی شکوہ درختی سے مشابہ ہے کہ اُس کے بعد ہی عشق کا مصائب ہو سکتا ہے۔ غزل تھے یہ تینوں اشعار قریب قریب ہم معنوں ہیں۔ مگر ہر ایک کا اسلوب پھلا و تشبیہات سے معشوق کی طرف سے ہے ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیتا ہے)
- (۴) اگر ذرا سی بھابھی چلے۔ تو وہ عاشق کو وجد آور بند میں لے آتی ہے۔ اور اگر (محبوب کی) ذرا سی خوشبو بھی چھو کر کھینچی ہے۔ تو وہ نئے سرے سے مست ہو جاتا ہے)
- (۵) میرے حال سے غافل نہ ہو۔ کہ مجھے بہت کداری زخم لگا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تیرے شکار کو کوئی دوسرا زمین پر سے اٹھالے۔ (تیرے عشق میں نہ پھال ہوں کبھی کبھی لطف و عنایت کی نظر سے میرے حال کو دیکھ لیا کر کہ مایوس ہو کر کسی اور کی طرف مائل نہ ہو جاؤں) گویا معشوق شکار دی ہے جس نے عاشق کو زخمی کر دیا ہے۔ زخمی شکار اگر نظر سے اڑھو اڑھو ہو جائے۔ تو ممکن ہے کہ وہ دوسرا شخص یا شکار ہی اُسے اٹھالے جائے۔ (جنگل سے برگیزد۔ دوسرے کا اٹھالے جانا بہ نظر قریب بھی ہو سکتا ہے)
- (۶) یہ شراب حملے لگے مدہوش کر دیا ہے میرے دل کو زخمی کر کے رہ گیا۔ اس لئے ایک ایسے حریف ہو شہنشاہی فرزند ہے جو میرے حال کا خبر کر رہے ہیں در عشق میں مبتلا ہوں۔ محبوب کو میری خبر گیری کرنی چاہئے۔ گویا میں مست و مدہوش ہوں اور زخمی دل بھی اس حالت میں کئی عکرائی اُسے دلا چاہئے جو میری طرح غمور و مینور نہ ہو حریف۔ آہٹ بھی ایک حریف آگاہ ہو شہنشاہی فرزند)
- (۷) اے نظیری! یہ عشق کا کوئی ہے۔ نہ شاد بازی اور نہ ہی (کا) کہ اگر ایک بار دہانہ سے نکل جائے۔ تو کوئی دوسرا یا رہنما ہے۔ (عقلانی پن رندی اور نظر بازی کا فائدہ ہے۔ عشق میں تو یک درگیر و خلم گیر کے اصول پچھلے ہو جاتے ہیں۔)

## غزل نمبر ۷۰

بحر محبت شمن بخون  
ارکان: معافان فعلاتن معافان غلاتن

بہیو واصل تو جاں الفت و نزع ندارد  
نشاط آمدن و کلفت و دواع ندارد

بشهر مانقرو شید جز رضا و محبت  
کسے دوکان نکشاید کہ این متاع ندارد

براں فراز کہ من میکنم عروج مقاسبت  
کہ تیج پایہ برآں پایہ ارتفاع ندارد

چناں حقارتم از چشم اعتبار نگیرد  
کہ دہر بر من و حال من اطلاق ندارد

برطل خون جگر میخورم ز بخت شکر م  
کہ سر ز جام تنگ مشربم صداع ندارد

# زیرگی تشبہ انتظار شمع امیدم ۔ برابر پر پروانہ شعاع ندارد عبث بوعدہ لطفش دلت خوش مت نظیری کدام لطف کہ با بخت تو نزاع ندارد

(۱) میری جان و جیسے اصل و مجھ سے الفت و نزاع نہیں رکھتی۔ اُسے نہ تیرے وصل سے محبت اور نہ تیرے مجھ سے نزاع و نہ بچہ ہے وہ نہ تیرے آنے کی خوشی اور نہ تیرے رخصت ہونے کا رنج ہی رکھتی ہے۔ (کمال عشق میں معشوق کے وصل و بچہ کا اعتقاد رکھ جاتا ہے۔

(۲) میرے حسابوں تو عاشق نہیں جیوں ہے وہ فراق و وصل میں کچھ بھی جو اعتقاد کرے۔ ہمارے شہر میں رضا اور محبت کے سوا کچھ اور مت پیش کرد۔ (فرخ عشق۔ بیچنا اور دکھائے کرنا) یہاں کوئی شخص دکان نہیں کھول سکتا۔ جس میں یہ سامان تجارت ہو جو دہن ہو۔ (عشق میں مقبول کی رضا سندی اور پُر غلوں محبت و رکا رہے۔ اس کے سوا یہاں کی چیز کی مانگ نہیں۔)

(۳) جیسے بلندی میں چڑھ رہا ہو۔ وہ ایسا مقام ہے کہ کوئی دور بھی اُس درجے سے بڑھ کر بلند نہیں ہے۔ (عشق تو معرفت کا درجہ تمام کا اعلیٰ ہے۔ بلند تر۔ اتنے ہوئے)

(۴) حقارت نے مجھے پیرا عقبات سے اس قدر گرا رکھا ہے کہ نہاد کو میری ادب سے حال کی کوئی خبر نہیں ہے۔ (میں ذلت و حقارت کی وجہ سے بالکل کس میری کی حالت میں ہوں)

(۵) میں خون چکر کے سارے کھ بھری رہا ہوں۔ اور اپنی قسمت و تقدیر کا شکوہ کرتا ہوں۔ کہ میرا مہر تنگ آشیامی کی وجہ سے درویش مبتلا نہیں ہے۔ نہ مشرب معنی مسعد و آتش مہین۔ (عاشق و جام گراں عادی نے نوش کو اگر شراب معشوقی تھوڑی مقدار میں دی جائے۔ تو اسے خمار کی وجہ سے دور سے ہونے لگتا ہے۔ نشاء کرتا ہے۔ کہ عشق میں خون چکر پیالوں کے پہلے لے جاتا ہوں۔ تو یادہ شراب ہے۔ جام تنگ مشرب و وہ پیالہ جس میں تھوڑی سی شراب ڈالی جاسکے۔ پھوٹا پیا لہ۔ (دل کے مقابل) انتظار کی رات کو میری امید کی شمع تاریکی کے باعث ایک پرولنے کے چلتی رہتی نہیں رہتی۔ (امیدیں روٹنی سوتی ہے۔ اور یاس میں تارکی۔ محبوب نے آئے کا وعدہ مکر دیکھا ہے۔ مکر وہ دیکھے و فنا کے لیے نہیں بلکہ شکست کے لیے کیا کرتا ہے۔ اس لیے عاشق انتظار میں تو ہے مگر اُس کے ساتھ ہی مایوس بھی ہے۔ گویا اُس کی سمیع امید و خوشی ہے مگر نامیدی کی شب کی ظلمت اُس پر ایسی چھا گئی ہے کہ روشنی نام کو بھی باقی نہیں رہی۔ برابر پر پروانہ اُس میں اتنی بھی چمک نہیں رہتی پر وانیس ہوا کرتی ہے) اس معذون کا ایک شعر غزلی گنہایت نفیس ہے جس میں نفسیاتی نمونہ مفسر ہے۔ مگر انتہائی یاس میں کیفیات فطری لباس اندوہ و ہنر کا ظاہر ہوتی ہیں۔

(۶) اے نظیری! تیرا دل اُس کی ہر بات کے وعدے پھنول خوش ہو رہا ہے۔ وہ کوئی عینیت سے جو تیری قسمت کے ساتھ بگاڑا اور الفت نہیں رکھتی۔ (تیری قسمت میں اس کے لطف سے سرفراز ہونا کہاں۔ اول تو اُس کی امید نہیں کہ وہ وعدہ لطف کو وفا کرے۔ اور اگر بلاغرض ایسا ہو بھی جائے۔ تو اس کی ضمانت ہے کہ اُس کے بعد اس ایک لطف کے بدلے ہزار تہر نہ کرے گا)

## غزل نمبر ۱۰

ارکان مغاکلین مغاکلین مغاکلین مغاکلین

بحر جزین مخزن سالم

کمند و دام باغیر از شکا غم نمے گیرو ۔ گس برخوان مایعشے بحر ماتم نمے گیرو  
نصیب یگراں ہر لحظہ رطل خندہ لب زینت ۔ بجام تہسم نوبت ماتم نمے گیرو  
بشیرینی محبت در دل دیگر زیادت کن ۔ کہ ظرف ما ازیں یک قطرہ بیش و کم نمے گیرو

مریضان دیا عشق خوش بیماری دارند ۵ کسے دارو غمے خوابد کسے مرہم غمے گیرد  
 حساب مشب و فردا زلف درہمی دارم ۵ شمار ظلم و بیدادی کسے برہم غمے گیرد  
 سرے از خاک کو کم گشتہ مادر کند شاید ۶ دل مارا پہنچ آں زلف غم و غم غمے گیرد  
 باہ و نالہ مجھ کو یہ منظر صوری بردت را ہے  
 سکندر صدف غمے آرا ید و عالم غمے گیرد

- (۱) ہمارا حال اگر کدو غم کے سوا کچھ شکار نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کھٹی کو بھی ہمارے دسترخوان پر۔ اتم کے سوا کوئی عیش کا سامان نہیں مل سکتا۔ دوسرے صوفیوں کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کھٹی کو ہمارے دسترخوان پر غم کے سوا کچھ چیزیں بھٹکتی ہیں۔ آتا غم و عالم عشق میں ہمارا اور جھٹکا کچھ نہیں ہے۔
- (۲) دوسروں کی قسمت میں تو ہر آن ہنسی کے پھول پھولتے رہتے ہیں۔ دیکھو یہ بھی شراب ہے جسے وہ پی کر مر رہا ہے۔ یعنی اُن کو باوجود شادمانی و مسرت کے اسباب حاصل ہیں۔ مگر ہمارے سہیلے میں کبھی تبسم بھی۔ فاقہ کی بادی نہیں لیتا۔ یہ ہر آن عالم میں ہیں۔ ہنسی تو رہی ایک طرف نہیں تبسم بھی سکرانہ بھی نصیب نہیں ہوتا ہے۔
- (۳) تو شیرینی و میٹھی میٹھی باتوں اور نگوشت کی گھٹا توں سے کہ دو جھٹکے دل کی محبت کو زیادہ کر کے نکھار دے۔ طرف میں تو ہی سے ایک قطرہ بھی کھٹی نہیں سما سکتا۔ (محبوب و عاشق سے لطف و کرم اور مہربانی کا سلوک کرتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس کا عشق اور بھی زیادہ ہو جائے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا عشق کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس میں اضافہ کی گنجائش نہیں۔ در دل دیگر میں نہایت لطیف چہرے میں دوسرے مدحیان عشق پر چوٹ ہے کہ ان کی محبت ابھی ناقص ہے اور اس میں ترقی کی گنجائش ہے۔)
- (۴) دیر کا عشق کے مریض کیجیے ہی بیماری میں مبتلا ہیں کہ نہ کوئی دوا کا خواہشمند ہے اور نہ کئی مرہم ہی لیتا ہے۔ عاشق جبراً ہتھائے عشق اور در دل سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اس آزار سے غفلت پائی ہے۔
- (۵) میرا مشب و فردا کا حساب اس کی درہم و برہم پر نہیں ہے۔ بلکہ اسے حساب و دشمن کسی سے نہیں دین اور معاملہ کرنا ہی میرا معاملہ اس کی پریشانیوں سے پر کیا ہے۔ حالانکہ اس کے علم و ہدایت کا کوئی شخص شمار ہی نہیں کر سکتا۔ دیکھو یہی ہیں جو ان کے ظلم و ظم کو برداشت کرتا ہوں۔
- (۶) ہمارا کم گشتہ دل شاید اس کے گویے ہی کی خاک میں ملے۔ تو ملے دوسرے کو توں۔ سراپٹا نا۔ نمودار ہو نا کیونکہ اس کی ہم درجہ زلف اس کو کسی قیمت پر بھی لینے کو تیار نہیں۔ اس لئے اس کی زلفوں میں نہیں بلکہ خاک کو میں جہاں محبوب نے اُسے بے وقعت سمجھ کر کھینچ دیا ہے۔ (ملیکا)
- (۷) دیکھو منظر یہ ہے جو کہ نالہ کے ساتھ تیرے درکار مستہ تھوڑی سی بھرتی ہے۔ یہ کدو نہیں ہے۔ جو صوفیوں (جو تک کے لئے) آراستہ کو دیا ہوتا۔ اور دنیا کو جمع کر رہا ہو۔ (آہ و نالہ کو یا فوجیں ہیں جن کے شور و نشر سے معشوق گھبرا اٹھا۔ کہ یہ کون سے فوج کی افواج قاصرہ حملہ آور ہو رہی ہیں۔ عاشق اُسے تسلی دیتا ہے۔ کہ تمہارے نہیں۔ یہ میری کہیں اور نالہ ہے جو تمہارے دروازے کی حفاظت میں ہیں۔ سکندر فوج تھوڑی اور عالمگیری نہیں کر رہا ہے۔)

## غزل نمبر ۷

بھرتیج نمٹن سالم ارکان۔ مفا عین مفا عین مفا عین مفا عین  
 زبیداد تو حرف ہر را نام و نشان گمشدہ کتاپ حسن را جزو محبت از میان گم شد



- (۷) جب سے میں نے ہوں کو رو کیا ہے وہی ہے تمام کاموں کا مزاج ہی بدل گیا ہے۔ اور سب شاہو مانی نے جب سے مجھ پر دروازہ بند کیا ہے آسمان کی چابی ہی کم ہو گئی ہے۔ دلچھے کبھی خوشی کی سوجھ بھوج نہیں ہوتا۔ تو کیا سہرت کے دروازے کو کھل کر ملے کہیں اس کی چابی کو کھوج چکا ہے؟
- (۸) آسمان دارویشی عمر و انعم و رحیم کا گاہ شادی بادبانی کا گاہ اندوہ و فکری
- (۹) دشمن سابق کے ساتھ قطع بند میری محبت و عنایت کی جدائی میں ہوس پر لہری نیند بچھا چکی ہے۔ اور شاہو مانی کا امن و عافیت کی تلاش میں نہم و نشان تک مرث گئی۔
- (۱۰) اگر کوئی شخص نظری کا حال دریافت کرے تو اس سے کہہ دینا۔ جو ہر گز رات اپنے اشیاء سے کھو گیا تھا۔ وہ جال میں پھنسا ہوا ہے۔ زنجیری جو صفحہ و انجیر تھا۔ یا عشق میں گھر بار ترک کر چکا تھا۔ عشق کے دام میں گرفتار ہے۔

## غزل نمبر ۸۹

بھر جنتِ ثمن بخون مجذوف۔ ارکان۔ مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن

زنگیت سحری شوقِ یارِ مے خیزد ۱ جنوں ز سایہ ابر بہارِ مے خیزد  
بروئے یازگہ رشخہ بیز مے افتد ۲ بزل ف یار شکن قطرہ بارِ مے خیزد  
سحابِ دل شدہ در کوہ سار می گردد ۳ غزال شیفہ در مرغزارِ مے خیزد  
بہ دستگیری عشاقِ ناتواں احوال ۴ ز زیر ہر شجر سے صد نگارِ مے خیزد  
تنے کہ رفت ز پارِ بر عذارِ مغلطد ۵ سر سے کہ رفت ز دوش از کنارِ مے خیزد  
نہ از وصالِ ملولان ملالِ مے گیرد ۶ نہ از فراقِ حریفان خمارِ مے خیزد  
سماعِ رندی و گلگشتِ لذتِ وار ۷ کہ بادشاہ ز سر اعتبارِ مے خیزد  
ہمیں کہ طائرِ فرصت رسیدن کن ۸ کہ صبا فگشت از ہر کنارِ مے خیزد  
ہمیں کہ قسمتِ خود یافتی غنیمتِ داں ۹ کہ از کین گشتیراں شکارِ مے خیزد  
دریں ہوا در غلوتِ حکیم نکشاید ۱۰ کہ ہوش میرود و اختیارِ مے خیزد

جہاں خوش ست نظیری قلم بچوہ و رآر

”کہ گلشک ز سرِ نوکِ خارِ مے خیزد“

- (۱) جس کے وقت کی خوشبو سے یاد کا عشق پیدا ہو گیا ہے۔ اور بارِ بہار کے سائے سے جنوں پیدا ہوتا ہے کہ صبح کی ہوا سے بونے بار اور موسمِ بہار سے جنوں عشق پیدا ہوتا ہے۔ نہایت نفیس شعر ہے۔ سایہ ابر بہار سے جنوں کا پیدا ہونا نفسانی طریق پر شاہدِ کلمہ درست نہ ہو لیکن وارداتِ عشق میں اور سمیاتِ شمع سے سایہ کی حرکات سے جو ایک وحشت کی ہوتی ہوئی سمجھی جاتی ہے اس کے جواز میں ملک الشعراء صوفی کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ من دیوانہ از سایہ دیوانہ نے ترسم اور سرخس میری جگر حلقہ کے مشہور ڈرامہ نگار کی ایک تمثیل پر مشتمل کامرانی خیر علی سابقوں کی دشتِ انگیز کا ہے۔ اس کے مقابلے میں غزل کی سبکی



غزل و کھنچو چہ بیا باغ و نقاب از رخ عین برکش  
اور یہ شعر قاسم سرست

- فرصت از کف مدہ غنیمت بگذار  
فرصت گزشتہ بہاری شب تار سے دریاب
- (۲) یار کے چہرے پر ہماری نگاہ قطرے پکاتی ہوئی پڑتی ہے اور یار کی زلفوں میں قطرے برسانے والے ممکن پیدا ہوتے ہیں اور خنجر  
کو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ فرط مسرت یا دردِ عشق سے
- (۳) دل بادل بن کر کوہِ سار میں چھایا ہوا ہے اور ست ہرن مرغزار میں موجود ہے۔
- (۴) کمزور و بد حال عاشقوں کی دینگیہ کی لئے ایک نیک درخت کے پیچھے سے سو سو خنجر نمودار ہو رہے ہیں۔ (بہار کی  
وجہ سے باغ میں نکاروں کا جھگڑا ہے۔)
- (۵) جو جسم پھسل کر گر چکا تھا۔ وہ رخساروں پر لوٹ رہا ہے۔ اور جو سر کندھے سے جدا ہو چکا تھا۔ وہ پہلو سے پیدا ہو رہا ہے۔ (اثر  
بہار سے)
- (۶) وہیں جو ہم ہیں، نہ تو بچہ دل لوگوں کے دمال سے ملال پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ دوستوں کی بدائی سے غماز پیدا ہوتا ہے۔ (بہار کی  
وجہ سے رنج و ملال آتے ہی نہیں)
- (۷) رہنما نے بچہ دل اور سیرت میں وہ لذت ہے کہ بادشاہ بھی ان کو قابلِ اعتبار سمجھ کر ان کو اختیار کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے  
دوسرا اعتبار اچھے تر ترجمہ اعتبار کی وجہ سے انہی)
- (۸) جو نبی کہ فرصت کا بندہ سامنے آئے۔ اس کو شکار کر لو کہ اس کا شکار کرنے والا ہر طرف سے (کوئی نہ کوئی) اٹھ رہا ہے۔ (فرصت  
کو غنیمت جانو۔ یہ تو یا بزم ہے جو کھڑا چلا جاتا ہے۔ ہر شخص اس سے استفادہ کی خواہش رکھتا ہے۔ مگر کا بہاب کہہ ہی لوگ  
ہوتے ہیں۔)
- (۹) جو نبی کہ مجھے انی قسمت (بھگت) مل جائے۔ غنیمت جان۔ کہ یہ شکار (تیر احمد) شیر و گدگین کا ہونے لگا رہا ہے (شیر کی گھاٹ سے  
نچ کر نکل آنا بہت ہی مشکل ہے۔ بہتیں جو کچھ قسمت سے مل رہے ہیں۔ کچھ تو شیر کے پیچھے سے نکل کے آیا ہے۔ اس لئے غنیمت سمجھو  
ازمانے کی) اس ہوا میں وانا آدمی خلوت کا رونا وادہ میں کھولتا۔ (تو شہ غنیمت کیس کرتا) کیونکہ ہوش جاتا رہتا ہے۔ اور اپنے  
آپا ہونے کا عقیدہ اٹھو جاتا ہے۔ (انسان ہوش اور بے اختیار ہوا جاتا ہے اپنے دل یا طبیعت کو قابو میں نہیں رکھ سکتا)
- (۱۰) اے غنیمت تمام جہان (بہار کی وجہ سے) خوش ہے۔ تو بھی اپنے فکرم کو خراجِ دل میں لا۔ (مغنا میں تازہ و کھفتہ لکھ) کہ مگر کائنات کی لوگ سے  
گفتہ پیدا ہو رہی ہے۔

## غزل نمبر ۹

اکنہ مغفلن فغلاتن مغفلن فغلاتن

بھر بھرت نمن نخبون مقصور

- چہ شور بود کہ عشقت بمن کرامت کرد  
کہ نار سیدہ قیامت دلم قیامت کرد
- حدیث من کہ نہ مجموعہ وفائے تو خواند؟  
کہ نے بخون دل و دیدہ اشل علامت کرد
- بکعبہ دل من عاشقان ساز آند  
کہ قہر شد صنم و برہن امامت کرد
- بہر نماز کنم صد ہزار سجده شکر  
کہ در دیار تو دل نیت آقامت کرد
- قصائے کفر ادا میکنم کہ بر من عشق  
نماز و طاعت چل سالہ را غرامت کرد
- نثار دیدہ تصدق دہم کہ بخت جواں  
بکوئے زہر و ریا نو بر ندامت کرد

## مزاج عشق منطیری حریص سودا ایست دریں معاملہ متواں ترا ملاست کرد

- (۱) کیسی شورش و دواغی بخور جو تیرے عشق نے مجھے عنایت کر دی، برقیامت کے آنے سے پہلے ہی میرے دل نے قیامت بپا کر دی  
(۲) میرے دل نے عشق میں محشر بپا کر رکھا ہے۔ نالہ و فدا کی وجہ سے  
(۳) کون ہے جس نے تیری دنائی کو جوتے میں لٹے میری (عشق کی) حدیث پڑھ لی ہو۔ اور اُس کو دل بھر آنکھوں کے خون سے ظاہر کیا  
ہو۔ (جس نے میری ذات ان عشق کی مطالعہ کیا۔ وہ خون کے آنسو بہائے بغیر نہ پا  
(۴) عاشق کو گم میرے کو، دل کی طرف درخ کر کے (نماز پڑھتے ہیں) کیونکہ بت اس کا میرے دل کا قبلہ تھا۔ اور ہمیں اس  
کی اہمیت کو تار مار و منہم ہستی میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے میرا دل اب عاشقوں کا قبلہ ہو گیا ہے۔  
(۵) میں ہر نماز میں ملاکھوں شکر کے سجے بجا لاتا ہوں۔ کیونکہ میرے دل نے تیرے دہار میں اقامت و قیام کی نیت کر لی ہے راقامت  
میں ایسا ہے۔ نماز اور سجدہ اور نیت کی مناسبت سے باوی انظر میں اس کے معنی اقامت مسلوۃ یعنی نماز کے لئے "بگیر کے  
معلوم ہوتے ہیں۔ مگر دراصل بچھرنے، قیام کرنے اور ذیرہ ڈالنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے)  
(۶) اب میں کفر کی قضا اور کرہا ہوں کیونکہ عشق نے مجھ پر میری چالیس سال کی عبادت اور نماز کے سبب سے تاوان لگا  
دیا ہے میں چالیس برس تک عبادت و نماز کا پابند رہا ہوں۔ اور اب عشق اختیار کیا ہے جو نماز و روزہ اپنے وقت پر ادا  
نہ ہو سکے اس کی قضا و دوسرے وقت میں دیا کرتے ہیں۔ تو چالیس سالہ عبادت کے زمانہ میں "کفر" کی ادائیگی میرے منہ بڑھتی  
رہی۔ اب اُس کی قضا دے رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ عشق میں ترک رسوم مذہبی بہار منت ہے۔ ایک مفہوم اس شعر سے  
اور مستنبط ہوتا ہے کہ چھل سالہ زہد و ریاضت کے مقابل میں اب جو کچھ عمر ستار سے باقی رہ گئی ہے اس میں شدت سے دلچسپی  
دے کر اپنے زمانہ ایمان کا کفارہ اور گزر رہے۔  
(۷) وہ دل برون و دہلی راہ تخت پر عیادت سکا را  
غزل نمبر ۹  
(۸) میں اپنی آنکھوں کے نشان کو بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔ (نثار دیا ہے۔) آنسو جو آنکھوں پر نثار ہوتے ہیں۔ میں اُن کو صدقہ کرتا ہوں)  
کیونکہ تیرے بخت و جان نے زہد و ریاضت کو مجھے میں ندامت کا نیا پھل دیا ہے۔ زہد و فقر تو اس میں ایسی زہد و ریاضت  
ہوں۔ اور ندامت کی وجہ سے آنسو بہاتا ہوں۔ ندامت حل ہی میں پیدا ہوئی ہے جس لئے اُسے نذر خبا ہے۔ آنسو گویا  
موتی ہیں جو ندامت کا شکر لگنے پر بطور تصدق تقسیم کیے جا رہے ہیں)  
(۹) لے لے قناری عشق کا مزاج ہی حریص اور سودا گری ہے۔ (اس لئے اگر تو بھی حریص اور دواغ ہے۔ تو عشق کی وجہ سے تجھے اس  
معاملہ میں علامت نہیں کی جاسکتی۔) (عشق دیدار و وصل یا رکا حریص اور شدت جذبات کی وجہ سے سودا گری ہے)

## غزل نمبر ۹

ارکان - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بحر رمل مشن مقصور

بے تو بر بال و پر مرغیاں گلستاں تنگ بو  
صورتِ بیل در حریم باغ بے ہنگ بو  
حال آن گلگشت صحرائی کہ من کروم پیر  
لالہ مارا ورتہ ہر سنگ پر خوں چنگ بو  
بے تو بر چشمِ نمک مے سبخت با و صبحدم  
گرچہ مروارید مے سائید ہر جام سنگ بو  
سایہ مجنوں میں از را ہے کہ من کروم گزر  
کز خیالت خیل صد لیلی بصدف سنگ بو  
نامہ دشمن ملالت بے تو مے بر داز و لم  
آنچہ بر مے چید زنگ سینہ ام از زنگ بو

نامہ دشمن ملالت ہے تو مے بردار دلم ، آنچہ برے چید رنگ سینہ ام رازنگ بو  
گھر دم از نشاط و دیدنت از من مرنج ، بانشا طم خصمی و باجان سخمتم جنگ بود  
پیش ازین چندیں منظیری شوق مستی شدت  
تا بنودی جام بے ساقی و مے بے رنگ بود

- (۱) تیرے بغیر بندھ کے بال دیر کے لئے اُن کی پادانے لئے باغ (با وجود اپنی وسعت کے) تنگ تھا اور باغ کی چار دیواری میں ٹیل کی آواز بے مروتی (گرمی) باغ و عشق تیرے ہی سبب سے ہے)
- (۲) میں نے جو صوائے فکشت کی ہے۔ اُس کا حال کچھ نہ بچھ کہ میں نے کچھ، ہر پتھر کے نیچے لے کے گئی تھی کئی بھولوں کے نیچے غول سے پڑھتے ، لالہ کے بھول کو مرقی میں خون سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ ایک ایک پتھر کے نیچے کئی کئی بھول آئے ہوتے تھے بھلیب پیر کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر عشق کے سینکڑوں ولوں کو بڑخون کر رکھا ہے۔ لالہ پتھروں میں اکٹا ہے۔ عشق کے دل کو بھی شک کہا کرتے ہیں)
- (۳) مجھے فراق میں صبح کے وقت کی ہوا میری آنکھوں میں رنگ پاشی کر رہی تھی۔ اگرچہ وہ (باوجودی) ہر اُس مقام پر جہاں کوئی پتھر موجود تھا۔ موتی راز رہی تھی۔ (موتی آنکھوں کو نور بخشا ہے۔ اور پتھر سے رنگ آ جاتا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ تیرے فراق میں باوجود بھی مجھے ناگوار زردی ہے گواہ میری آنکھوں میں رنگ چھڑکتی ہے۔ حالانکہ وہ ہر مقام پر موتی بکھرتی کھینچتی ہے)
- (۴) تیرے تیری سینے کے پار نور سے ہے تیرے فراق میں کیسی بہار نڈر ہے جس راستے سے میں گزرتا تھا وہاں سایہ مجھوں بن جاتا تھا کیونکہ تیرے خیال کے باعث سینہ دل سیلاؤں کے گروہ سیکڑوں میں ملک (پھیلے ہوئے) تھے (عاشق کے خیال میں ہر آن و شوق آتا ہے۔ گویا مختلف معشوقوں کے گروہ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور عاشق کو دہی نظر آتے ہیں۔ جب اُس کا خیال ایسا نہیں پیدا کرتا ہے۔ تو سایہ گویا مجھوں سے مراد اُس کی رفتار کے ساتھ تھوڑا پر اُس کا سایہ گویا مجھوں میں پیدا کرتا ہے)
- (۵) تیری جدائی میں رقیب کا خط میرے دل سے حلال کو دیر نہ دیا تھا۔ وہاں تیرے چہرے میرے سینے کے رنگ کو دور کر رہی تھی وہ خود بھی رنگ ہی تھی۔ رقیب کا خط تیرے فراق پر شش پڑھ کر باوجودیکہ میں بھی تیرے درو فراق میں مبتلا تھا میرا ملال دور ہوتا۔ کہ اگر میں جدائی کی کڑیاں پھیل رہا ہوں۔ تو رقیب بھی تو وصل و قرب کی لذتوں سے شاد کام نہیں ہے۔ رقیب کا خط ملال کی دوری کا باعث ہوا۔ گویا رنگ نے رنگ کو دور کر دیا)
- (۶) اگر میں تیرے دیدار کی مسرت سے مر نہیں گیا۔ تو تجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ رجب میں نے تجھے دیکھا تو، مسرت کے ساتھ میرا جھکڑا اور جان سخت کے ساتھ میو ۱۵ جنگ شروع ہوئی میں تجھے دیکھنے ہی شادی مرگ ہو جاتا۔ مگر ایک طرف جذبات مسرت سے اور دوسری طرف جان سخت سے جو تیری وجود کی کے سبب نکل کر جانا نہیں چاہتی۔ میری کشش شروع ہو گئی۔ اس لئے معذور رہا غائب نے اسی شعر کے معنوں کو نہایت صاف کیا ہے
- (۷) میں اور خط وصل خدا ساز بات ہے جہاں نذر دینی بھول گیا۔ (مضاج میں) اس سے پہلے تو بغیر اس قدر شورش اور ہستی نہ رکھتا تھا اب تک تو جو نہیں تھا دینی جب تک وہ تیرے عشق میں گرفتار نہ ہوا تھا اس وقت تک جام بغیر ساقی کے اور شراب بغیر کیف و رنگ کے بھی تیرے عشق نے اس کو یہ شورش و مستی بخشی ہے)

## غزل نمبر ۹۲

ایک کان :- مفاہیلن مفاہیلن مفاہیلن مفاہیلن

بھر ہرچ شمن سالم

تو میرانی وجاہم با تو ذوق گفتگو دارد ، گدا ہنگام مرون بادشاہی آرزو دارد



دل از امید وصل و بیم بچراں کرده ام فارغ ، نشسته گوشه وارسته از سود و زیان خود  
 ز قوت خویش یا بزم تخم زهر و شکر یا گویم ، کزین نعمت تنم پرورده مغز استخوان خود  
 ببارغ روزگار آں خود ستا مرغ کهن سالم ، کہ خودمے سخنم و خودمے سرایم اتان خود  
 بنزد محرم و بیگانه غیب خویش مے گویم ، دشمن میدهم از سادگی تیر و کمان خود  
 در صد شکوہ بر لب میکشاید یا دلمیدی ، کسے کوتا ز ند ا قفل غموشی بر دہان خود  
 منطیوی صبر کن کیس بند دل بگسد روز  
 ہنوز امید دارم میکند ضبط زبان خود

- (۱) میں ایک مرغ اسیر ہوں جو اپنی جان سے مضطرب اور بے قرار ہو۔ مجھے یاد کی خواہش ہے اور نہ اپنے آئینے کی یا امید رکھتا ہوں  
 (عشق میں ترک خانہ ان ہو چکا ہوں۔ اب ایک مرغ اسیر کی طرح مضطرب ہے اور میں ہوں)  
 (۲) میں لسنے دل کو وصل کی امید اور فراق کے خوف سے فارغ کر چکا ہوں۔ اب وہ (دل) اپنے نفع نقصان سے آزاد و سہل کر ایک  
 تر شہین بن بیٹھ گیا۔ کمال عشق میں جس نے بھری امتیاز کھٹ گیا ہے۔ در نہ اس سے قبل امید وصل کو نفع اور بیم بھجوریاں تصور کیا  
 کرنا تھا)  
 (۳) مجھے اپنی خوراک کے طور پر نہ کھانا ملتا ہے اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ مجھے جس نے اسی نعمت سے اپنے مغز استخوان کی  
 پرورش کی ہے۔ از بخت میوے غذا بنے اور میرے رک و ریشے اور گوشت پوست میں سرایت کر چکا ہے)  
 (۴) میں زبانے کے باغ میں وہ درانا پال رہی ہوں جس سے اب اپنی تعریف کرنے والے ہیں۔ ہوں مگر خودی اپنا قصہ گاتا ہوں۔ اور خودی اس  
 کو جانتا اور دانتا ہوں۔ زود نہوں کی مدح و ذمہ سننے بے نیاز ہوں)  
 (۵) میں سنوں اور بیگانوں، سب کے پاس اپنے عیب بیان کرتا ہوں۔ گویا سادگی کی وجہ سے اپنا تیر و کمان دشمن کے حوالے  
 کر دیا ہوں۔ دشمن میرے عیب سے واقف ہو کر اعلیٰ کو تجھ پر وجہ طعن بنائیں گے۔ گویا میں نے خود انہیں تیر و کمان اسیر کر  
 دیا ہے۔ کہ وہ مجھے ہی نشانہ بنائیں)  
 (۶) ناامیدی کی یا د میرے لبوں پر سن کر وہ شکوہ اس کا دروازہ کھول ہی ہے۔ دنا، امید کے سبب میرے لب پر بے شمار شکوے آ رہے  
 ہیں) آخر تک کوئی اپنے منہ پر قفل خاصوشی رکھنے رکھے۔ لہجہ میرا س دنا امید کے سبب آ کر آخر شکوہ کرنا ہی چلتا ہے)  
 (۷) نظری میرے کرکول کا یہ بند ایک دن آخر کار ٹوٹ جائے گا۔ ابھی مجھے کچھ امید باقی ہے۔ اس لئے وہ بول اپنی زبان تو قیاس  
 رکھے ہوئے ہے۔ ابھی محبوب سے امید، فاد لطف باقی ہے جب با نکل نا امید ہو جائیگی۔ تو پھر بیجا سوئی کی مہربا قفل عشق  
 خودی ٹوٹ جائیگی)

## غزل نمبر ۹

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بحر رمل شبن مخدوف

روز آں آید کہ با صد خواریم بر در کشد ، پرورہ ناموس شب از روزگارم بر کشد  
 بر سر پروانہ شمع از بہراں سوزد کہ مست ، جذبہ عشقے کہ خاکستر بج کستر کشد



یہ سچ جاگذاشت کز وہ فتنہ باقی نہا  
کاش چوں آید غمت رخت از در ویر گشد  
از درش تصدیق کم کردم چو دانستم کہ او  
خط نسیانی مرا یکبارہ برداشتہ گشت  
غم کہ ہر شب مجھ سے افسردہ زو میگشت رفت  
اشب از جرات چرا غم دشمن بر سر گشت  
چارہ کز بیقراری تشنہ وصل ترا  
بر سراب ار چشم افتد دست از کوثر گشت  
از فراق اشب منطیوی مجھ سے ماتم کہیست  
بوئے خون آید چو خودم شعلہ در مجھ گشت

- (۱) وہ دعا کر رہا ہے کہ وہ مجھے نہایت لذت کے ساتھ مجلس میں سے (دروازے پر نکال دے گا۔ اور رات میرے زعمانی سے نہیں کے پروئے کو خارج کر دے گی۔ وہ مجھے اپنی محفل میں سے نکال دے گا۔ رات کے پروئے میں انسان کے عیوب و نقائص محسوس جاتے ہیں مگر اس کی محفل سے رکھنے جانے کی ذلت کو رات کی تاباں کی بھی نہ چھپ سکے گی۔ شب از در ویر گشتہ ناموس را بر گشتہ غم ثانی کیا نہشت)
- (۲) پروانے کے داخل جانے کے بعد اس کے سر پر شمع اس لئے جلتی ہے کہ اس میں وہی عشق کا جلا ہو جو وہ ہے جو کہ اس کی ہر طرف پھیل چکا ہے۔ دروازہ جذبہ عشق سے سرشار ہونے کے سبب جل کر خاکستر ہو گیا۔ وہی جذبہ شمع کو جلا کر اللہ کے دینا ہے۔ عشق اہل در و دل مشوق پیدا ہے۔ تباہ و ذوق جمع کے ہوا از شدائے مستود
- (۳) اس نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوئی۔ جہاں اس کے (عشق) کا فتنہ باقی نہ رہا ہو۔ کاش جب تیرا غم (میرے پاس) آئے۔ تو دوسرے دروازے سے اپنا سامان اٹھا لائے۔ تیرے خون نے ہر جگہ فتنہ پھا کر رکھا ہے۔ چاہتا ہوں کہ تم عشق سے فریاد نہ کر رہو۔ رخت از در ویر گشتہ (از در ویر گشتہ اور پس موجود نہ ہے)
- (۴) جب میں نے دیکھی طور پر جان لیا۔ کہ میرے تمام ذہن پر کیا رگ خط نسیانی کھینچ دے گا۔ تو میں اس کے دروازے سے اٹھ آیا (تصدیق کم کروں۔ در ویر گشتہ کرنا۔ زحمت نہ دینا۔ لکھ کر ختم کر دینا)
- (۵) وہ غم جس سے میری محفل ہر رات کو افسردہ ہو جاتا کوئی نقص۔ چاہتا رہا۔ آج رات میرا چراغ جرات کے سبب سے تھک رہا ہے۔ وہاں پہنچا تھا۔ دیکھ میں غم سے مغلوب ہو گیا اگر تا وقتہ کو یا میں ایسا چراغ تھا جو غم کی ہلکی سی ہوا سے بجھ جاتا۔ اپنا خواہ مخواہ غم کے جھک رہا ہوں میں۔ متاخر نہیں ہوتا)
- (۶) میرا کوئی چارہ نہ کرے کیونکہ تیرے فتنہ وصل کی آگ اگر سراب پر بھی پڑ جاتی ہے۔ تو وہ وہ بیقراری کے باعث کوثر سے لکھ اٹھا لیتا ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ محروم وصل نہ کہہ کہ میری بیقراری بڑھ رہی ہے۔ ایسا نہ ہو میں بالوں ہو کر کسی دوسری طرف رخ کروں تیرا وصل بنے کہ کوثر کے ہے اور دوسرے جھیلوں کا اس کے غلابے میں بہتہ سراب کے) اسے نظری! آج کی رات میری محفل فراق کی وجہ سے ماتم کہہ بن رہی ہے۔ ایسی، کہ جب میرا عود آئے محفل میں جلتا ہے۔ تو اس میں سے خون کی بڑا آتی ہے۔ خود کے جلنے سے خوش ہوا یا کرتی ہے۔ مگر فراق میں وہ بھی جل کر لوٹے خون دیتا ہے)

## غزل نمبر ۹

بہر محبت سخن بخون مخدوف  
ارکان مفاصلن۔ فدا آتن مفاصلن فعلن  
قسمش بلب از مشرم خشم و کین گرو  
کرشمہ اش گرہ از ناز بر حبس گرو

کند بیدہ شکریہ ز اشک تلخ را ۱  
از یقینیت آسایش ابد بخم ۲  
چو باد از سر عالم ببرد بر خیزم ۳  
نه قبلہ و انہ و نہ کعبہ کا فیر عشقم ۴  
گہے کہ جامہ تقویٰ درند گویندم ۵  
که دست کیست کہ نہاں از آتش گردد ۶  
چو بجدہ پیش بت آرم قبول دیں گردد ۷  
ننگبیس گردد ۸

سخن طرازی و دانش بہتر منطیوی نیست  
قبول دوست مگر نالہ حسرتیں گردد

# غزل نمبر ۹۶

بحر بزم مخمّن سالم

ارکان :- مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

دلہم را نور رحمت از وداع جان فرو گیرد  
دل پر حسرت تے وارم کہ ہر سو چشم بکشم  
شہادت خانہ ام را پر تو ایماں فرو گیرد  
میر شیک گریہ ام از دیدہ تا داماں فرو گیرد  
ز بس سایہ ہم در کیش طاقت ناوک اہم  
خراش سینہ ام را سوش پیرکاں فرو گیرد  
ز خور سندی مداں گر بے تو بر بستر خنم پہلو  
سرم را اضطراب از زانوئے حراماں فرو گیرد  
در آں ساعت کہ اہم گرد راہ از چہر افتند  
جہاں تھا سائل دل درد را درماں فرو گیرد  
بحسرت مے سپارم جاں بیند از گریہ چشم  
کہ گرا شکے بیفتد دہر را طوفان فرو گیرد

اگر آید بجز یاد تو در خاطر نظیدی را  
ز دل تا بگذراند صدرش نسیاں فرو گیرد

- (۱) جان کے نصحت مانتے ہی میرے دل پر رحمت کا چھوٹا ہوا ہے۔ اویس سے شہادت خوانہ کو ایمان کا گلس بھیر لینا ہے۔ دین خاکی کو چھوڑنے کے بعد رحمت ازودی سے جا بزمست ہوتا ہوں اور ایمان سے التساب غضا کرتا ہوں۔
- (۲) میرا دل ایسا بے حسرت ہے کہ چہرہ بھی آنکھ اٹھا تا ہوں میرے گریہ کے آنسو آنکھ سے نکلوا من تک سب جگہ گھیر لیتے ہیں۔ حسرت بھرا دل اس قدر لاتا ہے کہ گویا آنکھ سے دامن تک پانی پانی بہ رہا ہے۔ بہت روتا ہوں۔
- (۳) طاقت کے ترکش میں میری آہوں کے تیر اس طرح باہر گرٹ کھاتے ہیں کہ نوک تیر سے براہہ رنجھڑ بھڑ کی میرے زخمینہ پر گرنے لگتا ہے۔ سینہ میں بیٹھا رہا ہوں اٹھ رہی ہوں۔ غزین ان کو دیتا ہوں۔ آہیں گویا تیر ہیں۔ جو ضبط کے سبب آپس میں روکڑ کھاتی ہیں جب تیر آپس میں روٹکھائیں۔ تو ان کی نوک سے براہہ جھڑیگا۔ اور براہہ زخم کو لگاڑتا ہے مطلب یہ کہ آہوں کے ضبط کرنے سے زخم سینہ اور بھی نگہ رہتے ہیں۔ اگر آہ کر لیتا۔ تو طبیعت دیر سے کچھ بوجھ ملے گا ہو جاتا ہے۔
- (۴) اگر میں تیری جدائی میں بستر پر لیٹ جاؤں۔ تو اسے غور سندی و رنجھڑ نہ کہ بلکہ قیاسی میرے سر کو روٹی کے دانے سے اٹھا دیتی ہے۔ اٹھتا ہوں۔ تو آہ غور سندی کے لئے نہیں بلکہ بے قراری و اضطراب کی وجہ سے تڑپنے کے لئے۔
- (۵) جب میری آہ راستے کی گرو کو چہرہ سے چھا دیتی ہے۔ تو اہل درد کے زخموں کا علاج ہو جاتا ہے۔ زخم سے دور میں کی ہو جاتی ہے۔ میری آہ ایسی مؤثر ہے کہ میرے دل کا تو کیا دوسرے اہل درد و دل کا درد کش کم ہو جاتا ہے۔
- (۶) میں حسرت سے جان دے رہا ہوں میری آنکھوں کو کوہِ ستے روکسا دے کہ اگر ایک آنسو اور گر پڑا تو تمام نعلے کو طوفان اٹھیر لے گا۔ اگر میرے حسرت سے تمام دین کو خنق بگردوں ہی غالب کہتے ہیں۔
- (۷) اگر تیری یاد کے سوا نظیری تے دل میں کچھ اور نہ ہے۔ تو خدا کرے جو فی وہ اتے دل سے نکالے۔ مت سہر طرف سے نسیان کی بیماری گھیر لے (اگر تجھے دل سے بھلاؤں تو خدا کرے۔ تجھے کچھ یاد نہ رہے)

# غزل نمبر ۹

ارکان: سفایلیں سفایلیں سفایلیں سفایلیں

بھرنج مٹھن سالم

نشان آنکہ کردم قطع امید از دیار خود ۱ نہاد دم در حریم کوئے اوسنگ فراخ خود  
برہمن از صنم برگشت و حاجی از حرم آمد ۲ من و اخلاص و عرض بندگی کوئے یار خود  
تو خواہی کافری داں طاقم خواہی سلمانی ۳ مرا کار لست با صدق دل امیدار خود  
خل گر در بنائے دین ایمانم شود سہلست ۴ ندانم نقض در بنیاد عہد استوار خود  
زیر کامل عیارم در وفا و دوستی خالص ۵ گرم صد بار بگدازی نگردم از یار خود  
لب امید داری البتہ ام از حرف نایابی ۶ محبت میکند نوع کہ باید کرد کار خود

نندام

منظیری از تو در خوش زینت ہر دامن از صید  
تو ہم فتراک را آرایشے وہ از شکار خود

نند چون

- (۱) اس بات کے نشان کے طور پر کہیں نے اپنے دیانت امید منقطع کر لی ہے میں نے اس کی لگا کی چار دیواری کے اندر اپنا سنگ نہاد رکھ دیا ہے  
راہ فراموشی یہاں سے نہ جاؤں گلی
- (۲) برہمن نے صنم کو چھوڑ دیا ہے۔ اور حاجی حرم کو چھوڑ کر آگیا۔ دونوں نے وفاداری میں استواری کا ثبوت نہیں دیا مگر میں ہوں اور سچی محبت ہے۔ اور عرض بندگی ہے اور اپنے بار کا کوفہ ہے۔ اس غلوں محبت اور محبوب کی خدمت میں عرض غلامی کے لئے اس کے کوچے میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو چکا ہوں۔ اور تمہیں اور حاجی کی طرح اس کوچے کو چھوڑ کر نہیں چلا جاؤں گلی
- (۳) نہ عرض حرم کے وفادار سے نہ صنم کدہ کی بے باک سے مجھے کام ہے دیار سے دیار پھر دیا ہے  
تو خواہ میری طاقت کو کفر جان اور خواہ سلمانی۔ مجھے تو صرف اپنے امید وار دل کے صدق و ناس سے کام ہے۔ (میں صدق دل سے طلسم بھی لاتا ہوں مجھے اس سے محبت نہیں۔ کہہ اسے کیا نام دیتے ہو)
- (۴) اگر میرے دین و ایمان کی بنیادیں ختم ہو۔ تو تمہیں ہے۔ مگر میں اپنے مستحکم عہد (عشق) کی بنیاد میں کوئی خلل اور شکستگی نہیں پاتا  
(عہد عشق تو فنا نہیں ٹوٹ سکتا)
- (۵) میں وفاق اور دوستی کا بالکل کھرا اور خالص سونا ہوں۔ اگر تم مجھے سود و فہم کی پھل دلاؤ۔ تو کچھ بھی میرے کھرے پن میں فرق نہ کہے گا۔ آؤ ہاتھوں اور امتحانوں میں پورا آؤں گا۔ اور غیبیوں سے کھڑک کر تک عشق و وفائے عہد نہ دجاؤں گلی
- (۶) میں نے اپنے ایتھن کے لبوں کو کامی کے لفظ و ذرات سے جکڑ رکھا ہے۔ (نہ امید پر حرف ناکامی نہیں لایا) بیشک محبت اپنے کام کو اس طریق سے انجام دیتی ہے جس طرح کہ انجاس دینے کا حق ہے
- (۷) نظیری تیری وجہ سے زخمی ہے۔ اور یہ حال کی زینت شکار ہے تو جی ہے۔ جو اس میں پھنسا ہوا اس لئے تو بھی اپنے زخم و بند کاپنے شکار سے آراستہ کر۔ و نظیری تیرا شکار ہے اسے اپنے فتراک میں باندھنے

# غزل نمبر ۹۱

بحر رمل مثنوی محذوف

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

دربِ روضے عیشِ تباہیم و دیگر دانشدہ . صد کلید آورد بخت و قفلِ این دروازشد  
 در گریبانے کہ غم آویخت کمتر نشد و دست . خوشدلی کم دوخت و امانے کہ کیسر دانشد  
 تا غم از ویرانہ ماراہ آمد شد کشود . ویدہ شمع امید باز صرصر دانشد  
 ہچناں مکتوبِ ناکامی بہم بچیدہ ماند . نامہ سر بستہ مایہج جا سر دانشد  
 سعی کردم تا مگر از عشقِ بردارم دلے . قطرہ خونِ نابہ از روضے انگہ دانشد  
 اضطراب از بہر جاں بردن بسے پرواہ کرد . پیچ و تاب شعلہ اش از بال واپر دانشد  
 آنکہ شب خوابِ نظیری را با فسون بست  
 پیچ کار بستہ اوزاں فسون گروانشد

(۱) جب سے ہم نے عشق میں پھنس کر، عیش کا دروازہ بند کیا ہے۔ وہ پھر کھلا ہی نہیں میری قسمت، بنگڑوں و بابیاں اس دروازے کو کھولنے کو لاتی مگر اس دروازے کا قفل کھل نہ سکا۔ عاتقی میں عیش کا حصول ناممکن ہے اس میں بخت بھی یا روری نہیں کر سکتا، اس کے بالکل برعکس تقابلی مطابقت کے طور پر حالی کا شعر دیکھئے :-

(۲) غمِ عشق جس گریبان میں ایک گیا وہ پھر در دست نہ ہوا، خوش دلی اس وامن کو نہیں سیتی جو سر بستہ کھل گیا ہو غمِ عشق تمام وامن کو کیسر چاک کر ڈاٹا ہے۔ اور اس حالت میں خوش دلی اور مسرت پاس بھی نہیں پہنچتی۔ غم اگر وہ چھ چاک و امان ہے تو خونِ دلی اس کو سینے کا ذریعہ ہے۔

(۳) جب سے غم نے ہمارے دیر انداز دل کی طرف آمد و رفت کا راستہ پایا ہے اس وقت سے تیز و تند ہوا کی وجہ سے ہماری امید کی شمع کی آنکھ نہیں کھل سکی، رجب سے عشق میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ہماری کوئی امید پوری نہیں ہوئی۔ گویا غم با دھڑ ہے ماورِ مہارسی امیدیں شمع، با دھڑ صر میں شمع کیسے روشن ہو سکتی ہے؟

(۴) ہماری ناکامی خطِ اسی طرح بند اور پٹیا ہوا ہے کہ اگر ہماری سر بہر نام کی جگہ بھی کھول نہ گیا اور ہماری ناکامی و نامرادی کی بدولت سے کوئی شخص بھی باخبر نہ ہو سکا ہمارے مضبوط اند کی وجہ سے یاد و مسروں کی لئے التفاتی کی وجہ سے

(۵) میں نے کوشش کی کہ خدائے عشق سے کسی ایک دل کو بھی، افسانوں، ریاضوں، نکال سکوں، طرِ جنت ابھی ایک قطرہ آگ کی جوتھادی سے جھانہ ہو سکا۔ (عشق آگ ہے شورو ہے۔ اور دل ایک قطرہ خون۔) آگ پر سے قطرہ خون کا اٹھالینا ناممکن ہے جو دل عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اسی میں جل جہنم جاتا ہے۔

(۶) پروانہ و جان کو جانے کے لئے بہت ترابا غر شعلہ کی لپیٹ، اہلین اس کے بال و پر سے جھانہ ہوئی۔ (عشق کے آغوش و جوں میں عاشق جاتا بھی تو ترکِ عشق نہیں کر سکتا،)

(۷) وہ جس نے غم کی رات کی فیند کو اپنے تر سے باز دیا یا سو باندھ دیا۔ مگر اس سے جادوگر سے اس نظیری کا کوئی بھی بندھ ہو اور مشکل، کام کھن سرکار عشق میں نظیری کی راتوں کی فیند جو ام ہو گئی ہو یا معنوق نے جادو کے راز سے اس کا خواب بند کر



کر رکھی ہے۔ مگر وہ صرف لہجہ ہی جانتا ہے واکرون سے واقف نہیں۔ کوئی کار بستہ اس سے دانہ بوا یعنی نظیری کو اس نے کبھی  
تقرب یا بزم بانی یا رسل سے شاد کام نہ کیا

## غزل نمبر ۹۹

بحر مل شمن مخدوف

ارکان بہ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

دل نمیدانم کجا زیں آستانم میکشد ۱ مرگ مے نیم کہ باہجراں عنانم میکشد  
ہر سہر مو بر تنم وارد خروشے از دواغ ۲ بھر پیوند تو از رگمائے جانم میکشد  
داشتم در سینہ پیکان خدنگ کارینے ۳ دست غیرت اس زماں از سخاںم میکشد  
میکند آسودگی سیرے بگرد خاطر م ۴ گر یہ ہم پائے زچشم خون فشانم میکشد  
قصہ وار شکی امروز پیش دل گذشت ۵ طرفہ خوف نا امید ی از زباںم میکشد  
بر سہر بازار بجاں بازی کہاں آویختم ۶ دست غیرت بشکنم گر کس کمانم میکشد  
میکشم سہرا ز کندا و نظیری بعد ازیں  
گر بعد از بھر آں ناہر باںم میکشد

نہجرت

(۱) میں نہیں جانتا کہ میرا دل مجھے اس آستان سے کہاں لئے جا رہا ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ موت پر کے ساتھ میری باگ کو کھینچنے لئے  
جا رہی ہے۔ راز بھر سے عنان کشید۔ کسی کام سے باز رہنا۔ بالکلے عنان کشید۔ کسی سے ہمراہ جانا۔ بھرنا دھ سے مراد ہوا  
ہوں۔ گویا بھر اور موت و دوزخ ہم کا بیل

(۲) میرے جسم پر گاہ ایک بال میرے راز بھر سے درخ ہو جانے کی وجہ سے تیری جدائی میں، حیرت پکار کر رہا ہے۔ گویا تیرا بھر میری جان کی لگیں  
سے اپنا تعلق توڑ رہا ہے۔ تو میری رگ میں سرایت کر چکا ہے۔ گویا تجھے تیری رگدائے جان میں پیوست کر دیا گیا ہے  
اب جب کہ تجھ سے جدا ہو رہا ہے تو گویا وہ بیوند کوٹ رہا ہے۔ اس کو جتنہ بھر لگے تیکھٹ بھر ہی سے وہ ظاہر ہے

(۳) میرے سینہ میں ایک کاریگر کی آفتاب بھر رہی تھی۔ اب میرا دست غیرت اس کو میری ہڈیوں میں سے نکال رہا ہے۔ ماضی کا تیرا سینہ میں  
جو بہت ہو کر چل گیا۔ میں از پختہ آؤں تو میرا غیبت ہو گا۔ کوئی اور نہیں کرتی۔ میرے سینہ میں تیرے سوکھی اور کی جگہ ہو۔ اگرچہ وہ تیرا ہی تیرا حق  
کہوں تو میرا غیرت کی جگہ بھر رہی ہے۔ بالکل صاف ہو رہا ہے۔ یہ بھر رہی ہے۔ بالکل صاف ہو رہا ہے۔ گویا ہڈیوں میں  
سے تیرا کوئی بھاڑ رہا ہے

(۴) آسودگی میرے دل کے کہ میرا کہی ہے۔ میری خون پرانے والی آنکھوں سے۔ پاؤں نکال رہا ہے۔ آسودہ خاطر ہوں۔ اور اس  
لئے کہ میرے ذراں میں ایک کشیدہ ہو چکے۔ ہمارا بھر ہی کہ نہیں رہا

(۵) آج (مشرق سے) آلا دھو جانے کا قصد ہے۔ دل کے انداز سے بیاد۔ اس سے تیرا زباں سے تیرا بھر کے عجیب الفاظ نکال  
رہے ہیں۔ عاشق عشق سے آزاد ہو گیا۔ نہیں کرتا اس قدر کہ باتیں میں کہیں کی زبان کے بے اختیار تیرا اسیدی کے نصیحت  
نکل کر تیرے عشق سے ذراں ہو کر نہ کہ کوئی لطف نہیں

(۶) میں نے بھائی کے بازار میں کہاں آلا دھو ہے۔ اگر کوئی شخص میری گمانی کو چلے چلا جائے۔ تو میں اپنی غیرت کے  
باکو توڑ دوں۔ (اڑے بڑے ہمارے بازار میں اور زور اور زور کر کے کہ انہیں نہ لیت۔ زنی اور سخت ہر کرتی ہیں۔ کمان بازار میں نکال دینا

دعوت مقابلہ دنیا کو کوئی سیسی کان کو اٹھا سکتا۔ اور نہ کر سکتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ یہ جہان ہی میں میرا کوئی نسیم و شریک نہیں۔ اگر کسی کو جھلک ہے۔ تو آئے اور مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ غیرت کے ہاتھ میں عشق میں غیرت رکھتا ہوں۔ کہ خوب سادگی و دھڑا نہیں۔ اگر کوئی اپنا نکل آئے۔ تو میں یہ دعویٰ غیرت جھوٹوں گا۔  
(۱) اسے نظری آئندہ وہ نامہ بان اگر مجھے سیکھوں دل زنجیروں میں بھی بھڑے۔ تو میں پھر بھی اس کی گرفت سے سرنکال لوں گا۔ (اب وہ خواہ کتنے ہی تازہ انداز و کھلائے۔ میں اس کا عشق ترک نہ کروں گا۔ جو اس سخت سے مقابلہ مطالعہ کشاں کشاں میں پڑھ بھی منظر اب لائے گا لئے تو جا تا ہے رشک اس کی انجمن سے مجھے

## غزل نمبر ۱۰

بحرِ مثنوی محذوف ارکان: فاعلاق فاعلاق فاعلاق فاعلاق

برقفا چہ شمتِ نئے افتد چو ایں دروا شود ۱ آن زماں در گاہِ بشناسی کہ صدرت جاشود  
آنکہ او در کلبہ احزاں پسر گم کردہ یافت ۲ تو کہ چہیرے گم نکردی از کجا پیدا شود  
دوست دار و از غریباں نالہ بیچارگی ۳ عشق میخوابد کہ کشتی غرقہ در دریا شود  
ز وہمہ خوبی زماں شستی بہا نالائق است ۴ پردہ مابستہ ماند پردہ او و ا شود  
برکہ مے خواہد کہ منشورِ خرابتش دہند ۵ باید اول خانماں بر ہم زن و سوا شود  
شد بہارِ عمر ناپخت است انگور مہنوز ۶ نیست معلوم کہ آخر سر کہ یا صہبا شود  
عمر آں کو بر آرم پاکیم را آید لہ کار ۷ حلقہ آں در بگیرم دستم اگر گیر شود  
کم نظیری راست بر جلتے نظر افگندہ ام  
وانے گم روز جزا چشم و دلم گویا شود

- (۱) چہ یہ دروازہ کھل جاتا ہے۔ تو پھر مجھے کچھ کر بھی نہیں دیکھتا۔ درو مجبور پر رسانی حاصل کرنے کے بعد کسی دوسری طرف تو نہیں جاتا۔ جب مجھے مسدود محبوب کے ہنوں میں (جنگ ملتی ہے۔ تو پھر درو کا کوئی پناہ ہے دیکھ کر ہی انکھیں کھلتی ہیں۔)  
(۲) وہ جس نے شکستے میں (حسرت یہ کہ مجھے نہ دیا۔ آخر اس نے پائی لیا۔ تو نے جب کوئی چیز فقیر کی نہیں تو پائے نہ ہاں سے۔ کچھ کھڑکی ملتا ہے۔ مسئلہ اصول ہے)  
(۳) (وہ ہمہ غریبوں سے ڈرواؤں کی اور عاجزی کے نالوں کو پسند کرتا ہے۔ گویا عشق جانتا ہے۔ کشتی دریا میں غرق ہو جائے عشق نالہ و زاری کا مقدمہ نہیں ہے۔ گویا خواہش ہے۔ کہ عشاق زاری و فریاد کرتے ہیں۔ اور آپ کہیں میں عشق ہو جائیں۔ غریبوں کا غلط تحمل اٹھاتا ہے۔ ایک تو نالہ بیچارگی کی رعایت سے عاجز و ماندہ۔ دوسرے کشتی دریا کا سنا بہت سے مسافر و غریب)  
(۴) وہ بہت غریب ہے۔ اور ہم محض عیب نور برائی۔ اس لئے نہیں مٹا سکتے ہیں۔ کہ ہمارا پردہ دھو کا ہے اور اس کا پردہ کھلا رہے پہلے مہر کا ترہ بول بھی ہو سکتا ہے۔ کہ خبیث اس کی طرف سے ہیں۔ اور یہ انساں ہمارا ہی طرف سے)  
(۵) جو عشق چاہتا ہے۔ کہ اس کو زبانت کی جاگیر کا زبان دے دیں۔ اسے جانتے کہ وہ جسے اپنے گھر یا کوٹیاہ گرنے والا ہے دوسرا ہو جائے۔ (خرابات۔ معرفت میں جگہ بھی مل سکتی ہے۔ کہ جسے علاقہ و شیوی کو لات مل کر کھا ہر عزت و ناموس کو ترک کر دینا)

(۶) عمر کی مبارک جانی، گذر چکی اور ابھی تک میرے انگور خام اور کچے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ انعام کا دم کہ سنیں گے یا شراب دانگور سے سرکہ بھی بنایا جاتا ہے اور شراب بھی جوانی۔ جو عمر کی ہوا تازہ ہے۔ گزر چکی اور ابھی تک قسمت و محنت نے کیرتی یا وری نہیں کی نہیں معلوم انجام کیا ہو گا۔

(۷) اگر میرے پاؤں کام دیں تو اس کے کوچے کا ٹکڑہ و طواف، بجالائوں۔ اور اگر میرے ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت ہو تو میں اس کے دروازے کا حلقہ ضرور پکڑ لوں دیا تو یہ مطلب ہے کہ عشق میں طاقت رفتار اور قوت گرفت جواب دے چکی ہے۔ یا یہ کہ میں

(۸) اگر عبادت و ریاضت اور احکام مشرع کو بجا نہیں لاتا تو میرا قصور نہیں کہ میں مجبور رہوں۔ اور اختیار بدست مختار ہے۔ ایسے نظریہ میں نے کبھی کسی مقام پر سیدھی اور صحیح نظر کر ہی ڈالی ہوگی۔ حقیقت اشیاء پر میری نظر نہیں پڑتی۔ بلکہ سطح صورتوں اور شکلوں کو دیکھتا ہوں اس قدر اندس ہو گا۔ اگر جزا دے دن میری آنکھ اور دل بولنے لگے میرے خلاف شہادت دینے لگے۔ کہ اس نے آنکھ سے دیکھنے میں اور دل سے محبت میں حقیقت و معرفت کو نظر انداز کر دیا۔

## غزل نمبر ۱

ارکان: فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن

بحر اعلیٰ مخبون مکتوب

ہر سر شاخ دریں باغ ہوائے دارد ۱ ہر گلے رنگے دہر مرغ خوانے دارد  
یک شکر کام امیدم ہمہ شیریں کردہ است ۲ نزد خود ہر گسے قرہ ہمائے دارد  
بر ہمیں ہم زوریت کہہ تو میزد نشد ۳ در ہر خانہ زنی خانہ خدائے دارد  
حسن ہر جلوہ کہ از جاسے دلت را ببرد ۴ از پیش گری بروی راہ بجائے دارد  
نیست و حلقہ مستان ز من آلودہ ترے ۵ اہل ہر سلسلہ انگشت نمائے دارد  
تاز خورشید وصالش بفراق افتادم ۶ ہر کہ بر من گذر و طعن خطائے دارد  
بفسون و سنش بار اقامت کشا ۷ کان سر چشمہ عجب زہر گیائے دارد  
تا بماند بغلط تہرہ فلک میں بازو ۸ گرچہ خصلے تہند ذوق و غنائے دارد  
حذر از شہرت خونریز کسے باید کرد ۹ کہ اگر کشتہ شود زہر سرائے دارد  
بمن آں کن کہ سزاوار خمبال تو بود ۱۰ شمع در سوزش پر وانہ سمرائے دارد

ن فردوس

غم مخور الفت معشوق مظیرو با است

بوہر ہر ذرہ بخور شید بقائے دارد

(۱) اس بدخس ہر ایک شاخ کوئی خاص خوق و دل لائے ہوئے ہے۔ ہر پھول کوئی خاص رنگ اور ہر پرندہ کوئی خاص نغمہ کہتا ہے۔ (دہر بچے را رنگ دوائے دیگر است)

(۲) "اس کی ہنسی کی ایک شکر نے میری امید کے حق کو شیریں کر دیا ہے۔ و ذرا اسکر اگر اس نے مجھے پراسید کر دیا ہے"

(۳) اپنے نزدیک ہر کھلی ہوا کا وہ بدبویہ رکھتی ہے اس کی ذرا سی مسکراہٹ بھی بہت سے پہلے مصرعہ میں کام شکر کے ساتھ مل کر نیک کام یعنی شہیدانِ سنی کی ہر جگہ جاسکتا ہے اور امید کا مضائقہ بنا کر کام امید میں بھی،  
(۴) برہمن بھی بتلہ کے دروازے سے ناامید نہیں ہوا اس لئے کہ تو جس کھوکھلا دروازہ بھی کھٹکھٹائے گا اس میں کوئی نہ کوئی کھوکھلا مالک موجود ہوگا پھر تو اس مالک حقیقی کا دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹاتا کہ بامراد ہو۔ برہمن بت سے ناامید نہیں ہوتا اور تو اس قادر مطلق سے ناامید ہوا جاتا ہے)

(۴) ہر اس جلوہ کا جن جو تیرا دل چھپنے لیتا ہے۔ (دل آزا جا۔ بردن۔ دل کو اپنی جگہ نہ رہنے دینا۔ مبتلائے عشق کر لینا، اگر تو اس کا تقاب کرے تو دیکھے معلوم ہوگا کہ وہ بھی آخر ایک خاص مقام پر پہنچ جاتا ہے رہن کا مرکز ایک ہے۔ اس لئے اگرچہ عشق مجازی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تمہاری عشق حقیقی کی طرف رہنمائی کرے گا)

(۵) مجھ سے بڑھ کر موتوں کے حلقہ میں کوئی گناہگار نہیں ہے۔ واقعہ کی بات ہے کہ یہ سلسلہ والوں میں کوئی نہ کوئی انگشت نما ہوتا ہے۔ انگشت نما جس کی طرف اشارے اور طعن کے لئے انگلیاں اٹھیں۔ برائی میں مشہور۔ ہر خاندان اور سلسلہ میں کوئی نہ کوئی شخص اپنے عیوب کی وجہ سے انگشت نما ہوتا ہے۔ موتوں کے حلقہ میں اس قسم کا شخص میں ہوں)

(۶) جب سے میں اس کے وصال کے بہشت سے فراق میں گرا ہوں۔ شخص ہی میرے پاس سے گزرتا ہے مجھے گناہ کا غم دیتا ہے اس کا وصال تو یا بہشت تھا۔ فراق بہشت سے مہو ہے، اس لئے آقا دم کا لفظ لایا ہے۔ آدم کو فتنہ کی وجہ سے بہشت سے نکال دیا گیا تھا۔ میری حالت ہجر کو لوگ میرے کسی گناہ کا نتیجہ قرار دے کر مجھ پر طعن کرتے ہیں، حسن مجازی کا حسن حقیقی کی طرف بہری اگرچہ تصوف کے بنیادی اصولوں میں شمار ہوتا ہے لیکن بعض ارباب علم یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ تصوف اسلامی کی رو سے اس مسئلہ کی عام تعبیر سے کوئی نسبت نہیں ہے، امدنیہ افلاطونی فلسفہ اور شاعر کی کلاسیکی تصنیفات کا اثر ہے،

(۷) اس کے منہ کے منتر کے پاس اپنے قیام کا سامان مت کھول داس کا منہ جاو کا منتر ہے اس کے عشق میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ وہ سرچشمہ عجیب زہر گیا رکھتا ہے۔ زہر گیا کے مقابلے میں گوشت و ترشحات و الفت ہے۔ اس کا دہن زہر گیا، کی خاصیت رکھتا ہے۔ تیس اس سے زہر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا)

(۸) آسمان جب تک موجود ہے۔ رہتا ہے۔ غلط نہ رہے۔ گدا آسمان کبھی سیدھی چال نہ چلے گا، اگرچہ اس نے داؤد پر کچھ بازی نہیں لگا رکھی۔ مگر بھی پھر وہ فریب کا شوق رکھتا ہے۔ فصل بفتح خا۔ داؤد اور داؤد پر جو نقدی لگائی جائے جس شخص نے داؤد پر نقد بازی لگا رکھی ہو۔ وہ تو اس نقدی سے بے پروا کیلئے فریب کی کچھ وجہ جواز پیش کر سکتا ہے۔ مگر آسمان کو یہی فریب کرتا ہے)

(۹) اس شخص کی خونریزی کی شہرت سے بچنا چاہیے کہ اگر اسے قتل کر دیا جائے تو اس کا کوئی نوہر کرنا لا بھی موجود ہو۔ نوہر ہر مقتول کے قتل کو شہرہ آفاق کر دے گا۔ اور اس طرح قاتل رسولائے عالم ہو جائے گا۔ غالباً شہرہ آفاق پیرائے میں مشوق کو اپنے قتل کی دعوت دیتا ہے۔ کہ بدنامی سے مت ڈر۔ میرا قتل کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ اس لئے کسی کو کافوں کا خون نہ خور۔ ہوگی شہرت خون ریز۔ خونریزی کی شہرت۔ وہ شہرت جو مقتول ہونے پر حاصل ہوگی یا شہرت جو عزیز ثابت ہوگی۔ پہلے سنی بہتر معلوم ہونے میں)

(۱۰) میرے ساتھ ایسا سلوک کر جو تیرے حسن کے شایان شان ہو۔ شمع بھی پروانے کے جلائے میں مناسبت دکھائی دیتی ہے۔ تو بھی اپنے حسن کی سوزش سے مجھے جلا ڈال۔ اگر دوسرے مصرعے کے معنی پر دانے کو جلائے کی وجہ سے سزا پاتی ہے۔ کئے جائیں تو معلوم بالکل بدل جائیگا یعنی تو مجھے جلا نہیں کیونکہ شمع الہم تو اس کے معنی کے لئے سوزش کی جگہ۔ آتش سوزش ہونا چاہیے)

(۱۱) اسے نظیری اعظم نہ کھا کہ مشوق کا غم تیرے پاس موجود ہے اور ہر ذرے کی ہستی آفتاب ہی کی بدولت بقا و نبوت رکھتی ہے۔ غم عشق۔ آفتاب اور عاشق وہ حقیر ہے۔ عاشق کی بقا غم مشوق پر موقوف ہے،

## غزل نمبر ۱۰۲

ارکان: مقل فاعلان مفعول فاعلان

بحر مفاعیلین مثنیٰ خرب

گر تشنہ بر میر خم میسرم عجیب نباشد ، رحمتی نمائندتا جاں بلب نباشد

با صد مہم نہ خواندند کہ انتظار سوزند ۔ چوں در نئے کشا یند کاش این طلب نباشد  
 صہبائے راز دادند سرسبت شوق کردند ۔ گویند لب کشوں شرط ادب نباشد  
 من یک سبب ندارم در گیر و رنجت ۔ یک مدعا سازند تا صد سبب نباشد  
 چوں زلتے ہمینند آرزو شے نمایند ۔ پائے اگر لغز نہ دجائے طرب نباشد  
 ہرگز دل تو انگر لذت نیابد از عشق ۔ غم نیست عاشقان را اگر قوت شب نباشد  
 از عقد ہائے دوراں دل بدکن بنطیری  
 آنرا کہ واگذارند جز از غضب نباشد

- (۱) کوئی غم کے پاس پیاسا رہاؤں تو کوئی تعب کی بات نہیں کہو نہ جب تک کوئی شخص جاں لب نہ ہو۔ وہ رحم نہیں کیا کرتے عشق میں بے وصل سے آسانی سے سیراب نہیں کرتے،
- (۲) وہ چہلوں نے نہیں، سینکڑوں اسیر کیوں کر بلایا۔ اب انتظار میں جلا رہے ہیں۔ جب وہ دروازہ نہیں کھولتے تو کاش یہ طلب ہی نہ ہوتی۔ اگر عشق میں مبتلا کر کے چلانا اور انتظار ہی کرنا تھا تو ہمیں پہلے ہی سے جہاں تک کھلا یا ہوتا۔ جس کے فریب میں ہم آگئے، انہوں نے ہمیں راز کی مٹراب پیدا دی اور عشق و محبت میں سرسبت کر دیا۔ اور پھر ہمیں کہتے ہیں کہ لب کھلانا انتظار راز کرنا، شرط ادب کے خلاف ہے۔ دوسری محبت دراز کی حالت میں راز عشق کے انہماک کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی میں بات کا منہ سے نکل جانا بس کی بات نہیں،
- (۳) میرے فہم میں تو ایک سبب بھی نہیں۔ حالانکہ قسمت کے دروازے پر جب تک سبب موجود نہ ہوں۔ ایک مقصد کو بھی پورا نہیں کرتے۔ دے بتھا راستا نہیں ہوا۔ تب کسی قسمت سے ایک مقصد پورا ہوتا ہے۔ پہلے مضر میں درگیر گرفت میں آئے تھے معنوں میں تھے،
- (۴) جب کوئی لغزش اور غلطی دیکھتے ہیں تو عفو بخشش کو ظاہر کرتے ہیں جس سے غلطی ہو اسی کو معاف کرتے ہیں، اگر کسی شخص کا پاؤں نہیں پھیلتا اور غلطی نہیں کرتا تو یہ کوئی خوشی کا مقام نہیں۔ گناہ و لغزش کے بعد نہ امت و استغفار سے گناہگار رحمت و بخشش کا مستحق ٹھہرتا ہے جس سے گناہی نہیں پڑا اس کا اتحقاق آرزو کیسا اس معنوں پر مانتا کہ یہ صبر بے نظیر ہے اور تمام کوششیں اس کام میں خراب ہیں۔
- (۵) نصیب ماہر بہت بہشت کے اندھنوں کو مستحق کرامت گنہگار انہماک
- (۶) تو اگر آدمی کا دل عشق سے ہرگز کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا۔ عاشق تو وہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے پاس شب کا کھانا بھی موجود نہ ہو تو انہیں کوئی غم نہیں جو تا عشق میں برداشت نہ ائد کی قوت و رکاب سے جو امر ایس نہیں پھر وہ عشق سے کیا لطف اندوز ہو سکتا ہے!
- (۷) اسے نظری ازانہ کی مشکلات سے بد دل اور بول مت ہو کہو کہ جسے بالکل آزاد چھوڑ دو تو ہیں۔ وہ وہاں غضب کے اور کسی وجہ سے نہیں رواگذارند۔ عقد طے تھا جسے میں لایا ہے۔ وہاں نہ کوئی عقدہ کر میں قرار دیا ہے۔ تو یا جس شخص کو یہ گریں نہیں گائی گئیں اور اسے واگزار کر رکھا ہے اس کی واگذاری تو وہ غضب کی وجہ سے ہو نہ کہ لطف و کرم کے باعث!



# غزل نمبر ۱۰۳

ارکان :- مفعول فارغ لات مفاعیل فارغ لن

بحر مضارع ثمن اضرب محذوف

آن بخت فتنہ جو کہ تو دیدی بخواب شد ۱ داں دل کہ بود سخت تر از خارہ آب شد  
 گلگونہ ہواؤ ہوس رنگ و اگداشت ۲ خیال و خواہدوس طبیعت خراب شد  
 دل را کہ حرف سوختگاں داغ کردہ بود ۳ میرفت تا بر آتش ایشاں کباب شد  
 در بحر شوق کشتی دل ریاں برید ۴ در کوئے یار خیمہ تن بطناب شد  
 ایں بوز سنبل و گل ہر کشور سے خواست ۵ تا در خطا کد ام گیا مشک ناب شد  
 دایم کسے بقافلہ بودہ است پاساں ۶ بیدار شو کہ چشم رفیقاں بخواب شد  
 خشکی لب بے نشہ لبان آب میسہد ۷ تا مستعد شدیم دعا ستجاب شد  
 مستی چہ خوب کرد کہ ایں پردہ برگرفت ۸ رخسارہ حقیقت ما بے نقاب شد  
 تا برین سخا واقعات شہاں نا نوشتہ ماند  
 افسانہ کہ گفت مخطیوی کتاب شد

- (۱) وہ فتنہ کا خواہشمند بخت جسے تم نے دیکھا تھا وہ ہو گیا ہے رومہ زہد جیب میں خود شکلات اور حواش کو دعوت مقابلہ دیا کرتا تھا اگر زہد چلا اور وہ دل جو پھر سے بھی زیادہ سخت تھا اب پانی پانی ہو چکا ہے۔
- (۲) ہواؤ ہوس کے غار سے کارنگ ٹھٹھ گیا اور ہو گیا اور طبیعت کی عروس کے خط و خیال خراب ہو گئے دڑھاپا آگیا اور ہواؤ ہوس کا رنگ سرد پڑ گیا۔ گو طبیعت جوانی میں عروس تھی جس کے خط و خیال اب بگڑ گئے ہیں۔
- (۳) وہ دل جس کو سوختگاں عشق کی باتوں نے داغ کر رکھا تھا وہ دوسرے عشق میں جاتا رہا۔ یہاں تک کہ انیس کی آگ میں جل کر کباب ہو گیا۔ وجود بھی عاشقوں کے حالات سن سن کر ان کی حالت پر انوس سے کڑھا کرتا تھا۔ خود آتش عشق میں جل بچھا۔
- (۴) عشق کے موند میں دل کی کشتی نے ریاں توڑ ڈالیں تمام مہار سے اور تعلقات ترک کر دیئے اور یار کے کوچے میں جسم کا خیمہ بے طناب ہو گیا (گرا گیا)۔
- (۵) یہ خوبو ہر ایک ملک کے کلاب و غنیش سے بیدار نہیں ہوتی معلوم نہیں خطا میں کونسی گھاس خالص مشک بنتی ہے (ایک ہی نوع کے مختلف افراد میں سے سر بلندی و عظمت کسی ایک آدمی کے حصے میں آتی ہے)۔
- (۶) قافلے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی پاساں ضرور رہا کرتا ہے۔ تو بیدار ہو کیونکہ باقی تمام رفیقان قافلہ سو گئے ہیں (باقی سب لوگوں پر غفلت چھا گئی ہے۔ تو تم ہوشیار رہو کہ پیچھے رہی میں قافلہ نہ جائے۔ اگر غصہ کرے کہ بطور استغفار از غصہ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ قافلے میں کوئی شخص ہمیشہ پاساں نہیں رہتا۔ کئی جیا چکے نہیں ہوش کرنا چاہیے۔ کہ تمہاری باری بھی آنے والی ہے۔
- قندہ ناؤ غماری و سارباں غافل  
 متاع بردہ حرامی و کاررواں خفتہ

(۷) ہماری خشکی لب تشنہ لبوں کو آب دیتی ہے۔ ہم جب سے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ ہماری دعا قبول ہو گئی ہے خشکی لب دعا و نزاری کرنے کی وجہ سے لب خشک ہو گئے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تشنہ لبوں کو ہماری خشک لب سے شہادت کی وجہ سے عزت و آبرو حاصل ہے۔ دوسرا مطلب یہ کہ گود دعا و نزاری کی وجہ سے ہم سے لب خشک ہو رہے ہیں مگر ان میں وہ اثر و برکت ہے کہ تشنہ لبوں کو اپنی دعا کے ذریعے سے سیراب کر سکتے ہیں مستعد۔ کمر بستہ مراد دعا و عبادت پر کمر بستہ ایک اور طرح یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تشنہ لبوں کو ان کی خشکی لب آبرو بخشتی ہے چنانچہ جب سے ہم مستعد عبادت دریا ضفت ہو کر تشنہ لب ہوئے ہیں ہمیں قبولیت دعا کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے،

(۸) مستی نے کیا خوب کیا کہ یہ پردہ اٹھا دیا اور ہماری حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر دیا۔ ہم نے مستی میں افشائے راز کو یاد نہ ہماری حقیقت کبھی رہ جاتی۔ شاعری مراد انا الحق سے ہے کہ حقیقت انسان بلکہ تمام کائنات بقول صوفیاء اسی وحدت کا ایک قطرہ ہے،

(۹) بادشاہوں کے واقعات کی تاریخ تو ان لکھی رہ گئی دُعا کے لکھنے کی طرف تو کسی نے خاص توجہ نہ دی، مگر جو افسانہ نظیری نے بیان کیا وہ کتاب بن گیا۔ داستان عشق یا اشعار نظیری محفوظ کر لئے گئے،

ہرگز غیر و آئندہ کہ دلش زندہ شد عشق ثبت است بر جہیدہ عالم دوام

## غزل نمبر ۱۰

ارکان: مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل

بحرین مخمّن انحراب مفعول مقصور الاخر

دوران مے حسرت ہمہ در ساغر ماکرو ۱  
نکشود قضا شست کہ آہے نکشیدم ۲  
بازوئے ہنر دارم و اقبال ندالم ۳  
فریاد براریم ازال یار مشعبد ۴  
خود طلعت خود و دیدہ و گم پرہ بر انداخت ۵  
با آنکہ لبش داد مست ادنی محبت ۶  
ناوک فگنے بر سر ہر راہ نشانید ۷  
دشمن یارم افگند و دوست با تش ۸  
چندیں سخن اعشوق کہ گفتند و شنیدند ۹  
برند بجائے پرو بالش سرو منقار ۱۰  
مرغی کہ بلند از سر این شاخ نوا کرد

خوردند بیلیم و رضا گشت منظیوی

" مسکین نتوانست خصوصیت بقضا کرد

- (۱) زمانے نے حسرت کی شراب تمام کی تمام ہمارے ہی پیاسے میں ڈال دی ہے۔ ستاد حسرتیں میری قسمت میں لکھ دی ہیں، ہم نے جس چیز پر بھی دل رکھا جس چیز کو بنظر پسند دیکھا، اسی کو ہمارے آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا۔
- (۲) قفلے کوئی تیرہ چھوڑا جس کی وجہ سے میں نے آہ کی ہو۔ رہبر تیر قضا کا نشانہ میں بنا، جو تیر بھی اس نے چھوڑا وہ میرے سب سے زیادہ پیارے کو لگا دوست تر سب سے زیادہ دوست یعنی دل)۔
- (۳) میرے پاس ہنرمند بازو تو ہیں۔ مگر اقبال مندی نہیں میں کوشش کرتا ہوں رکشش کا تعلق بازو سے ہنر سے ہے، مگر کوئی کام بھی بوجہ احسن نہیں کر سکتا کہونکہ اقبال یاد نہیں)
- (۴) ہم اس شہیدہ بازو دوست کی وجہ سے فریاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے روز ازل سے یہ آسمان کا خعبہ چھوڑ رکھا ہے۔ آسمان ہر روز نیا رنگ بدلتا ہے مگر آسمان خود کچھ نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کرتا ہے اسی کے حکم سے کرتا ہے، اس نے خود ہی اپنا چہرہ دیکھ کر پردہ الٹ دیا۔ خود ہی اپنے اوپر فریفتہ ہو گیا۔ اور پھر فتنہ برپا کر دیا (صوفیاء کے عقیدہ ہمارا دست) "میں نے مطابق سب کچھ وہ خود ہی ہے"
- (۵) خود کو زہ خود کو زہ گرد خود گیل گوزہ خود بر سر بازار خرید اور اے علم کچھ
- (۶) باوجودیکہ اس کے لبوں نے محبت کا اعلان عام کر دیا مگر نہ تو وہ بھی بر سر محبت آیا اور نہ بھی عہد کو وفا کیا۔
- (۷) اس نے ہر راستے کے اوپر ایک تیر انداز بھرا رکھا ہے۔ اور عشق کی کند میرے گلے میں ڈال کر مجھے آزاد کر دیا۔ رہ طرف عشق کے تیر انداز موجود ہیں۔ عشق کی کند سے گونجی گونجی نہیں)
- (۸) وہ دین کو بہشت میں ڈالتا ہے اور دوست کو دوزخ میں۔ باوجود اس کے میری طاقت نہیں کہ یہ کہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے وہ بچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی موزوں و مناسب ہوتا ہے، اسے سے بڑا یا سہ طور استحقاق بہشت میں نہیں جاسکتا۔ اور بڑے سے بڑا لحد بے دین دہریہ کو اگر وہ اپنے فضل سے چاہے تو بہشت میں جگہ دیکھتا ہے۔ اور پارسا کو دوزخ میں بھیج سکتا ہے)
- (۹) اگرچہ لوگوں نے عشق و محبت کی اس قدر باتیں کہی اور سنی ہیں۔ مگر کوئی شخص بھی محبت کا حق ادا نہ کر سکا اور حق محبت ادا کرنا آسان کام نہیں)
- (۱۰) دو دوسرے پہلے جس مرغ نے اس شاخ پر غنمہ بلند کیا عشق کا راز افشا کیا، اس کے پردہ بال کی جگہ سر اور چوخی لگا ڈالتے ہیں۔ اس مضمون پر عربی کا ایک قطعہ بندیا درگھنے کے قابل ہے
- صید دل را کند دیند کسے کہ اگر سر کشد سر اندازد  
مرغ جان را برد بیاغ کسے کہ اگر برزند پر اندازد
- (۱۱) نظیری دوست کی رضا اور ہم پر غم جو گیا درختا۔ دوست کی مرضی پر رضا مندرجہ جانا نہیں۔ اپنے کو دوست کی مرضی کے حوالے کر دینا، بے چارہ تقدیر سے نہیں بھگڑ سکتا تھا کہ اس کی تقدیر میں اس حقوق کا عشق لکھا تھا۔

## غزل نمبر ۱۰

ارکان: رفعتان فعلاتن فعلاتن فعلن

بھر دل نشن بھون بھون

نہ زہدم بکف بخت عنایں مے آید ، نہ بزورم زہ دولت بکمایں مے آید  
نہ مرا بازو کے قائم نہ مرادیدہ است ، ہمہ بے قصد خدنگم بہ نشاں مے آید  
تہ کہ آسودہ دلی از تقسم سود مخواه ، منکہ شوریدہ آش بنباں مے آید  
سخن مردم دیوانہ حقیقت دارد ، در عبارت باشارات نہاں مے آید  
عشق در ملک عقل چو سلطان گردہ ، روش عادت دیگر بمیاں مے آید

میکنم سورجوار خانہ علیا بق برود ۴ میدیم خیر جو از راہ ریاں مے آید  
ہمہ بر خوش ز بیم دم آخر سرزند ۵ جائے خوفست کہ کشتی بکراں مے آید  
مرد در گاہ و سر پر دہ عزت نبود ۶ ہر کہ دامن لبس پر پائے کشاں مے آید  
وصل جو یان تو بر بولے نسیم گردند ۷ کہ از بولے تلف کاری جاں مے آید  
طاقت جو رجھا نیست تنک حوصلہ ۸ گر یہ چوں نکند دل بےغاں مے آید  
اینکہ با طبع شایست منظیری چہ عجب  
" میر و پیر بمیخانہ جواں مے آید

- (۱) تو میری کوشش سے بخت کے ہاتھ میں (انتخاب کی) بگڑ آتی ہے اور نہ میر سے زور سے دولت کی زہ کمان میں آتی ہے۔  
(۲) زور بازو سے دولت حاصل نہیں کر سکتا، اگر ایمان دولت گڑی ہے اور میں اسے زہ نہیں کر سکتا،  
(۳) اگرچہ تو میر سے باز رہتا ہوں۔ اور نہ میری آنکھیں ہی درست دیکھ سکتے دلی ہیں مگر اس کے باوجود میر سے تمام  
تیرے ارادہ نشانے پر میٹھ رہے ہیں، آپیں با اثر ہیں)  
(۴) تو کہ خوش دل ہے، میر سے دم سے نفع کی امید مت رکھ (میری تیش اور جلن تھیں اور تمہاری آسائش کو جلا دیگی  
یہ کہ تم میں عشق سے نفیس پانے کی اہلیت نہیں، اور میں جو شوریدہ اور دیوانہ ہوں میری زباں سے آگ جھڑتی ہے۔  
(سبحان عشق گویا آگ کی جھکاریاں ہیں)  
(۵) دیوانے آدمیوں کی بات میں حقیقت ہوتی ہے اور وہ حقیقت عبارت میں پوشیدہ اشاروں سے بیان کی جاتی ہے، لہذا  
طبیعت و معرفت کی باتیں دراصل حقیقت کے اشارات پر مشتمل ہوتی ہیں)  
(۶) جب عشق عقل کی ملکیت پر فرمان روا بن جاتا ہے تو پھر جسے ہی طور طریقے رائج ہو جاتے ہیں عقل کی جگہ دیوانگی شہینگی لے لیتی ہے،  
(۷) جب گھر بار سے میر سے تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں تو خوشی مناتا ہوں۔ اور جب مجھے راستہ میں نقصان پہنچتا ہے تو میں  
خیرات دیتا ہوں (عشق میں خاموشی بربادی اور قطع علاقہ ہی کامیابی کا ذریعہ ہے)  
(۸) سب لوگ آخری وقت موت کے خوف سے اپنے آپ میں کاسینے میں بکایا کوئی خوف کا مقام ہے کہ کشتی کنارے کے پاس نہ  
رہی ہے یعنی دراصل موت خوف کا موقع نہیں کیونکہ کشتی عمر سائل زندگی کے کنارے لگ رہی ہوتی ہے اس کا بیانیہ برغوش  
ہونا چاہیئے! انتہام کے بغیر دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہوگا۔ یہ خوف کا مقام ہے کیونکہ کشتی ساحل کے کنارے لگ کر رہی ہے  
کنارے کے پاس کشتی کے ریت میں دھنسل جانے کا خطرہ ہوتا ہے موت کے وقت بھی خطرہ ہے کہ کشتی ایمان کفر اور انکار کی دلدل  
میں پھنس کر رہ نہ جائے)  
(۹) دوسرے مصرعہ مقدمہ (جو شخص فخر و ناز سے چلتا ہے) دامن پیر پاکشدان۔ دامن کو پاؤں میں لٹکاتے ہوئے چلنا۔ علامت کبر و خود  
دہ عزت کے مکان اور درگاہ کا وسیلہ ان نہیں۔ اسے طریقت کی بارگاہ اور حریم عزت میں جگہ نہیں مل سکتی)  
(۱۰) تیرے وصل کے طالب اس نسیم کی خوشبو پر گرویدہ و ذلیل ہیں۔ کہ جس سے جاں کی تلف کاری کی بر آتی ہو وہ ہوا جو تیرے کوچے  
سے آتی ہے اس کے ساتھ تیرے کوچے کے کشنگان ناز کی بولے خون بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ گویا عاشق کو پیغام جاں سپاوی  
ہے۔ اور وہ اسے لہو و خون لیتا ہے۔ یا یہ کہ نسیم میں بولے جاناں شامل ہے اور وہ عاشقوں کا جان لیوا ہے اس کے باوجود  
وہ اس نسیم کو پسند کرتے ہیں)  
(۱۱) تنک حوصلہ محسن جو رجھا کے برواشت کی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ دیوارہ، جب ضبط کرے کہ کتابے تو اس کا دل فسرنا  
کرنے لگتا ہے (اور اس طرح ضبط برواشت کو جواب دے لیتا ہے)  
(۱۲) یہ جس حالت میں کہ نظیری طبع جو ان رکھتا ہے (جو ان کے عالم میں اس کی جو کیفیت ہے) اس سے کوئی عجب نہیں کہ وہ بڑھا ہو کر  
نے خانے میں جئے اور جو ان ہو کر نکل آئے (جو ان اور زور بیان کا نظیری کی طبیعت میں کوئی شکا نہیں۔ جو چاہے میں بھی عشق و الفت  
کی وجہ سے اس میں کمی نہ آئے گی)

# غزل نمبر ۱۰۶

بحر مضارع ثمن اعرب کفوف موزون

ارکان: بیضول فاعلات مفعیل فاعل لن

بیگانہ روشو دیر آشنا رود ۱ آں کس کہ آشنا بتو باشد کجا رود  
از خاکبوس کوئے تو تا پاکشیدہ ام ۲ بر راہ من جدا روم و دل جدا رود  
احرام عہد روز ازل کعبہ کوئے تست ۳ جز راہ عشق ہر کہ رود بر خط رود  
صہبائے راز بیش زاندا زہ میدہند ۴ گردم زند حریف سرش بر ہوا رود  
عشاق ناز حسن نہ ارزاں خریدہ اند ۵ بسیار سر کہ بر سر این ماجرا رود  
شادی کہ غبن میکشی و دم نئے زنی ۶ در شہر این معاملہ باہر گدا رود  
عشق آمد و تمام بگو شمع دروں دمید ۷ رازے کہ در میان میں و کیمیا رود  
ایں حاجیاں ز دور صدائے شنیداند ۸ کس در درون پردہ چہ داند چہا رود  
زاں بجر موج زن چہ کم آید اگر شبے ۹ بر کشت زار سوختہ آب بقا رود  
عریاں تہی عارف معنی جمال اوست ۱۰ فرہما بماند و پرہما رود  
ماہیہن ز سادگی از بر فکندہ ایم ۱۱ وز کینہ دیر در بردنمن قبا رود

غمگین منباش زو و نظیری فرح دہند

۱۲ چوں بندہ مطیع ہمہ برضارود

(۱) اگر بیگانہ کو رو کر دیا جائے نکال دیا جائے تو وہ کسی آشنا کے دروازے پر چلا جاتا ہے۔ مگر شخص صرف تیرا ہی آشنا ہو وہ کہاں چلا جائے دعا شق تیرا دھجھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ بیگانہ رقیب کے تعلق کتا ہے کہ وہ جذبات عشق حقیقی سے محض بیگانہ اور بوالہوس ہے اس لئے وہ تو نہیں اور نہیں اور نہیں پر عمل کر سکتا ہے مگر میرا عشق تو صادق ہے۔ اور اس لئے اول و آخر قوی میری امید کا ہے،

(۲) جب سے میں تیرے کوچے کی خاکبوسی کو چھوڑ کر نکلا ہوں۔ و پاکشیدن۔ روانہ ہو جانا۔ چلے جانا اس وقت سے حالت یہ ہے کہ میں الگ راہ چلتا ہوں اظہار دل الگ چلتا ہے۔ حار ہوں۔ مگر دل تیرے کوچے کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ اس کو اس طرح ادا کیا ہے کہ گویا وہ ہم سفر ہیں مگر دونوں کی منزل مقصود مختلف ہے۔ اس لئے دونوں مختلف راستوں پر جا رہے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جب انسان کا دل کہیں جانے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے قدم کہیں پڑتے ہیں اور اس کا خیال کہیں ہوتا ہے جوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی دل چاہتا ہو تو زباں میں اثر کہاں



(۳) روزِ نزل کا ہمدِ اُلتِ عاشقوں کا احرام ہے اور تیرا کوچہ ان کا کعبہ ہے اور وہ عہدِ اُلت کے بندھے ہوئے تیرے کپڑے کے طواف میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں، اس لئے جو شخص بھی عشقِ معرفت کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلن ہے وہ غلط جا رہا ہے۔  
(۴) عشقِ ناز کی شراب اندازہ سے زیادہ دے لیتے ہیں مگر دیکھا وہ حریف بادہ جب فدا دم مارتا ہے تو اس کا سر ہوا میں اڑ جاتا ہے (صفت کی شراب سے سرشار ہو کر جب حالتِ جذب و سلوک میں راز افشا ہو جاتا ہے تو گردن اڑا دیتے ہیں۔ مبینہ اندازہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "انا حق" کہنے میں مفسورِ معذدی کے قابل تھا۔ کراس کا اندازہ سے زیادہ ہلائی گئی تھی یہی اس کا طرف اتنا تھا۔ کہ وہ اس کو ہواشت کر سکتا)

(۵) عاشقوں نے حق کے ناز کچھ ارزاں تو نہیں خرید لئے بلکہ اس معاملہ میں بہت سے سر پہلے جاتے ہیں (عشق میں سر تک مذیتِ قاتل کرنا پڑتا ہے۔ عاشقی آسان نہیں)

(۶) تو اس پر خوش ہے کہ عشق میں (لفضان اٹھاتا ہے اور دم نہیں مارتا۔ مگر عشق کے شہر میں تو ہر قصر کے ساتھ ہی محاط ہوا ہے۔ عشق میں تیرا ترک تعلقات و لذات کا نقصان برداشت کرنا کئی بہت قابلِ فخر امر نہیں۔ ہر گدا سے یہ اظہارِ مقصود ہے کہ تو جو عشق میں امارت و سرداری اور انا و لا غیر کا دعوے دار ہے اور پھر اتنا نقصان برداشت کرنے پر فخر کرتا ہے۔ حالانکہ عشق میں جو بالکل معمولی درجہ رکھتے ہیں وہ بھی اس قدر لڑیاں برداشت کر کے فخر نہیں کرتے)

(۷) عشق آیا ادا اس نے میرے کان میں تمام راز چھونک دیا (دیباچہ کر دیا) جو تاجے اور کیمیا کے درمیان ہوا کرتا ہے (میں تاجے کی طرح کم قیمت و پتھر تھا۔ عشق نے کیمیا کا کام کیا اور اب میں سونا ہوں)

(۸) ان حاجی لوگوں نے تو دودھی سے ایک آدھ سنی ہے کسی کو کیا معلوم کہ پودے کے اندر کیا ہو رہا ہے (یہ صرف احکام ظاہری کو بگاڑنے والے۔ اسرار و رموزِ طریقت سے بیخبر ہیں)

(۹) اس ٹھٹھس مارتے ہوئے دہقانِ سمندر میں کیا کی آجائیگی۔ اگر کسی شب ایک چلی ہوئی کھیتی کو آبِ زندگی مل جائے (اس کے لطف و کرم کے بھرجوج سے اگر ہم موتہ سماءوں کو یہ رہ کر دیا جائے تو اس سمندر میں کچھ کمی نہیں آسکتی۔ اقبال نے شاعرانہ بے باکی سے کہا ہے)

ترے ساغوس سے باقی نہیں ہے      تیرا کیا تو مرا ساتی نہیں ہے  
سمندر سے طے پیاسے کو کھنسم      بھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

(۱۰) عارفِ حقیقت کی عریانی جسم اس دمشقِ حقیقی کے جمال کے سبب سے ہے (دیکھ لو) ہمارا کٹکھوہ و شنن باقی رہ جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارا پر خود ہمارا چلا جاتا ہے (کہتے ہیں کہ جس کے سر پر ہمارا سایہ پڑ جائے وہ پادشاہ ہو جاتا ہے۔ بادشاہی فخر ہمارا ہونی چاہیے۔ فطرت کو حاصل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہمارا جاکھا ہوتا ہے۔ اسی طرح عارفانِ راہِ طریقت پر اس جمالِ حقیقی کا سایہ پڑ تو انھیں ہر تہذیبِ اہلِ وہ دنیا و دنیا کے علاق و اسباب سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے تن تک کو ڈھانپنے کا ہوش نہیں رہتا۔ تو ان کی یہ عریانی تن فرمایا ہے کہ وہ اسی کو شاہی سے بڑھ کر خیال کرتے ہیں)

(۱۱) ہم نے تو جو جسمِ سادگی و بیوقوفی اپنے جسم پر سے لباس اتار چھینا۔ اہلِ دین کے جسم پر اس کی دشمنی کے باعث ثواب و برکت رہتی ہے (بقا۔ چھ۔ دین۔ شیطان مراد ہے۔ مطلب یہ کہ شیطان نے لباسِ فریب پہن کر آدم کو نافرمانی پر آمادہ کر دیا۔ اور ان کا لباس مٹا کر۔ آدم کو سادگی کے باعث شیطان کے فریب میں آگئے)

(۱۲) اسے نظیری انجینس نہ ہو کہ جب فرمانرواِ غلامِ باطل آقا کی رضا پر چلے تو پھر اس کو خوش کر دیا کرتے ہیں (خیرہ تسلیم و رضا اختیار کر کے گاتے تھے اہلِ سرت حاصل ہو جاتے تھے)

## غزل نمبر ۱۰

بھر مضارحِ شمنِ اضرب کفوفِ مقصور      ارکانِ مفعولِ فارغِ لاتِ مفاعیلِ فارغِ لان

دلِ کز تو شد بریدہ کم از سنگ و رنود      پیو نذر روحِ بود و توالس و خو      بنود

قہر تو ناگہاں بسر آمد سببِ نداشت      بھر تو اتفاقِ فستاد آرزو بنود

ناسازیِ نزاکتِ طالعِ بسو شکست      با آنکہ و روم آں قدر اندر بسو بنود

چشم و باغِ مردمِ عاقل گرفتہ بود • یا خود گلِ جنونِ مرا رنگ و بو نہ بود  
 عقلم کہ ہمتیاز گہز استخوان نکرد • کامِ ہما برید و درش در گلو نہ بود  
 گریل براہ نامہ و قاصدِ غمت • بسیار تیرہ آبِ محبت بکو نہ بود  
 مجھ فرو گذاشت بسرکانِ گلِ عذار • لایق بروئے مفلسِ ناشستہ رو نہ بود  
 گفتم کہ عہدِ ستین و تنہا گذشتن • دانی بدست اگرچہ نکویم نکو نہ بود  
 حُسن تو در تر ازوئے ابر و ہلا فروخت • روزے بہن کہ دسترسِ سنگِ رو نہ بود  
 گفت آں زماں کہ غمزا ام ایں ماجرا نو • پیچم بہستی تو سہر گفستگو نہ بود  
 اے طائرے کہ نامہ سوئے دوست میری  
 گر پرست کہ بود نظیری؟ بگو نہ بود

(۱) جو دل تجھ سے کٹ گیا دھتھ سے ترکِ محبت کر گیا، وہ پھر اور کانشی سے کم رنجت نہیں ہو گا، میرا دل تو کسی طرح بھی تجھ سے جدا نہ ہو سکا کیونکہ میری تو روح کا تجھ سے پیوند تھا۔ صرف اُس اور جو نہ تھی کسی جگہ یا کسی شخص کے پاس رہنے سے اس سے کچھ اُنس ہو جا یا کرتا ہے اور اس کی وجہ عادت ہوتی ہے کہ اس جگہ یا اس شخص کو دیکھتے یا ملتے رہنے کی وجہ سے طبیعت اس کی عادی ہو جاتا کرتی ہے میری محبت تجھ سے اس قسم کے اُنس "یا نحو" کی بنا پر نہیں بلکہ وہ تو میری روح میں پیوست ہو چکی ہے جو کسی طرح جدا ہو ہی نہیں سکتی

(۲) تیرا قہر اچانک ہمارے سر پر نازل ہو گیا۔ حالانکہ اس کی کوئی وجہ نہ تھی اور ہمیں تیرے جبر کے برداشت کرنے کا اتھاق ہوا۔ حالانکہ ہماری خواہش نہ تھی تیرا قہر و جبر تیرے ارادہ و اختیار کا نتیجہ ہے۔ ہماری خواہش درغماندی کو اس میں مطلق دخل نہیں، (۳) میری اہمیت کی نزاکت کی ناموافقیت نے دُشرب کا شکار توڑ ڈالا۔ باوجودیکہ شکے میں تو اس قدر چھٹ بھی نہ تھا، ارشکے میں پھوڑی کی چھٹ سچی شرابِ مطلق نہ تھی۔ میری قیمت اس قدر نازک اور تجھ سے ناموافق ہے کہ مجھے وہ بھی پینا نصیب نہ ہوئی اور بدستی سے شکا ہی ٹوٹ گیا،

(۴) یا تو عقلمند لوگوں کی آنکھیں اور دماغ بند تھے، اور یا پھر میرے ہی جنون کے پھول میں کوئی رنگ اور بو نہ تھی، اسباب عقل نے میرے جنونِ عشق کی کیفیت سے کچھ بھی استفادہ نہ کیا۔ اس کو اس طرح بیان کرتا ہے جنون ایک پھول ہے جس میں رنگ بھی ہے اور خوشبو بھی مگر عقلمندوں کے دماغ اور آنکھیں بند ہیں کہ وہ نہ اس کی خوشبو سونگھ سکتے ہیں اور نہ رنگ کو دیکھ سکتے ہیں عشق کا لطف عقل کی زنجیروں سے نکل کر ہی پاسکتے ہیں،

(۵) میری عقل نے جو موتی اور ہڈی میں امتیاز نہ کر سکی، ہمارا حلق چیر ڈالا۔ حالانکہ اس کے گلے میں موتی نہ تھا، ہڈی کھاتا ہے اس کے حلق میں ہڈی کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔ عقل کم اندیش ہے کہ موتی کی امید و تلاش میں ہمارا کلا چیر ڈالا۔ عقل تو ہر عشق و حقیقت کی تلاش میں کامیاب نہیں ہو سکتی،

(۶) اگر میرے بھلا اور قاصد کے راہ میں بل نہ ٹوٹ گیا ہوتا تو عشق و محبت کی، نہ میں محبت کا پانی کچھ زیادہ گدلا تو نہیں تھا، اگر میرے اور دوست کے ہر بیان نامہ و پیام کا سلسلہ منقطع نہ ہو جاتا تو یقیناً وہ بھی میری محبت کا دم بھرنے لگتا۔ کیونکہ اس کے دل میں میری طرف سے کچھ زیادہ کدورت نہ تھی،

(۷) اس نے سہرہ رو پہنہ اڑھ لیا۔ کیونکہ اس کا وہ پھول جیسا رخسارِ گلِ عذرا میں اضافتِ تشبیہی ہے، مجھ جیسے ناشستہ روئے شخص کے دیکھنے کے قابل نہ تھا، میں اس کا جمال دیکھنے کے قابل نہیں اس لئے اس پر وہ کرکھا ہے،

(۸) میں نے کہا تم خود جانتے ہو کہ عہدِ وفا باندھنا اور پھر (چاہنے والوں کو) تہا چھوڑ دینا بڑا ہے۔ اگرچہ میں نہیں کتا کہ قہارِ اہمِ وفا

کر کے مجھے تنہا چھوڑ دینا، اچھا نہیں تھا دشمن کی طرف سے عہد وفا کی شکست کو عاشق اپنے منہ سے برا نہیں کہتا۔ بلکہ ”دانی“ کہہ کر اس کی شہادت دلاتا ہے اور اس طرح اپنے منہ سے اس کی برائی بیان کرنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ زود پیدا ہو گیا ہے۔  
(۹) تیرا حسن ابرو کی ترازو میں اس روز بھی میرے پاس بلاشبہ بچ رہا تھا۔ جب بھی پتھر ارکائی دستیاب نہیں ہو سکتے تھے (دو نوا بروں کو ترازو کے دو پلڑوں سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ کہ اس روز ازل سے عشق میں مبتلا ہوں مگر

باغزہ میں معاملہ پیش از است بود حرف بلی بنود کہ زخم ہمار سید

ننگِ درد ترازو کی مناسبت سے لایا ہے کہ پتھر اور لوہے کے بات و زن کے کام آئے ہیں،  
(۱۰) وہ کہنے لگا کہ جس وقت میرے غم سے نے یہ باجرا کھا۔ اس وقت مجھے تیری ہستی سے کئی گفتگو نہ تھی وجہ میں نے غمزدہ دکھایا تو میرا مقصود تھیں گرفتار عشق بنانا نہیں تھا یہ قطعہ بند ہے اور ازل معاملہ اور ہستی کی کار فرمایاں اور حسن و عشق کے تعلقات ابدی ان اشعار کا موضوع ہے)

(۱۱) اسے وہ طائر (نامہ بر پرند ہے) کہ دوست کی طرف خط لے جا رہا ہے اگر وہ تجھ سے پوچھے کہ نظیری زندہ موجود تھا؟ تو کہنا کہ نہیں تھا۔ (نامہ محبوب کو پہنچنے تک زندہ نہیں رہ سکوں گا یا یہ میں اس کی ہستی کے مقابلے میں نیست ہوں،

## غزل نمبر ۱۰

ارکان: مفعول فاعل لات مفاعیل فاعل لان

بحر مضارع مثمن اضرب کعوف مقصور

ساقی قدح نہ داد و سفالِ سبونمود ۱ چنڈا ننگہ جرعہ بچشم آبر و نمود  
میخو است بوسہ رخت اقامت بگسترد ۲ از فرش جبہ راہ براں خاک کو نمود  
دندان زوہر از نگاہ گر سنہ بود ۳ لعل لبش کہ بادہ باں رنگ بو نمود  
در باخت دل بعشق مقمر ہر آنچہ داشت ۴ ہرگز قمار خانہ بایں رفت و رو نمود  
از بیقرار می دلم ابرو ترش نکرد ۵ با آنکہ میفروش مغال نیک خو نمود  
تہ جرعہ ندا کہ اسرار دوستی ۶ لایق ہر زہ مست سر چار سو نمود  
تا صبحدم صنم صنم بود بر زباں ۷ کا بخ مال عابد اللہ گو نمود  
زاں حسرتے کہ در دل من میفروش کرد ۸ بزم منے نشد کہ لبم خشک از و نمود  
بس آرزو کہ داشت نظیری پختہ گو

۹ امروز گنج یافت کہ در آرزو نمود

(۱) ساقی نے مجھے بالہ نہ دیا کہ اس سے پی لوں، اور میرے پاس ایسے کا ٹھیکہ بھی نہ تھا کہ اسی پر لے لیتا، گویا میری تانی بھی

کہہ دیتی کہ ایک گھونٹ ہی لی لیتا کچھ خشن سے مضارع واحد مکمل  
(۲) بوسہ چاہتا تھا کہ اقامت سننے لے ڈیرہ ڈال دے مگر پیشانیوں کے فرش کی وجہ سے اس کو چمے کی زمین پر راستہ ہی نہ تھا۔  
(۳) میں چاہتا تھا کہ اس کے آستان کو بوسہ دل نہ کر دیاں پہلے سے اس قدر عشاق پیشانیاں رگڑ رہے تھے کہ تمام گلی میں گویا پیشانیوں کا فرش بچھ رہا تھا۔ پھر میں آستان پر کیسے پہنچ سکتا

(۳) دوسرا مصرعہ مقدم، اس کے صل جیسے سرخ لب کو شراب میں بھی اُن جیسی رنگ پر دلوتی۔ ہزاروں حرلیں نگاہوں کے دندان زد تھے۔  
دندان زد: یعنی ہزاروں عشاق کی حرلیں نگاہیں ان لعل لے لب پر دانت رکھتی تھیں۔ دندان زدوں: کاٹ کھا مارا۔ دندان زد: اسم  
مفعول تکیہ،

(۴) (دیر سے) دل نے اس قمار باز کے عشق میں جو کچھ بھی موجود تھا سب ہار دیا ایسا کہ قمار خانہ میں بھی کبھی اس طرح سے چھانو نہ دی گئی ہوگی  
(باوجود مصافی کرنے اور چھانو دینے کے قمار خانے میں کچھ نہ بچھنض و خاشاک کہیں نہ کہیں رہ جاتا ہوگا۔ مگر میرے دل کو عشق نے بالکل  
ہی چھانو پھیر دیا ہے۔ دل میں حقوق کے سوا کوئی دوسرے خیالات خالص و خاشاک ہیں کہ ان سے دل کو صاف کر دینا ہی بہتر ہے۔ مقرر۔  
قمار باز۔)

(۵) دوسرا مصرعہ مقدم، باوجود دیکھ پر مفاں نیک خونہ تھا۔ مگر اس نے میرے دل کی بیقراری کی وجہ سے پیشانی پر بل تک نہ ڈالا دیری  
بیقراری عشق دیکھ کر تڑپے بڑے سنگ دل میرے ساتھ زنی سے پہن آنے لگتے ہیں،

(۶) اس نے مجھے کا ایک گھونٹ بھی نہ دیا تیرہ جیرہ بر قلب و فک اضافت یعنی جرئت، کیونکہ دوستی کے امرا درموزہ طرف گھومنے والے  
بہودہ مست کے لائق نہ تھے میں سستی میں ادارہ و مجنون پھرتا ہوں۔ مجھ جیسے شخص سے امرا معرفت کی حفاظت نامکن ہے اس لئے  
مجھے ان امرا درموزہ کی چھٹ بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ میں طرف قدح خوار کے مطابق دیتے ہیں،

(۷) جہاں اللہ کا نام لینے والے عابد کو بھی اللہ کوئی کی مجال نہ تھی۔ وہاں میری زبان پر صبح کے وقت تک صنم صنم کا ذکر ہمارا یا کھانا  
اللہ کوئی سے مخلصا۔ بت پرستی بہتر ہے جو جرات ایک شخص پرست میں ہو سکتی ہے وہ ریاکار اللہ پرست میں نہیں ہو سکتی،

(۸) اس حسرت کی بدولت جو نے فردش نے مجھے محروم مئے رکھا، میرے دل میں پیدا کر دی بھی کوئی شراب نوشی کی محفل ایسی برپا نہ ہوئی  
کہ جس کی وجہ سے میرے لب خشک نہ ہوتے ہوں (محبوب نے اپنے وصل کی شراب سے مجھے محروم رکھا۔ اور اس حسرت میں میں  
خشک لب رہا۔ اب جب بھی کہیں بزم مئے قائم ہوتی ہے تو اپنے میفرودش کی کم لگی کی یاد میں میری حسرتیں تازہ ہو جاتی ہیں،

(۹) پختہ گو نظیری بہت آرزوئیں کیا کرتا تھا۔ مگر آج اسے ایک ایسا خزانہ مل گیا ہے جو اس کی آرزوئیں نہیں تھا۔ کئی بار اس حقیقت  
کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اکثر اوقات منقطع سے نظیری کا شوق شاعری ظاہر ہوا کرتا ہے۔ ہر چند نظیری صنعت گری کا حقیقتہ  
اور آرائش کلام کا خوب ہے لیکن وہ محسوس کرتا ہے نقصان جذب دل ایسا بھی ممکن ہے کہ تمیز آرائش اور فصیح کے معانی رنگیں اس کے  
تاریخ میں پرودے جاتیں یعنی وہ خزانہ جس کا خواب میں بھی خیال نہیں آیا تھا میسر ہو جائے۔ اس سے پہلے بھی اشارہ کیا جا  
چکا ہے کہ نظیری صنعت گری الفاظ سے خود بھی کبھی بیزار ہو جاتا تھا۔

دلم از صنعت الفاظ نظیری گرفت  
از دم پیر ہری سادہ بیانے بن آ

## غزل نمبر ۱۰۹

بحر مل متین اضرب کغوف مقصور  
ارکان، مفعول، فاعلات، مفاعیل، فاعلات

صبحے بنال راہ فلک بن بستہ اند ۱ ہر چند ویر آمدہ در بن بستہ اند  
حرمان تو زہمتے کوتاہ بین تست ۲ ہرگز ویر کریم بکا فر بن بستہ اند  
سر پایہ شناخت چراغیت دادہ اند ۳ امارہ چراغ ز صر صر بن بستہ اند  
بر تشنگاں بہار نیلی برائے حسیت ۴ دریا کریم و ظرف ترا سر بن بستہ اند  
مائے زہم رخس تر اپے نکر وہ اند ۵ ماو حشی ایم باز ترا پر بن بستہ اند  
عالم ز ظلمت شب حرماں سیاہ شد ۶ کو آفتاب اگر وہ خاور بن بستہ اند  
مکتوب دوست داری مارا جواب نیست ۷ غیر از سرش بیال کہ تو بن بستہ اند



## ہورغ برہمائے گلے آشیان نہند ۸ برشاخ شعلہ بال سمندر نشسته اند تا چند عود خام نظیری فروختن ۹ دودے برآر روزن مجربہ اند

- (۱) کسی صبح کو لٹھ کرنا دیکر کہ آسمان کا راستہ بند نہیں کر دیا گیا دہائی دھواں فریاد مچا ہی اتر قبول سے محروم نہ رہے گی، اگرچہ تہہ در تہہ سے آئے ہو مگر راہ بھی، وہاں سے کو بند نہیں کر دیا ہے بھگت و مہربانی سے جس وقت بھی توبہ کر کے اس درگاہ کی طرف چلے گئے صاف کر دیے جاؤ گئے،
- (۲) تیری محرومی تیری کوتاہی میں بہت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس کریم کا مدد از تو کبھی کافر بھی بند نہیں کرتے ہیں لا پھر اگر تو بھی مستعد کمر بستہ ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ محروم رہے۔ سعدی کہتے ہیں
- اے کریمے کو از خزانہ غیب گسر و ترسا و طیفہ خور واری  
دوتاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر واری
- (۳) اگر کنعان قضا و قدر نے، تجھے تیز کا سر پایہ دے کر طوبہ کر، ایک جوارغ و نقل و دل اید یا ہے لیکن اس چراغ کا راستہ مصر پر بند نہیں کر دیا، حرص و ہوا کے جذبات تمہاری عقل و مردول کے لئے مضر کا حکم رکھتے ہیں۔ کنان سے چراغ تیز جھجھ جاتا ہے۔ اس لئے اسے ان سے بچاؤ،
- (۴) پیاسوں پر غلبہ، ابرسا دے۔ آخر نہ کھوئی کس لئے ہے کہ وہ کریم ایک سمندر ہے اور تیرے برتن کا مہ بھی بند نہیں کیا ہے اس کے دروازے سے جتنا چاہو لو اور دوسروں کو بھی دو، اس کے خزانوں میں اس سے کوئی کمی نہیں آجائے گی۔
- (۵) ہم اگر دوحشت زدہ ہو کر کھا بھاگ رہے ہیں۔ تو تیرے گھوڑے کے پاؤں نہیں کاٹ دیئے ہیں ورنہ زدن کروں۔ پاشنہ بیدار اے منہ و دیدن، اگر ہم وحشی ہیں۔ تو تیرے باز کے نو پر نہیں باندھ رکھے ہیں۔ دائرہ ہم تجھ سے بھاگتے ہیں تو خود ہم کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں یعنی وہ غالب کا مضمون کچھ میں اور بزم ناز سے یوں تشنہ کام آؤں،
- (۶) محرومی کی رات کی تاریکی کے سبب تمام دنیا تاریک ہو رہی ہے۔ اگر مشرق کا دروازہ بند نہیں کر دیا گیا تو آفتاب کہاں ہے (ہماری محرومی کی تاریکی سے دنیا اندھیر ہو رہی ہے۔ یہ ایسی تاریکی ہے کہ آفتاب بھی اسے روشن نہیں کر سکتا۔ آفتاب نکلا بھی جوتو تاریکی کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہیں نکلا،
- (۷) ہماری دوستداری و محبت و عشق کے خط کا کوئی جواب نہیں ہے اس لئے انہوں نے کہوتر کے بازو سے اس کے سر کے سوا کچھ نہیں باندھا ہے، ہمارا نام و محبت بے مثل و بے نظیر تھا۔ اس لئے وہ جواب سے قاصر رہے۔ تجھ جیسا کہوتر نامہ برہی کا سر کاٹ کر جواب خط کی جگہ اس کے بازو میں باندھ دیا یا کہ محبت نے ہمارے نام و محبت کا کوئی جواب تو نہیں دیا۔ البتہ کہوتر کا سر کاٹ کر اس کے بازو سے باندھ دیا ہے کہوتر کے سر کو بازو میں باندھنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ عشق و محبت کا انجام یہ ہوا کرتا ہے،
- (۸) ہر ایک پرندہ کسی نہ کسی پھول کی محبت میں بارخ میں آشیانہ بناتا ہے سمندر (مرکب از سام و اندر) آگ کا کپڑا کے ہانڈ کو شعلہ کی شاخ پر نہیں باندھتے ہیں۔
- (۹) اسے نظیری ایہ عود خام کو ظاہر کرنے کا سلیقہ کب تک (جاری رہیگا، ایکٹھی کے سوراخ بند نہیں کر دیئے ہیں۔ تو وہ دھواں نکال دے (عود خام: کچی عود مراد کلام ناقص۔ عود و روشنی بطریق ہنر فردسی اور دوست و روشنی یعنی اظہار عود کو باندھواں دے رہا ہے چپ تک نکلی اچھی طرح جلتے نہیں لگی دھواں دیتی ہے مطلب یہ کہ خام کلامی کو چھوڑ اور پختہ ہوئی سے کام لے۔ دیکھئے اوپر والی غزل کا آخری شعر

## غزل نمبر ۱۱

ارکان: فاعلاتن فلاتن فلاتن فعلن

بحر المشن بحرین مکن

حسن جبید ز خواب مرثۂ برہم زد ۱ فتنہ برپا شد و نیشے برگ عالم زد



ہرچہ در پردہ نہاں بود ہویدا کردند ۲  
 بے محبت نمودند اجابت ہرچند ۳  
 مطلب جملہ ذرات ز جابر جستند ۴  
 خواست آئینہ تحقیق بمابیار ۵  
 غرض آں داشت کہ از عتوہ اش آگہ بشیم ۶  
 عقل چوں وید کہ عشق آمد و خوشنوار آمد ۷  
 روح آزاد کنیز معرکہ جاں بیرون بر ۸  
 دست در حلقہ فتراک خم اندر خم زد

سرازیں قصہ منطوبی نہ نیار و پیروں  
 گرچہ عمر بے سخن گشت و ورق بر ہم زد

(۱) جن خواب سے میدار ہوا۔ اور پھر ایک تھپکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فتنہ برپا ہو گیا۔ اور جہاں کی رگ پر ایک نشتر لگا دیا۔ (دیکھیں گویا نشتر تھپیں۔ جو جن کے بیدار ہونے پر جہاں دلوں کے دلوں میں نشتر کی مانند پوسٹ ہرگز گئیں یہاں جن سے روغن حق ہے خواب سے بیدار ہوا زمین جب خلق عالم کا ارادہ کیا)

(۲) جو کچھ میرے میں تھا وہ سب کچھ ہی ہرگز دیا۔ (پہلے) کیسی تیار ایک رات تھی کہ اجانب اس صبح سعادت نے طوع کیا۔ (دوسرا مصرعہ بطور تشبیل ہے)

(۳) وہ کائنات کے جو دیں آئے سے ہا ہر جو کچھ فاجعت ان اعراف خلقت ماحولین کو یا خلق عالم سے پہلے رات تھی کھپ اندھیری۔ تحقیق عالم کے ساتھ ہی صبح سعادت نکل آئی)

(۴) (دوسرا مصرعہ مقدم) اگرچہ دشمنوں کی تسبیح و ثناء کی پائیز کی سیان کرنا۔ سبحان اللہ کہ ان کی آواز عرش عظیم پہنچتی تھی مگر وہ محبت کے مد کے بغیر قبول نہ ہوئی۔ ۵

(۵) جب سرایہ زندگانی آدم کی مٹی کو دیا گیا۔ تو تمام ذرات کا مقصد راہو گیا اور انسان ہی تمام کائنات کی آئندہ اور ملو تھا۔ یا یہ کہ مٹی کائنات کی علت غائی تھا۔ جب وہ پیدا ہو گیا۔ تو کو یا مقصد خلق عالم کی تکمیل ہوئی۔ بر جہتہ کو جمع لانے کے وہ میں نہیں سمجھ سکا۔ یا تو مطلب کی جگہ دوسرا لفظ جاب ہے۔ اور یا جہتہ کچھ اور نہ چاہیے۔ از جابر جستن۔ خوشی سے اچھل پڑنا)

(۶) اس (دعائی کائنات) نے جا کہ تحقیق حق کو پر کھنے اور جانچنے کا آئینہ ہمارے سپرد کر دے۔ انہ کے اس نے نامحرم دل اور آنکھ پر اندھین کا قفل لگا دیا۔ (اس ذات نے مہمانی معرفت کو تحقیق کے بعد یقیناً ان کے دل کی صفائی کا موجب ہے۔ اس کا دل آئینہ ہے۔ جو شخص ہر معرفت سے نامحرم رہتا ہے وہ آنکھوں کا بھی اندھ ہے کہ مناظر قدرت سے اسرار معرفت کو نہیں دیکھتا اور دل کا بھی کہ کائنات عالم بر غور نہیں کرتا)

(۷) اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم اس کے عتوہ (نازعہ مستوقا تر) سے واقف ہو جائیں اس لئے اس نے ہمارے سینے میں اندیشہ کا زخم (لگا دیا) اور زخم کا نمک اس پر چھڑک دیا۔ (عشق میں اندیشہ دل زخم کا درجہ رکھتا ہے اور زخم نمک سے بگڑ جایا کرتا ہے ہمارے زخم دل پر زخم کا نمک چھڑکا گیا۔ درد عشق مستوق کے عتوہ دوں کو یاد دلالتا رہتا ہے۔)

(۸) عقل نے جب دیکھا کہ عشق (دل میں) آگیا ہے اور خوشوار ہو کر آیا ہے تو وہ خاموش ہو گئی اور اپنی سلطنت کا دعویٰ ترک کر دیا (عشق کے سامنے عقل نہیں ٹھہر سکتی۔ جہاں عشق آجاتا ہے وہاں عقل کی حکومت کا خاتمہ ہو جاتا ہے)

(۹) ازاد روح جو اس سرکر سے جان سلامت بچائے گئی تھی۔ اس نے اس کے پیچ و پریچ شکار بند کے حلقہ میں ہاتھ نہ ڈالا

دل عشق میں مبتلا ہوا مگر جان سلامت تھی۔ وہ بھی اس کے شکار ہند کے ساتھ بندھ گئی یعنی اس کا شکار ہو گئی،  
(۹) نظیری اس قصہ سے سر نہیں نکال سکتا فارغ نہیں ہو سکتا کہ قصہ عشق کی کوئی انتہا نہیں، اگرچہ اس کی غزل کا بہت بڑا حصہ اشاعی  
میں گزرا اور انکی ورق اس نے اٹکے رکھے،

## غزل نمبر ۱۱

بحرِ دلِ مشنِ مخبرِ سکتن

الکان۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

شادی عشق تو ہنگامہ غم برہم زد ۱ شورِ حسنت نمکے برجگیرِ آدم زد  
شب زویدار تو گردید بہرِ آبتن ۲ جامہ بر سنگ ز سوریخ تو ماتم زد  
شہدِ لبہائے تو دکانِ میحادرِ لبست ۳ دست در وامن تیغِ نگہت مرہم زد  
کعبہ آمد حجرِ الاسودِ خالت بوسید ۴ غوطہ در موجد چاہِ ذقنت ز زم زد  
تا قضا خالِ ہشتی جمال تو بید ۵ شست آں خال کہ برنا صیغہ آدم زد  
بسختدانی تو طفلِ ندید ست کسے ۶ گرہ اعجازِ لبست بر نفسِ مریم زد  
عشق و شباب دل آنروز کہ سودا مچت ، مایہ مہر بریں شیرہ جانہا کم زد  
دوش میخواست قدم برین افتادہ ہند ۷ کند خاکِ من و بر ویدہ ناہرم زد

دولت از فیضِ دمِ برِحِ نظیوی دریافت

۹ درنداوند بخواص کہ سببِ دم زد

(۱) تیرے عشق کی مسرت نے میرے غم کے ہنگامے کو درہم برہم کر دیا اور تیرے حسن کے شور نے آدم کے جگر میں نیکی پیدا کر دی  
رشتہ: جنون اور نیکیں ملاحت تیرے حسن میں دیوانہ ہو کر انسان نے لطف پایا۔ یا تیرے حسن کی ملاحت و نیکی نے جگر آدم  
کو نیک کی سی لذت بخشی۔ پہلے مہر عہد کا مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق میں مبتلا ہو کر مجھے باقی تمام غوم و ہوم بھول گئے  
(۲) تیرے دیدار کی وجہ سے راتِ آفتاب کی حاملہ ہو گئی تو اگر شب کو رنج دکھائے تو ایسا معلوم ہو کہ گریا آفتاب نکل آیا  
ہے، اور ماتم نے تیرے رخسار کی خوشی میں اپنے کپڑے پھیر دیے مار سے در جامہ بر سنگ زد۔ کپڑے صاف  
کرنا مگر یہاں کپڑوں کے پھاڑ ڈالنے کے معنی میں معلوم ہوتا ہے یعنی تیرے رخسار کو دیکھ کر ماتم نہیں بھلا پہلے صبح کے  
محافظ سے مطلب ہو گا۔ کہ تیرے رخسار کی خوشی میں غم نے کپڑے دھو لئے۔ تیرے استقبال کی تیاری کر لی۔ یعنی غم عشق  
(۳) تیرے لبوں کے شہد نے بسما کی دکان کو بند کر دیا ہے۔ (بسما بیماروں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دینے کا جھڑپ  
رکھتے تھے تیرے لب ان سے بڑھ کر ہیں۔ شہد لبہائے تو۔ تیرے لبوں کا شہد یعنی تیری شیریں کلامی اور مرہم نے  
تیری نگاہ کے دامن میں ہاتھ مارا ہے تیغ کا کام محروح کرنا ہے۔ مگر تیری تیغ نگاہ میں وہ تاثیر ہے کہ جو انتہائے دل  
پر مرہم کا کام دیتی ہے و دست با کسی زون برابری کا دعوے کرنا۔ و دست در وامن کسے زون۔ کسی کے دامن میں ہاتھ  
مارنا کسی کے ذریعے سے کامیابی جانا  
(۴) کعبہ آیا اور اس نے تیرے خال کے حجرِ الاسود کو بوسہ دیا۔ اور تیرے چاہِ ذقنت کی موجوں میں زمرم نے غوطہ لگا دیا۔ حجرِ الاسود کعبہ میں

میں ایک پتھر جس کے متعلق یہاں کیا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ بہشت سے ساقہ لائے تھے حاجی لوگ طواف کعبہ میں اسے بوسہ دیتے ہیں۔ خال ریخ محبوب جگر اسود سے بھی بڑھ کر ہے۔ کچھ اسود کو تو حاجی لوگ چمتے ہیں۔ اور اسے خود کعبہ دل چومنے کو اتا ہے۔ پایہ کعبہ سے رُخ کا خال جگر اسود سے بڑھ کر ہے کہ کعبہ بھی اسے چومنا چاہتا ہے۔ زمرم مکہ معظمہ میں پانی کا کنواں جو حضرت ابراہیمؑ کے شیر خوارگی کے دنوں میں بیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر اڑیاں رگڑنے سے خدا تعالیٰ کی قدرت سے ایک چشمہ کی صورت میں اُبل آیا۔ اس کے پانی کو متبرک خیال کیا جاتا ہے مگر محبوب کا چاہہ ذقن۔ زمرم سے بھی بڑھ کر ہے

(۵) جب سے تھانے تیرے حُسن کا خال بہشتی دیکھا ہے۔ اس نے وہ داغ جو حضرت آدمؑ کی پیشانی پر لگ گیا تھا۔ دھو ڈالا اور اس سے لغزش ہوئی اور ان کی پیشانی پر داغ معصیت لگ گیا۔ تیرا خال سرخ دیکھ کر کہ نہایت ہی خوبصورت اور زیبا ہے۔ تھانے داغ معصیت آدمؑ کو صاف کر دیا بہشتی کا لفظ خال اور جمال کے ساتھ کچھ اچھا معلوم نہیں دیتا۔ اگر مصرعہ یوں ہو کہ "تا تھانہ خال بہشتی جمال تو پدید" جب سے تھانے تیری بہشتی جمال پر خال دیکھا ہے الخ تو میرے خیال میں بہتر ہو۔ مگر مجھے کلام نظیری میں اصلاح و ترمیم کا حق حاصل نہیں۔ عین ممکن ہے کہ اصل میں بہشتی جمال ہی نظیری نے لکھا ہو اور بعد میں بہشتی جمال ہو گیا ہو

(۶) مصرعہ ادنیٰ کا ترجمہ دو طرح پر ہو سکتا ہے۔ پہلا یوں کہ: کبھی کسی نے تجھ جیسا بخدا ان لڑکا نہیں دیکھا (یعنی مسیح نے ہم میں کلام کیا۔ مگر تو ان سے بھی بڑھ کر ہے) دوسرا: تیری شاعری میں کسی نے کوئی "فضل" نہیں دیکھا (یعنی شعر ناقص و خام نہیں تیرے بول کے معجزے نے تو نقص مریم پر گرہ لگا دی ہے) نفس مریم سے مراد اگر حضرت عیسیٰ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ تیرے بول کا معجزہ حضرت عیسیٰ کے معجزے سے بڑھ کر ہے

(۷) دو شباب دل عشق نے جس دن یہ سودا (عشق و محبت کا) تیار کیا۔ تو اس نے ان (عوام کی) جانوں کے شیرے خمیر یا دل میں بائے محبت کمر ہی رکھا۔ (دو شباب دل: خلیق و آنکہ ہر ساعت دلش بچہزے کشد اسی سے دو شباب دلی: حاملہ عورتوں کی وہ کیفیت کہ ہر وقت کسی نئی چیز کے کھانے کی خواہش و رغبت کرتی ہیں) عشق کو شاعر نے دو شباب دل قرار دیا ہے کہ چاہتا ہے ب کچھ میرے بھنے میں آجائے

(۸) کل رات وہ چاہتا تھا کہ مجھ افتادہ پر قدم رکھے، مجھے پامال عشق کر دے، اس لئے اس نے میری خاک اٹھائی اور نامحرم کی آنکھ میں مار دی۔ کہ وہ نامحرم عشق ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ عاشق کی پامالی عشق کی تاب لاسکے یا اس کی نامحرم آنکھ اس پاکیزہ منظر کو دیکھنے کے قابل نہیں مطلب یہ کہ میں نے عشق میں وہ کمال حاصل کر رکھا ہے کہ نامحرم عشق اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے

(۹) نظیری نے دم صبح کے فیض سے دولت پالی (دعا کے جھکا ہی اور آہ و نالہ نیم شبی نے نظیری کو دولت معرفت سے مالا مال کر دیا، اس غوطہ لگانے والے کو موتی نہیں ملا کرتے جو بے موقع "دم" لے دو دم زدن: فخر و دعوئے کرنا اور سانس لینا بھی غوطہ لگانے وقت سانس کو روک لیا کرتے ہیں۔ حالت غواہی میں سانس نہیں لیا جاسکتا۔ تو گویا اس حالت میں سانس لینے کی کوشش "بے جا دم زدن" اور مانع دست آوری گہرے مطلب یہ کہ نظیری نے بھر خیزی اور دعا سے فیض حاصل کیا ہے۔ بیجا دعوئی اور فخر و غور سے یہ فیض چاہل نہیں ہو سکتا)

## غزل نمبر ۱۱

ارکان۔ مفاعلن فعلا تن مفاعلن مفاعلن

بحر الملحن بمن مخدوف

۱ نہ فوت صحبتِ ایں دوستاں غمخوار ۱ نہ مرگ مروم ایں عہد ماتے وارو  
۲ میانِ اینہمہ احباب عیب پوشی نیست ۲ وریدہ پردہ تراست آنکہ خرے وارو  
۳ بخوش بیانی ہم صحبتاں زجاے مرو ۳ کہ پر زینش بود ہر کہ مرے وارو  
۴ بہر زہ دفتر ہمیں ہر کجا مکشا ۴ کہ مبتلائے ہوا کارِ درہمے وارو

ہزار حربہ زہر خار بایدش خوردن ۵ نکو سرشتے اگر طبع خورمے دارد  
 ز طعن گرسنه چشماں ولی نہ نماید ۶ ہلال عید کہ بروئے پُرخے دارد  
 یکاوش مژہ رگہائے جانش شگافد ۷ تنک دے کہ چو من چشم پُرنے دارد  
 ز خویش و اہل گزرگن کہ ملک بخوشی ۸ بروں ز عالم اس خلق عالے دارد  
 بجاہ و حشمت و نیل چہر افغانکند  
 ۹ کے کہ بچہ منظیری مسئلے دارد

- (۱) نہ تو ان دوستوں کی صحبت کا کھوجانا ہی کچھ غم رکھتا ہے۔ اور نہ اس زمانے کے لوگوں کی موت ہی کا کوئی ماتم ہوتا ہے (دوستوں میں ہم  
 لطیف صحبت اور بہر روزی و غنکاری باقی نہیں رہی)  
 (۲) ان آئینہ دوستوں میں کوئی بھی عیب پوش نہیں ہے۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ عیب پوشے میں تباہے وحدت یا نیکی ہو  
 اور اگر تباہے مسدوری ہو۔ تو عیب پوشی پر مہاجائے گا۔ اور معنی یہ ہونگے۔ ان سب دوستوں میں وضع عیب پوشی موجود نہیں ہے  
 اس لئے جو شخص بھی کوئی محرم راز رکھتا ہے۔ وہی زیادہ رسوا ہے اور بدہ پردہ تر۔ اس کا پردہ زیادہ ٹھسا ہوا ہے۔ محرم راز ہوتا ہے  
 راز داری کے لئے۔ مگر ایسا نہ ملنے میں دوستی و خلوص مفقود ہے۔ اس لئے محرم رازی دوستوں کے راز فاش کرنے والے ہوتے ہیں  
 (۳) دوستوں اور دشمنوں کی کبھی باتوں پر مبالغہ نہ ہو جائے جارفتن۔ خوشی میں اگر دھوکا کھنا جائے کہ جس کے پاس مرہم ہوتا ہے وہی زہر سے  
 بھرا ہوتا ہے دان کی سیٹھی باتیں مرہم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ان کے دل میں نفی و کینہ کا زہر بھرا ہوا ہے  
 (۴) اپنے امید کے دفتر کو ہر جگہ یونہی نہ کھول پھر دہر ایک کراہی امیدوں کے قصے نہ سن۔ کیونکہ جو شخص ہوس میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی کا کام  
 درہم برہم ہو جاتا ہے (اس کا کام انجام کو نہیں پہنچتا)  
 مع راہرہ حرف است و ہر سہتی  
 (۵) دوسرا مصرعہ مقدم اگر کوئی تنک فطرت شخص خرم و نشاطاں طبیعت رکھتا ہے تو اسے ہر ایک کا شے سے ہزاروں بھر کھانے پڑیں گے  
 (زمانہ کی کوشا و مال نہیں دیکھ سکتا کسی کو اگر ایک خوشی میسر ہوتی ہے تو اس کے بعد ہزاروں مصیبتیں اور تلکفیں آجاتی ہیں)  
 (۶) دوسرا مصرعہ پہلے ہلال عید جو پُر خم ابرو رکھتا ہے۔ وہ گرسنہ چشم لوگوں کے طعن کے سبب سے دلیر ہو کر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہلال کی شکل  
 ابرو سے پر خم ہے مٹی ہے۔ اور عید کا دن حریصوں کے لئے کھانے اور پینے کی تفریق کی وجہ سے مرغوب خاطر ہے  
 (۷) دوسرا مصرعہ پہلے وہ تنک دل (کہ جو صلہ شخص جو بیری طرح پُر دم و شاک آؤد) اکھڑا ہوتا ہے۔ اس کی جان کی گیس خرکان یا رنگی تلاش  
 سے بھٹی جاتی ہیں وہ تنک جو صلہ ان غنی جو اشک ریزی سے اپنے راز کو فاش کر لیتے ہیں غنی میں زیادہ دکھ اور آزار محسوس  
 کرتے ہیں۔ چشم پر نے دارد میں قناعت کا نہیں ہے کیونکہ اگر یہ معنی ہوں کہ بیری طرح اکھڑا کو آنسوؤں سے پُرنے رکھتا تو تنک  
 دل کی قید بے معنی ہو جاتی ہے

(۸) خودی اور عزیز و اقارب کو چھوڑ دے کیونکہ ملک بے خویشی اس مخلوق کی دنیا سے باہر ایک اور ہی عالم رکھتا ہے۔ ایچ دی کا عالم اور  
 ہی کیفیت رکھتا ہے جو دنیا سے خودی اور عالم تعلقات میں میسر نہیں ہو سکتی۔

(۹) وہ شخص جو نظیری کی طرح کا دوست رکھتا ہو وہ دنیا کے جاہ و حشمت کی طرف کیوں مچو نہ پھیر دے دایا دوست بے سر ہو تو پھر جاہ  
 و حشمت دنیا کی ضرورت نہیں۔ مسلک یا مرثیہ شدہ و کسے کہ چیز سے بدو سرہ شود اور اگر کسی بابائے معروف پڑھا جائے تو  
 پھر اس کے معنی ہونگے سلم البشوت استاد ہونا،



# غزل نمبر ۱۳۱

بھر مل نغمہ مزدوں

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بادۂ خاصِ محبت کے بنا محرم رسد ۱۔ مھرماں را دوستگاہ نے از قفائے ہم رسد  
وقتِ عارفِ شبِ نگوگرد کہ در خواستِ عام ۲۔ یک دل بیدار را فیضِ ہمہ عالم رسد  
یافت گرد و پوائے جا ہے تعجب بہرِ صیبت ۳۔ از عجبِ بہائے دوراں دیو را خاتم رسد  
زاوِ سیناں برہ بردارِ کابِ زندگی ۴۔ تا سفاکِ خضر باشد کے بجامِ جم رسد  
بر گلِ ما ابر اگر ہرگز نہ بار و خورِ میسم ۵۔ مزرعِ نمناک مارا خوشہ از شبنم رسد  
شکر لبت کہ خوش و ناخوش بیاوشِ میرسم ۶۔ بس ہمیں شادی کہ مارا از نصیبِ غم رسد  
ہر کج اتن چاک گردید از نمکِ انپا شیتسم ۷۔ زخمِ ما بے باک جاناں را کجا مہم رسد  
عشرتِ ساغر پرستانِ زندہ دارد مردہ را ۸۔ سو گرد و در سرائے ما اگر ماتم رسد

سو سے از طاعتِ فرو شہا منظرِ پری بر داشت

۹ ہر کرا سہرما یہ رو باشد کفایت کم رسد

- (۱) محبت کی خاص شراب نامحرم کو کب مل سکتی ہے بلکہ دوستگاہ کی صرف مہربان راز ہی کو یکے بعد دیگرے ملا کرتی ہے۔ دوستگاہ کی اپنی باری کا پیالہ شراب ازراہِ تواضع و خلوص دوسرے کو پہن کرنا اور نیز کسی کی یاد میں جو شراب پیتے پلاتے ہیں۔
- (۲) عارف کا وقتِ رات کو خوب رہتا ہے۔ جبکہ عام لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ گویا ایک بیدار دل و عارفِ شبِ بیدار کو تمام دنیا فیض پہنچ رہا ہوتا ہے کہونکہ تمام جہاں سو رہا ہے اور صرف وہی کسب فیض کے لئے بیدار ہے۔
- (۳) اگر کسی دیوانہ کو کوئی مرنبہ مل گیا تو اس میں تعجب کی بات کوئی ہے کہونکہ دلفن کے عجائبات سے جن کو انوکھی دل جایا کرتی ہے حضرت سیمان کی انوکھی دلجو جانے کے قصد کی طرف تبلیغ ہے شعور کا مطلب ظاہر ہے۔
- (۴) تو اپنے سفر میں رہ رہے سینکڑوں کا ساز و راہ اٹھالے جا۔ کیونکہ جب تک حضور کا مٹی کا پیالہ موجود ہے۔ آبیات سکندر کے جام میں نہیں ڈالا جاسکتا دشمن و معرفت میں کامیابی فقر و تواضع سے ہر کجی ہے نہ شان و شوکت ہے۔
- (۵) ہماری خاک میں اگر بادل بالکل نہ برسے تو ہم پھر بھی خوش و خرم ہیں۔ کیونکہ ہماری خاک کھیتی کو شبنم ہی سے خوشہ آجایا کرتا ہے۔ خورم یعنی شاداب و سرور مطلب یہ کہ ہم زیادہ کے طالب و حریف نہیں۔ تھوڑے سے پری قناعت کر لیا کرتے ہیں۔
- (۶) اللہ کا نکر یہ کہ اچھایا۔ میں اسے یاد تو آتا ہوں۔ ہمارے لئے ہی خوشی بہت ہے کہ میں اس کی طرف سے غم کا حصہ ہیال جاتا ہے۔ محبوب خواہ نہیں برائی سے یاد کرے ہم خوش ہیں کہ وہ ہمیں بھولا تو نہیں اس کا غم عشق ہی نہیں بہت ہے۔ غالب کہتے ہیں سہ
- گرچہ ہے کس کس برائی سے دلے ہا میں ہم  
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس نخل میں ہے
- (۷) جہاں سے ہمارا جسم چاک ہو گیا۔ ہم نے اسے نمک سے بھردیا کیونکہ ہم بیباک جانوں کو مرہم کہاں ہم پہنچ سکتی ہے۔ مرہم میباک ہیں اس لئے ہمارا جسم نہ زخم کھائے جاتا ہے۔ مگر اتنے زخموں سے لئے مرہم پھر نہیں مل سکتی اس لئے زخموں میں نمک بھر دیتے ہیں۔ حالانکہ



نمک سے زخم بگڑ جاتا ہے۔

(۸) ساخو پرستوں کی عشرت مردوں کو زندہ رکھتی ہے اور اہل معرفت کے عرفان سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں، ہمارے گھر میں اگر باقم بھی آتا ہے تو وہ بھی خوشی اور مسرت میں تبدیل ہو جاتا ہے کیونکہ ہم بھی ساخو پرست نہیں اس لئے مردہ دلوں کو زندگی بخشن کر اہم کو تبدیل بخشنی کر دیتے ہیں،

(۹) نظیری نے اپنی طاعت فروشیوں سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا کیونکہ جس کا سرمایہ ہی ناقص ہو اس کو فائدہ نہیں ہو سکتا طاعت فروشی اور اپنی عبادت و طاعت پر غرور و ناز کرنا اس قسم کی عبادت بے فائدہ ہے،

# ردیف لذل غزل نمبر

ارکان: بمفعول - فاعلات مفاعیل فاعل لان

بکرمضار غنم انضرب کفوف مقصور

برخوان من نمک بملاحت نشد لذیذ ۱ صد بار تان سوخت جرات نشد لذیذ  
ہر کس بے نداد روئے تکلفی ۲ در کام او شراب اباحت نشد لذیذ  
در بحر و بر بجز الم و تلخ و شور نیست ۳ جز بر امید سود سیاحت نشد لذیذ  
تاجر عشق خانہ بدریا شناس و راست ۴ محنت جز از تصور راحت نشد لذیذ  
رخسار خوب را بوفادرت قیمت است ۵ بے میوہ بوستان بفلاحت نشد لذیذ  
تا بصد م نزد و نمکے بر جرہم ۶ با آں کمال حسن و صباحت نشد لذیذ  
لذت درق ز کلب نظیری گرفتار است  
در نامہ سخن بفضاحت نشد لذیذ

(۱) میر سے دسترخوان پر نمک باوجود اپنی نیکی کے لذیذ نہ ہو سکا۔ زخم جب تک سو دھنہ نہ جلا لذیذ نہ ہوگا۔ مجھے نمک دسترخوان پر نہیں

ہلکے عیش کے جلا لے ہوئے زخموں پر چھڑکنے سے لذت دیتا ہے،  
(۲) جس شخص نے اپنی تکلف کی چادر کو شراب کے بدلے نہ پہنا تو تکلف چھوڑ کر شراب نہ پی لی۔ نتے میں تب معاوضہ کے معنی میں اس کے حلق میں جو شراب نے کوئی لذت نہ بخشی جب تک طبیعت میں تکلف اور تصنع باقی ہے۔ شراب خواہ معرفت کی ہو یا محار کی۔ کوئی لطف نہیں دے سکتی۔

- (۳) نام خشک و توندنیایں تلخ و شور غم کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ سیر و سیاحت بھی نفع کی امید کے سوا لذت نہیں دیتی مگر بریں شور و تلخ غم ہی غم ہے تو پھر کوئی سیر و سیاحت کو کیوں نکلے۔ صرف امید نفع ہے جو سیر و سیاحت کو لذت بخش بنا دیتی ہے۔
- (۴) تاجو بھی گھر کی محبت میں رہیں تیرا پھر تاج ہے ہاں رنج اور شقت آرام و راحت کے تصور کے بغیر لذت نہیں ہو سکتے گھر کے آرام کے تصور نے تاجر کو سمندر کی صعوبتوں کے برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔
- (۵) حسین رخسار کی قد و قیمت دفا سے ہے۔ بغیر پھل کا باغ صرف بل چلانے سے بالذات نہیں ہو سکتا و فوا باغ حن کا پھل ہے اس پھل کے بغیر حن بے قد و قیمت ہے۔
- (۶) جب نمک صبح کے وقت نے میرے زخموں پر نمک پاخی نہ کی اس وقت تک وہ اس حن و خوبی کے کمال کے باوجود لذت بخش نہ ہوئی دیر سے لئے صبح کی لذت بخشی صرف اس وجہ سے ہے کہ اس وقت میرے طبع کے زخم لطف نمک حاصل کرتے ہیں
- (۷) اس ورق نے نظیری کے قلم سے لذت پائی ہے نظیری کے اشعار نہایت پر لطف ہیں۔ اور نہ لادسروں کی ہکتا بول میں کلام فصاحت میں ایسا لذت نہیں ہوا۔

## ردیف الراء

## غزل نمبر ۱

ارکان فاعلاتن فعاتن فعاتن فعاتن

بھر مل سخن سخن مقصود

بزم خاص ست ورنکتہ بدستور بیار ۱  
تلخ روئی مکن و تو بہ شیریں لشکریں ۲  
چشم و ایاقتہ واری خبر وصل بگو ۳  
راز دل فاش مکن پر وہ آن غنہ بد ۴  
مطرب بزم جگر سوز مرے وارو ۵  
قصہ وصل بگلبانگ غزل انش کن ۶  
بکبر ہر غنہ کہ در پردہ نے مستور است ۷  
مست و مجنون کن و آشفتم پرستو بیار ۸  
ایں غزل در صفِ یوان سپہ سالار ۹  
زاں محاک گاہ ۱۰  
فاضل خطا نشو بیار

گل و زنگں قدح و شیشہ منطیوی دارند

۹ خیز از خواب و دماغ و دلِ محمور بیار

(۱) یہ خاص لوگوں کی محفل ہے۔ اس میں دستور اور قاعدے کے مطابق نکتہ بیان کر۔ دور کا مضمون تلاش کر اور مدد کا کھانا (مولوی صاحب رحمہ اللہ) مرثیہ الشعر کا بیان ہے کہ اس غزل کے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفی کی معنی آفرینی اور جان کا وہی اور دریں خیال کو نظیری نکتہ بدستور بیاوردون نہیں سمجھتا تھا۔ سمات شعر کے حلقہ میں رہ کر مصلیٰ دور بیان کرنا یہ نظیری اپنا کمال سمجھتا ہے۔ قطع میں خانخانا کی انجمن کی طرف اشارہ اس بات کو صاف کر رہا ہے کہ درحقیقت مولانا موصوف کا اندازہ صحیح ہے

عرفی اند نظیری دونوں خانخانا کی فیاضیوں کے مورد اور اس کے ذوق شعر فنی کے مداح تھے۔ دل افروز سے مراد وہ دل لیا ہے جس میں ذوق شعر کی شمع جل رہی ہو معرفت اور رموز حقیقت سے اس غزل کے مفہوم کو کوئی تحقیق نہیں ہے مطلب یہ ہوا کہ جب تیرا دل گرمی عشق اور ذوق شعر سے گدا ہے۔ تو پھر کھیل و دم پر نور پیدا نہیں کرتا یعنی اشعار خوب ترش و مزہ کے مست میثاق اور تو بہ شیریں کو توڑ ڈال دینا ہے۔ چوتھیں بہت عزیز اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔ صرف تلخ کے مقابلے میں صنعت پیدا کرنے کے لئے لایا ہے۔ تلخ روئی زہد و ریاضت کو لازم ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ یہ زہد اور قویہ جو ترش روئی کھلائے ترک کے قائل ہے، اگرچہ حور کا سا رخ حاصل نہیں ہے تو حور کی سی خوبصورت بات ہی کر۔

(۲) اگرچہ بینا نکمیں لی ہیں۔ اس لئے وصل کی خبر بیان کر دو وہ حقیقت ہیں واسطے تو عشق سے حاصل ہے۔ اگرچہ روغن دل حاصل ہے۔ اس لئے پر نور سانس نکال۔

(۳) دل کے راز کو فاش کر دیا اور اس عشق کے غم سے کا بھید نکھول۔ اگر تو محرم راز ہو گیا ہے تو پوچھ نہ کہ میں اسے بیان کرنا عین حقیقت کو ظاہر کر دیا۔ ہاں اشارے سے اور کئی کئی میں بیان کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر نہ الفاظ واضح و غیر مبہم

(۴) محفل کا مطرب ایک جگر بوز نغمہ نگار ہے۔ اس مٹھی بھر نمک کے شکر کے لئے اپنا رنج و محبت سینہ پیش کر دے و غم جگر بوز کو نمک قرار دیا ہے اور جراح عشق کے لئے نمک باعث لذت ہے۔ تو اس نمک کے لئے تھیں نمک یہ ادا کرنا چاہیئے اور وہ شکر یہ ہے کہ اس نمک کو جراح سینہ پر لے لے مطلب یہ کہ جگر بوز نغمہ سے اپنے زخمائے عشق کو تازہ کر دے۔

(۵) وصل کے قصہ کو غزل کے گانے کی آواز کے ساتھ لکھ پرانے راز کو لے آ اور بانسری اور طنبور لے آ۔ دراز عشق و وصل کو غزل میں لکھ اور اسے بانسری اور طنبور کے ساتھ گاکر فاش کر دے۔

(۶) ہر ایک اچھوتے تھے کہ بولسری کے پردوں میں پنہاں ہے رست و مجنون کے کہے آشفقہ اور پر شور باہر نکال دیکر بکسر۔ زن و خیرہ و اول بہر چیز و کاریکہ مانند آن پیشتر نہ شدہ یا شہد رست و مجنون اور آشفقہ و پر شور نغمہ کے لئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ سامعین نغمہ اسے سن کر اس حال کو پہنچ جائیں۔

(۷) اس غزل کو سپہ سالار کے دیوان کی صفوں میں جا کر پڑھ لیا اس بزرگوں کی محک گاہ سے فرمان نامہ لے آ و محک گاہ افاضل۔ جہاں بڑوں کی بڑائی امتحان کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہے۔ افاضل۔ جمع انفس کی۔ پھدار۔ عبدالرحیم خانخاناں کو نظیری کی اس سے خاص تعلق تھا اور وہ خود عالم اور علم و فضل کا قدردان تھا۔ مطلب یہ کہ اس غزل کو خانخاناں کے دربار میں پڑھو گے اگر اس نے پسند کر لی تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ اعتراض کر سکے۔ منشور۔ نامہ شاہی،

(۸) اسے نظیری کا گلاب اور رنگس بھی ساغور و صراحی لئے ہوئے ہیں (گویا ہمارا کی شراب پی رہے ہیں)۔ اس لئے تو بھی غفلت کی، نیند سے بیدار ہو اور دل و دماغ کو محور کر لے۔

# غزل نمبر

ارکان: فاعلاق فاعلاق فاعلاق فاعلاق

بحر رمل مثمن مخبون مقصور

۱۔ اے صبا از گل عطار نشا نے بمن آر  
از گلستانِ نشا پور خزا نے بمن آر  
۲۔ خط ترخانی جاوید بعالم نہ ہند  
بگذر از عالم و منشور اما نے بمن آر  
۳۔ فرستم نیست کہ از سنگ قضا مرخارم  
گرا مانے نبود تاب تو نے بمن آر

تیر بار ان ستم از لیے ہم چند رسد ۴ ناو کے میکشتم از سینہ کمانے بہن آر  
 ہر نشانے کہ لبو داسش وہی سود وید ۵ اگر از مایہ نما ندہ ست زیانے بہن آر  
 کشت زار طریم شدہ آتش شدہ است ۶ مطرب ابرو دم برق زبا نے بہن آر  
 چوں شرور دل سنگ از خاں سخنم ۷ تا بر آرم نفس سوختہ جانے بہن آر  
 ملک گیران سخن سکے باطل زدہ اند ۸ نہیں ہمہ سیم و غل نقد روانے بہن آر  
 دلم از صنعت الفاظ منظیوی بگرفت  
 ۹ از دم پیر سری سادہ بیانے بہن آر

(۱) اسے صبا عطار کے پھولوں کی خوشبو میرے پاس لائی یعنی نیشاپور کے باغ کی خزاں کو میرے پاس لے آئے عطار عطر فروش اور دوا  
 فروش۔ یہاں اگر عطار کو گل کی صفت مانا جائے تو معنی ہونگے ہندوستان کی خوشبو دار پھول عطر سے مراد دوا کی ہوتی ہے ہو سکتے ہیں  
 جیسے قطیع سے ظاہر ہوتا ہے نظیر ہی وطن کی خزاں کو پھولوں کی خوشبو سے نہیں بڑھ کر قرار دیتا ہے۔

(۲) دنیا میں ہمیشہ کے لئے فرمان آزادی کسی کو بھی نہیں دیتے۔ اس لئے دنیا کو ترک کر دے اور اس طرح اکیسے لئے امن و  
 سلامتی کا فرمان لے آؤ۔ زخانی نے منصبی بود و محمد سلاطین ترکستان کہ صاحب آں منصب از جمیع آکالیف کوکری معاف باشد  
 و پناہی یعنی سحر کی نیز آئندہ مطلب یہ کہ اگر سلامتی اور حفاظت چاہتے ہو تو دنیا کے تعلقات کو ترک کر دو کہ دنیا میں پناہ  
 بہت کم ملتی ہے۔ بات بات پر گرفت ہوتی ہے۔

(۳) مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ قضا کی سنگ باری سے سر کھلا سکوں (حوادث مجھے ایک منٹ کی اہلیت نہیں دیتے۔ متواتر اور  
 پیہم حوادث کا شکار رہتا ہوں)۔ اس لئے اگر امان اور پناہ و رجاوت سے نہیں مل سکتی تو مجھے امان کے پروا نہ ہو گی۔ ناگ  
 و طاقت دے۔ غالب کہتے ہیں ۵ ابھی چھائی تری تیروں سے چھٹی خوب نہیں  
 میری قسمت میں غم گزرتا تھا دل بھی یار بگنی ویسے ہوتے

(۴) حوادث کے تیروں کی بارش کب تک مسلسل و متواتر ہوتی رہے گی۔ میں سینہ سے تیر نکالتا ہوں تو درجے خشک کمان  
 لے آؤ۔ پہلے مہر میں تیر حوادث کے تواتر سے گھبرا کر کہہ اٹھا ہے کہ آخر یہ سلسلہ کب ختم ہوگا۔ مگر پھر پھل کر دوسرے  
 مہر میں محبوب کو دعوت نامہ دے دیتی ہے کہ میں پہلے تیروں کو نکال ڈالتا ہوں۔ اب تم بھی کمان ابرو سے کر آ جاؤ۔  
 پہلے مہر میں اگر چند کو بسنی چند لیا جائے تو اس کے معنی "بکثرت" کے ہونگے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ  
 تو بڑی بکثرت تیر کھائے جاتا ہوں مگر پہلے تیر نکالتا جاتا ہوں کہ اور تیروں کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے تو بیشک کمان  
 لے کر ابھی اور میرے سینے کو نشان ان بنائے جا کہ عطر

(۵) اس کے سوداے عشق میں تو مجھے جو نشان بھی دے گا۔ وہ منہ پر ہی ہوگا۔ بالآخر اس میں لہجہ کا ہر مایہ نہیں ہے (تو نہ ہو)۔  
 تو میرے لئے نقصان ہی ہے۔ آثار سوداے عشق کے زیان کو بھی سود بھی سمجھتا ہوں۔

(۶) میری سرت و طرب کی لعلہائی کھیتی آگ کی پیاسی ہے۔ اس لئے کسی شعلہ زبان ابرو دم مطرب کو میرے پاس لے آؤ۔  
 اپنی غفلت و حمود کی مسرت و انسا کو جلاؤ۔ ان چاہتا ہوں۔ کوئی ایسا مطرب جس کی زبان مفاہین عشق و معرفت  
 کا کمر میرے اس کشت زار طرب کے لئے برق خرمن کا کام دے اور پھر میرے دل میں عشق حقیقی کے نوکے لئے اس کی آؤ  
 کو ابر کی سی خاصیت، حامل ہو میرے پاس لے آؤ۔

(۷) ان خاموش شعروں کا ذوق صبح نہ رخنے والوں کی وجہ سے میرا کلام ایسا ہو رہا ہے جیسے پتھر کے اندر شعلہ میرے کلام کی  
 خودیاں ان پر ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ رچنے کا ران عشق کے دل میں میرے کلام سے زندگی کی گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے

مصرع میں نفس سوختہ جانے الگ کر کے سوختہ جانے الگ۔ پڑھیں تو معنی ٹھیک ہوتے ہیں۔ کہ کسی سوختہ جان عاشق کو میر سے پاس لاؤ تاکہ میں اس کے سامنے اشعار پڑھوں۔ نفس برآوردن۔ سانس لینا۔ بات کرنا۔ اور اس لئے شعر پڑھنا بھی مطلب یہ ہوا کہ خام اگر میر سے اشعار سے متاثر نہیں ہوتے تو کوئی پرواہ نہیں کچھ کارکن کھنک، اگر میر سے اشعار کو نہیں وہ تڑپ نہ اٹھیں تو پھر مانوں)

(۸) خاصوی کے فاختوں (مدعیان شعرون) نے جھوٹ پر سکھ لگایا ہے۔ دے سرو پا باقی اشعار میں درج کر دی ہیں۔ گویا انہوں نے چھوٹا سکھ ملانے کی کوشش کی ہے۔ سکھ۔ ملک گیری کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، اس تمام کھوٹی چاندی میں سے میر سے پائش وہ نقدی نکال لاؤ جو رواج پاسکے (نقد رواں۔ جو سکھ باز میں مل سکتا ہوا در کوئی شخص کھوٹا کہ تراس کے لینے سے انکار نہ کر دے۔ مطلب یہ کہ ان شاعران زمان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کا کلام رواج پذیر ہو سکتا۔ یعنی پسند عام کی سند حاصل کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ہے۔ تو لاؤ مجھے دکھائے)

(۹) میرا دل نظری کی لفظی صنعتوں سے تنگ آ گیا ہے۔ اس لئے مدد کی کے کلام میں سے کوئی سادہ سا بیان لا کر مجھے سنبھال دے۔ میر سے مراد رووی ہے۔ دیکھئے مرآۃ الشعر صفحہ ۱۷۰ لوی عبد الرحمن صاحب۔

## غزل نمبر ۳

بھر مفد عیشن اضرب کفوف محذوف ارکان: یفعل فیرع لات مفاعیل فارع لن

فارغ تر از دل تو ندیدم دل دگر ، ایزد ترا سرشتہ ز آب و گل دگر  
گر مرغِ بدرہ را بخشی مائی کہ باز ، در خاک و خوں طپیدہ شود۔ تبیل دگر  
ہر مشکلی کہ عاجزی مابیاں کیند ، آساں کہنی کہ پیش نہی مشکل دگر  
از آب گل غرض شجرہ قامت بود ، عالم نہ داشت بہت ترزیں حاصل دگر  
از نور محفل تو جہاں در گرفتہ است ، نفروختہ چراغ تو از محفل دگر  
خاطر بمنتہائے جمالت نمیرسد ، دارم بہر مشاہدہ ات منزل دگر  
از ماتابِ روسے کہ غیر از جالِ دوست ، دریائے عشق را بنود حاصل دگر  
ممتاں اساسی سیکہ زیبا نہادہ اند ، رسمے اگر ز نو نہند عاقل دگر

ساتی قدح بکف تو نظیوی نظر بغیر

۹ دوراں ندیدہ است چو تو غافل دگر

(۱) تیرے دل سے بڑھ کر میں نے کسی دوسرے دل کو غم دینا سے، فارغ نہیں دیکھا۔ گویا خدا نے تجھے کسی اور ہی تاب و گل سے

چھوٹا کیا ہے۔ وکتیری فطرت اور دوسرے لوگوں کی فطرت میں کوئی متا بہت ہی نہیں۔  
(۲) اگر تو مرغِ بدرہ (حضرت جبریلؑ) کو بھی مار لے، اپنے عشق میں مبتلا کر لے، تو پھر بھی تو اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ ایک نیابیل خاک و خون میں تڑپ رہا ہو (تمام کائنات تیری محبت میں مبتلا ہے)

(۳) ہر وہ مشکل جو ہماری عاجزی کو زبانِ حل، بیان کر دیتی ہے۔ جس مشکل کے حل سے ہم عاجز نہ جاتے ہیں۔ تو اس کو آسان



کر دیتا ہے مگر تو اس کے ساتھ ہی، ایک نئی شکل بھارے، سامنے رکھ دیتا ہے، ایک سے ایک بڑھ کر شکلات کا انسان کو سامتا کرنا چاہتا ہے۔ ایسی کہ ان میں سے ہر ایک انسان کو عاجز و دماندہ کر دیتی ہے۔ پھر ہر ایک شکل کو وہی ذات آسان کر دیتی ہے۔ اس کی طرح یہ مسئلہ چلنا دیتا ہے،

- (۴) مٹی اور پانی سے غرض تیرے قد کا درخت پیدا کرنا، تھا و تخلیق کائنات کی علت غائی وجود انسانی تھا، ابھی ان کو اس سے پہنچا اور کچھ حاصل نہیں تھا، تمام مخلوق سے اشرف و افضل انسان ہے،
- (۵) تمام دنیا تیری محفل کے نور سے منور ہو رہی ہے، دورِ گرفتِ بیتی، قطع اور آگ کا بھڑک اٹھا، مگر تیرا چراغ کسی دوسرے کی محفل سے روشن نہیں ہوا، تو نے کسی دوسرے سے اکتسابِ فیض نہیں کیا،
- (۶) دل تیرے حسن و جمال کی انتہا کو نہیں جان سکتا، کیونکہ میں تیرے ہر شاہد پر نئی منزل پاتا ہوں، جب تجھے دیکھتا ہوں تو دل کو حسن کی ایک نئی منزل نظر آتی ہے، پھر انتہا کے حسن کیسے معلوم ہو سکے،
- (۷) ہماری طرف سے چہرہ مت پھیر لے، کیونکہ دوست کے جمال کے سوا اور کیا کئے عشق کا اور کوئی ساحل نہیں ہے، عشق میں جمال یا رکاویدار ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ مگر یا عشق ایک دریا ہے اور حسن یا اس کا ساحل ہے جس کو اس کا دیدار نصیب ہے۔ وہ ساحل پر اور جس کو نہیں وہ مجھ سے ملے کھا رہا ہے،
- (۸) مستوں نے تو میکدہ کی بنیاد نہایت عمدہ اور بڑوں رکھی ہے، بشرطیکہ کوئی "عقل" نے سرے سے کسی نئی رسم کی بنیاد نہ رکھ دے، مست معرفت لوگوں نے عشق و محبت کے لئے جو رسوم راہِ مقرر کر دی ہیں وہی صحیح ہیں۔ نا آشنا یا منزل جو عشق میں مست نہیں ہونے۔ بلکہ بھی عقل کے چکر میں ہیں۔ وہ اگر اپنے قاعدے سے الگ مقرر کریں تو ان کی مرضی،
- (۹) اسے نظیرِ نبی! ساتی دیر سے لئے جامِ شراب، ہاتھ میں لئے (موجود) ہے اور تو دوسروں کی طرف نظر جمائے ہوئے ہے۔ زمانہ نے تجھ سے غافل اور کسی کو نہیں دیکھا، تجھ سے بڑھ کر غافل کون ہو گا۔ کہ ساتی خود تیرے لئے پہلا لے کھڑا ہے اور تو دوسروں کی محبت یا دوسرے خیالات میں غور ہے،

## غزل نمبر ۴

ارکان: مفاصل، فعلات، مفاصل، فعلات

بحرِ محبت، مثنوی، مخمور

طلوعِ بادہ ز شامِ محوِ دریاغ مدار ، ز خاکِ جرعه خود چوں قمرِ دریاغ مدار ،  
اگر بکنجِ سراپیلِ باغیاں آید ، بگو کہ آبِ رزا ز جامِ زردیاغ مدار ،  
حیاتِ تلخ بدہ عیشِ خوشگوار بگیر ، چو عشقِ تیغ کشد جان و سرِ دریاغ مدار ،  
بشکرِ آنکہ حدیثِ چو انگیب داری ، ز سائلانِ ترش و شکرِ دریاغ مدار ،  
ترا بہ پیشِ کوتاہِ خویش نتواں دیدہ ، مگر ترا بہ تو بسِ نظمِ دریاغ مدار ،  
درونِ جانی و در پردہ ز مردمِ چشم ، جمالِ اگر نمائی خیمِ دریاغ مدار ،  
ہمیشہ چشمِ احسانِ شناسد ، ز خاکِ کشتہ غربت گذرِ دریاغ مدار ،  
جراحتِ دل شوریدہ خشک میگردو ، ازاں دوزلفِ سیاہ مشکِ دریاغ مدار ،

بیانِ شوقِ نظیری دراز انشائیست

۹۔ بیاضِ چہرہ ز خونِ بگرِ دریاغ مدار

- (۱) شام بھر سے شراب کے طلع کو دریغ نہ رکھ دو صبح کو سورج اور شام کو چاند طلوع کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ شراب بھی ایسی ہے  
اس لئے اسے بھی صبح و شام طلوع ہونے اور یہی صبح و شام پلانے جانتا اور اپنے چاند جیسے شراب کے گھونٹ کو خاک سے  
دریغ مت رکھ (شراب پینے سے پہلے ایک گھونٹ زمین پر گر کر ادا کرتے ہیں یعنی مجھے نہایت ہی صاف اور چمکتی ہوئی شراب  
کا ایک گھونٹ پلا دے۔ خاک سے مراد خود طالب ہے)
- (۲) اگر کبھی اتفاق سے باغبان کا گدال کسی خزانے پر پہنچ جائے باغبان کو خزانہ مل جائے۔ گنج سرا۔ گنج خانہ خزانہ رکھنے کی جگہ  
تو اس سے کہہ دو کہ انکو کے پانی و شراب کو سونے کے جام سے دریغ نہ رکھے (یعنی جام زمیں میں شراب انکو بھر بھر کر پئے اور بچا  
جائے یا یہ کہ جام زروے کو تیری شراب سونے کے جام سے تو اس میں دریغ نہ کرے اس صورت میں از تجاؤ کے معنوں میں ہوگا)
- (۳) یہ وہی عشق کی تلخ زندگی وید سے اور برہمنی میں حاصل کر لے یعنی جب عشق تلوار و نیام سے اٹھنے لے تو پھر جان اور سر کو دریغ مت  
رکھ (بہمنی میں تیغ کا ل کر دے کہ عیش خوشگوار یہی ہے)
- (۴) اس بات کے شکر اے تیرے تیری باتیں شہد جیسی شیریں ہیں۔ ترش راہ سائلوں سے اپنی شیرینی کو دریغ مت رکھ واپنی شیریں کلامی سے  
ان کو بھی محظوظ کر۔ شکر اور انکس میں مراعات لے لیں)
- (۵) مجھے اپنا کتنا غفلت کے ذریعہ سے نہیں دیکھا جاسکتا ہاں۔ شاید میں تجھے تیرے ہی ذریعہ سے دیکھ سکوں۔ اس لئے وکرم (ناکھڑے سے)  
ایسی نظر کو دریغ مت رکھ (ہماری غفلت اس کی ذات کے ادراک و فہم سے قاصر ہے مگر اس کی قوتیں شامل حال ہو تو اس کی کتنی کا  
کافورت مل سکتا ہے۔ آنکھوں سے ہناں دل میں ہاں اپنی دلیل آپ ہے)
- (۶) تو جان کے اندر موجود ہے اور اس کے باوجود آنکھ کی تیلی سے چھپا ہوا ہے۔ اس لئے اگر تو اپنا جمال نہ دکھائے تو اپنی خبر سے  
دریغ نہ کرنا وہ ہر جگہ ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی جان میں بھی مگر نظر نہیں آتا کہتا ہے۔ اچھا اگر اپنا جمال نہیں دکھاتا تو نہ سہی  
خبر تو آتی رہے۔ دل میں تیری یاد موجود رہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل تجھے بھلا دے۔ اور اس طرح گو یا تیری خبر آنا بھی بند ہو جائے)
- (۷) ستیہ رام کہ نہ بیانی و نا امیدیم  
ندیدان تو ششہ پرم بننگ  
(۸) وہ ہمیشہ دوستوں کے احسان کی توقع میں رہتا ہے اس لئے بے وطنی اور غربت کے کشتہ کی خاک خار کے پاس سے گزرنے میں  
دریغ نہ کرنا و وطن چھوڑ کر تیرے عشق میں غربت ہی میں آکر مگیا ہے اگر تو اس کے مزے لے جائے تو وہ تمہارا احسان مانے گا۔
- (۹) میرے خوریدہ اور دیوانے دل کے زخم خشک ہوئے جارہے ہیں اور میں جس چاہتا کہ زخم خشک ہوں کہ عشق کے زخموں  
کا لطف ان کے ہر اسے ہی میں ہے اس لئے اپنی ان دو سیاہ زلفوں کے تازہ مشک کو ان زخموں سے، دریغ نہ رکھ۔  
زلفوں کو سیاہی اور خوشبو کو مشک سے تشبیہ دی ہے۔ اور خشک زخم کو شراب کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے ہمیشہ اپنی زلفوں  
کے عشق میں پھنسا رہا
- (۱۰) نظیری کے شوق کا بیان ایک ہی داستان ہے۔ تو اپنی چہرے کی بیاض کو خون بھر کر مت رکھ وہ تیرے چہرے کو دیکھ کر عشق  
میں خون جگر بہتا ہے۔ تو اپنے چہرے کو اس سے چھپا دے۔ بیاض۔ بیان اور انشا کی رعایت سے بیاض شعر کے معنوں میں  
گور و اہل یہاں بیاض سفیدی اور چمک سے مراد ہے۔

## غزل نمبر

ارکان در مفعول فاعل لات مفاعیل فاعل نون

بھر مزار عیثیٰ اُخر ب کفوف مخدوف

دارم دے ز طائر وحشی رسیدہ تر  
تا آں خدنگ قامت از اغوش من فرت  
چند دہر دور تر ز کساں ارمیدہ تر  
پشتم شکستہ تر شد و قدم خمیدہ تر  
خونے کہ حکم بود بریز و خط نشد  
چند آنکہ داشت دامن عصمت کشیدہ تر  
آسخی کہ شمعہ تو بدر گاہ میسرود  
شاہد ز عاشق است گسبیاں دریدہ تر  
خورشید از کمان تو یک تیر می کشد  
ماہ از تو کس ندیدہ تمام آفریدہ تر

و ندان زو ہزار امیدم بدرگمت ۔ از سگ گزیدہ سہ کویم گزیدہ تر  
 خارے کہ در رہ تو بخاطر شکستہ بود ، ہر چند بیش کا فتنش شد خلیدہ تر  
 در کام نار وائی عشق پری و شے ۔ از سحر کردہ ایم ہا فصول رسیدہ تر  
 نازاں مرو کہ با عسلایق گزاشتی  
 ہستی تعلقت نظیوی بسریدہ تر

(۱) میں ایک خوشی دانا مانوس، پند سے سے بھی زیادہ رمیدہ و حشت زدہ، دل رکھتا ہوں۔ جتنا وہ لوگوں سے زیادہ وعدہ ہوتا ہے  
 اتنا ہی زیادہ آہام پاتا ہے جس طرح خوشی آبادی سے گھبراتا ہے میرا دل اسی طرح محبوب کے سوا باقی تمام لوگوں سے متنفر ہے۔  
 (۲) جب سے وہ تیر جیسا تھا مت میرے پہلو سے جدا ہوا ہے اس وقت سے میری کمر اور زیادہ شکستہ ہو گئی ہے۔ اور میرا قد اور زیادہ  
 جھک گیا ہے۔ معشوق کے قد کو تیر سے راستی میں شبیہ دی ہے مطلب یہ کہ اس کے فراق میں میرا قد غم سے جھک گیا ہے گویا  
 پہلو سے تیر کھینچ لیا گیا اور خون بہ نکلے جس سے کمزوری ہو گئی ہے۔

حال جیسے کڑی کمان کا تیر کھینچ کر رکھا۔ مگر جن قدر خون گرا نا تقدیر میں تھا اس میں کوتاہی نہ ہوئی۔  
 (۳) دو سہرا مصرعہ مقدم، ہر چند اس نے اپنے دامن عصمت کو بہت زیادہ بچھینچ کر رکھا۔ مگر جن قدر خون گرا نا تقدیر میں تھا اس میں کوتاہی نہ ہوئی۔  
 دامن عصمت کشیدہ تر۔ ہر چند اس نے کوشش کی کہ اس کے دامن عصمت پر خون عشق کے پھینٹنے نہ پڑیں اور اس لئے اپنے  
 دامن کو تنہا لیا۔ جیسا کہ پانی یا کچھڑ میں سے گزرنے وقت سے تنہا لیا کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی جن عشاق کا خون ہونے والا  
 تھا وہ ہو کر رہا مطلب یہ کہ کو معشوق نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے عشق میں مبتلا ہو۔ مگر جو دیکھتا ہے و فریقتہ ہو جاتا ہے رگیا اس کی حالت  
 میں ہی ایسا تھا۔ شائد کا کیا اچھا شعر ہے۔

خون کی پھینٹیں جو اڑیں حق پرندہ مرے  
 (۴) جہاں کہیں تیرا حال کلمتہ۔ کو تو ال۔ حاکم سیاست اور گاہ معشوق کی، میں چلا جاتا ہے وہاں معشوق عاشق سے زیادہ گریباں  
 ویرہ ہوتا ہے۔ معشوق اگر عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ عشق سے بھی زیادہ ہمد حال ہو جاتا ہے۔ محنت سے مراود عشق ہے  
 گویا وہ کو تو ال ہے جو عاشقوں کو تانے کی وجہ سے معشوق کی نادید و سیاست کے لئے مقرر ہوا۔

آفتاب تیر کی کمان سے ایک تیر لیتا ہے اس کی تمام شعاعیں اور روشنی تیری کمان سے ایک تیر کے برابر ہیں۔ کمان سے مراد  
 (۵) کمان ابور و اور تیرے تیر ترنگاں آفتاب کی شعاعوں سے کیوں زیادہ تیز اور روشن ہیں، اور چاند کو کسی شخص نے مجھ سے زیادہ کال نہیں پایا  
 و تمام آفریدہ تر۔ چاند مکمل ہوتا ہے۔ تو اسے ماہ تمام کہتے ہیں۔ تمام آفریدہ: خلقت و پیدائش میں کامل۔ مطلب یہ کہ بلحاظ  
 کمال آفرینش تو ماہ کامل سے کہیں بڑھ کر ہے۔

میں تیری درگاہ میں ہزاروں امیدوں کا و ندان زو ہوں و ندان زو۔ اسم مفعول ترکیبی وہ شخص جس کو دانتوں سے کاٹا گیا ہو گزیدہ  
 (۶) و ندان یعنی مجھے ہزاروں امیدیں پیدا ہوئیں۔ مگر ناکامی ہوئی۔ حسرت ناکامی کی یاد دل میں ایسے ہے جیسے کسی کتے  
 کسی شخص کے دانت مار دیئے ہوں اور زخم ہو گئے ہوں، میں سر کو کے سگ گزیدہ سے بھی بڑھ کر گزیدہ ہوں۔

وہ کاشا جو تیرے راستے میں میرے دل میں ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔ جس قدر میں نے اسے زیادہ نکالنے کی کوشش کی وہ اتنا ہی  
 (۷) زیادہ اور چھپتا اور دھبہ کیا دہر چند میں نے دروغ عشق کو دل سے نکال چھیننے کی کوشش کی مگر مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی  
 بلکہ وہ اور بڑھتا گیا۔ کائنات میں کچھ فتنہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ غلیظہ اور کھٹکنا،

ایک پری ویش کے عشق کی بے تاثیر کو ہم نے جادو کے زور سے اپنے مقصد کے حصول میں انہوں سے زیادہ مؤثر بنالیا  
 (۸) ہے دیر پری ویش: مانند پری۔ پری سے مقصد براری نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم نے جادو دیکھ مشاہدہ پری ہونے کی وجہ سے  
 اس کا عشق غیر مؤثر تھا اپنے طلوع پاشا کے جادو کے زور سے اس کی بے اثری کو اپنے مقصد کے موافق بنا لیا ہے۔ یعنی  
 اب وہ ہم پر ہر بان ہے۔ کلام مؤثر کو کھر جلال کہا کرتے ہیں۔ اور کسی کے دل کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے جادوؤں سے کام لیا  
 کرتے ہیں۔ نار وائی: سکھ کا کھوٹا ہونا اور بازار میں نہ چلنا (جہاں مراد غیر مؤثر ہونا ہے)

(۹) اسے نظیر یا اس بات پر نازاں منت ہو۔ کہ تو نے تعلقات کے بوجھ کو اتار پھینکا ہے۔ خود ہستی بھی تو ایک تعلق ہے اس لئے

اس سے بھی ٹک ہو جا رہی تھی کھنکھناتی ہی قطع کر ڈال۔ جریدہ ترسینی جریدہ ترسوا بھی اور تہنہائی اختیار کر کہ صرف علاقہ کے قطع کرنے سے کامیابی نہیں بلکہ اپنی ہستی کو ترک کرنے سے کامیابی ہو گی،

# غزل نمبر ۷

بحر رمل ثمن مخدوف

ارکان :- فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

ہر دم از زلف تو دارم کافرستانے دگر ۱  
و مہدم نو میکھم از رویت ایمانے دگر  
یا توئی یا حسن رخسار تراؤ دیدہ است ۲  
چون توئی گرسر بر آرد از گریبانے دگر  
چاشنی بچ آں لب از مذاقم کے روو ۳  
گر بگر دامن زباں را در نمکدانے دگر  
نیست ہم دعویٰ حریفے حسن نہاں ۴  
خوش میتا زوز میدانے بیدانے دگر  
چاہے باخوش طرح ترکتا ز افگندہ است ۵  
تا بروں آرد سرے از لوح پیشانی او ۶  
حسن ہر سودر لباس صورتے پنہاں شو  
پیش حکمش گروم از عذر خطائے خود زند ۷  
عشق ہر ساعت در آویز ویدانے دگر  
مے ہند بر روی آدم خال عصیانے دگر

در دنیا پابی و نادانی تطیوی شکل است

۹ غیر خاموشی ندیدم ہیچ در مانے دگر

ن ناماری

(۱) تیری زلفوں کی وجہ سے مجھے ہر گھڑی ایک نئے کافرستان کا سامنا ہوتا ہے اور تیرے چہرے کے سبب میں ہر دم نیا ایمان پاتا ہوں۔ معشوق کی زلفوں کو ہندؤ اور کافر اور اس کے رخسار کو معصوف "و قرآن" سے استعارہ کرتے ہیں۔ تیری زلفوں کو دیکھ کر ہر لحظہ کافر اور پھر تیرے رخ کو دیکھ کر نئے سرے سے مسلمان ہو جاتا ہوں،

(۲) دوسرا مہر عد پہلے، اگر تیرے جیسا کوئی اور کسی دوسرے گریبان سے سر نہ نکالے کسی دوسری جگہ جلوہ گر ہو، تو یا تو وہ خود تو ہی ہے۔ اور یا پھر اس نے تیرے رخسار کے حسن کو چھو لیا ہے، جہاں کہیں جلوہ حسن نمودار ہوتا ہے۔ وہ تیرے ہی حسن کا پرتو ہے،

(۳) اس لب کے گوشہ کا لطف میرے مذاق سے کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ میں اپنی زبان کو کسی دوسرے نمکدان میں ڈال دوں۔ دگر دامن۔ پھر انوں جو لطف اس گوشہ لب کے بو سے میں ہے۔ کسی دوسرے میں نہیں اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس لب سے گالیاں سن کے جو لطف حاصل ہوا وہ کسی دوسری جگہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس صورت میں دوسرے مہر عد کا مطلب یہ ہو گا کہ اگرچہ میں کسی دوسرے حسین کو چھوڑ کر اس کی زبان سے گالیاں نکلاؤں مگر ان میں وہ لطف کہاں،

(۴) کوئی دوسرا اس کا ہم دعویٰ مد مقابل نہیں ہے اس لئے حسن ہر زمانے میں اکیلا ہی ایک میدان سے دوسرے میدان میں گھوڑا دوڑاتا پھرتا ہے۔ دنیا میں کوئی دوسری چیز حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ یہاں حسن سے مطلق حسن مراد ہے۔ نہ بطور مجاز حسین،

(۵) اس چالاک اور ہوشیار (شہسوار) نے اپنے ہی ساتھ مقابلے کی طرح ڈال رکھی ہے دو کوئی دوسرا اس کے مقابلے کا نہیں ہے۔



- اس لئے وہ ہر آن نئی چوگان سے نئی کیند کرتا ہے (شعر سابق کا ہم مضمون ہے)۔  
 (۷) دوسرا مصرعہ مقدم، عقل ہر دم ایک نئے مکتب میں "مغل مکتب" جتنی پھرتی ہے تاکہ اس کی لوح پیشانی کا کچھ اتا پتہ پائے۔  
 دسرا مضمون برآوردن، کنایہ از فہمیدن آں۔ سراز کار برآوردن از عمدہ آں برآمدن۔ مجرب کی پیشانی کو لوح سے تعبیر ہے کہ اس کے مضمون کو سمجھنے سے عقل باوجود صد ہزار کوشش کے قاصر ہے۔ گویا عقل ایک بچہ ہے۔ جو کبھی ایک بھلاہٹ سے دوسرے مکتب میں جاتا ہے کہ اس کی لوح پیشانی کو پڑھ کر اس کا پھر مضمون سمجھ سکے۔ مگر ہونا ناکامی کے پھر حاصل نہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ پیشانی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے۔  
 (۸) جن ہر طرف کسی نئی صورت کے لباس میں پہناں اور عقل ہر دم کسی نئے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے رحن ایک ہی ہے جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ گویا صورتیں جن کا لباس ہیں۔ جس طرح لباس بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اسی طرح مختلف صورتیں اس جن حقیقی کے لئے پردہ ہیں کہ ہم اختلاف لباس کی وجہ سے جن کے تعدد کا خیال کرنے لگتے ہیں۔  
 (۹) حالانکہ وہ ایک ہی ہے، اگر آدمی، اس کے جن کے سامنے اپنی غلطی کا عذر پیش کرنے کی جرأت کرے تو وہ آدمی کے چہرے پر ایک اور گناہ کا داغ لگا دے (اس کے حکم کے سامنے اپنے گناہ کا عذر نہیں پیش کرنا چاہیے رک وہ ہرگز گناہ ہے۔ بلکہ بے چہنہ و چراغ عقل حکم کرنا چاہیے جن "عذر" کو سن ہی نہیں سکتا،  
 (۱۰) اسے تغیری! ناکامی اور جہالت کی بیماری بہت سخت ہے۔ میں نے تو اس کا علاج خاموشی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا وہ بیماریا (علاج ہیں)۔

## غزل نمبر

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

بھر دل مٹن محذوف

در دِل را میکنم با صبر پیوندے دگر ، بر طیب خود تغافل میزنم چندے دگر  
 اعتمادے نیست بر ہمدے کہ نقصانے ندید ، ہست در پیمایاں بستن ہر پیوندے دگر  
 گرچہ میدانم قسم خورون بکانت خوب نیست ، ہم بجان تو کہ با دم نیست سو گندے دگر  
 پائے تا سر ویدہ ام از شوق رخسارت گشت ، ہر سر شکم بے تو چشتم آرزو مندے دگر  
 پیر کینعاں با کہ گیر و انس در بیت الحزن ، بوسے یوسف رائے یابد ز فرزندے دگر  
 چوں بشر ہم بخششم کشتی حلات ساقم ، کیس مروت نیست با طبع خداوندے دگر  
 تابے آری کہ از کف مے نہی آئینہ را ، از جمال تو ندیدم جز تو خرسندے دگر  
 شکوہ و تکر نظیری عکس کین و ہر تست  
 آئینہ منما کہ طوطی نشکند قندے دگر

(۱) میں اپنے در دِل کو صبر سے ایک نیا پیوند لگا لیتا ہوں۔ اور (اس طرح) میں اپنے طیب کی طرف سے کچھ عرصہ تغافل کرتا ہوں  
 رشتہ کو ابتدا میں ضبط کرتا اور معشوق سے چھپاتا ہوں۔ گویا طیب کو اپنے درد سے آگاہ نہیں کرنا چاہتا۔ کہ خود ہی اچھا ہو جائیگا  
 مگر چندے دگر کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ یہ کوشش کامیاب نہ ہوگی۔ یعنی معشوق پر عشق ظاہر ہو کر رہے گا،



(۲) اس عہد پر کوئی اعتدال نہیں کیا جاسکتا جو ایک دفعہ ٹوٹ نہ چکا ہو۔ کیونکہ شکستِ عہد میں ایک نئے تعلق کی ہر لگ جاتی ہے پہلی دفعہ کا عہد الفت و وفا گیا ایک ہر لگا کر بندھا گیا تھا۔ جب وہ ٹوٹ کر پھر نیا عہد بندھا تو گویا ایک اور ہر لگ گئی۔ اور اب وہ مضبوط تر ہو گیا۔ اس مضمون کے مختلف اسالیب بیان کے ساتھ نظری کے متعدد اشعار گزر چکے ہیں۔

(۳) اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری جان کی قسم کھانا اچھا نہیں۔ مگر تیری جان کی قسم کہ مجھے کوئی دوسری قسم یاد نہیں رہا۔ جو یہ کہنے کے کہ تیری جان کی قسم کھانا اچھا نہیں پھر "بجان تو" کہہ کر قسم کھاتا ہے۔ شوقی کے علاوہ خوبی یہ ہے کہ شوق کے سوا اور کسی کو قابلِ التفات نہیں سمجھتا تو یا اس کے سوا کچھ نظر میں ہے ہی نہیں۔ خوبی اس شعر میں یہ ہے کہ ہم بجان تو کہہ کر واقعی اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مجھے اور کوئی قسم یاد نہیں۔

(۴) میں نے شوق و محبت کی وجہ سے تیرے رخسار کو سر سے پاؤں تک (خوب غور سے) دیکھا ہے کہ اب تیری جدائی میں میرا ہر ایک آنسو ایک تڑپ آرزو مند آنسو بن رہا ہے۔ میں نے تیرے رخسار کو اس شوق سے دیکھا کہ میری آنکھوں میں تو ہی تو سما کر رہ گیا۔ اب جب تو موجود نہیں تو تیری جدائی میں آنسو ہمارا ہوا ہے۔ اور آنسو بھی جو مکہ آنکھ سے نکل رہے ہیں جس میں تو سما کر رہا ہے، اس نے ہر آنسو چشم آرزو مند وید رہا ہے۔ درحقیقت آنسو نکلنے کی دھڑلہ فراق وید رہی ہے۔ اگر پائے تاسر دیدہ ام کے معنی میں ہم تن آنکھ بن گیا ہوں گے "ہائیں اور شوق" کے ساتھ کسرۂ افاقت مانا جائے تو معنی یہ ہوئے کہ میں تیرے رخسار کے شوق میں ہم تن دیدہ بن رہا ہوں۔ کیونکہ "نہ مگر اس صورت میں ہر سر شکر" کے چشم آرزو مند ہے "دگر" بننے سے پہلے ہر عہد میں پائے تاسر دیدہ ام ہم مل ہوا جاتا ہے کہ پہلے ہر عہد میں تو ہی عجب آپ کو ہم تن دیدہ کہتا ہے مگر دوسرے ہر عہد میں شکر "ہی چشم آرزو مند" ہر گز رہا جاتا ہے اس نے میرے خیال میں دیدہ ام نامی قریب ہی مفدا و مظلوم پائے تاسر شوق بہ رخسار و افسانہ پڑھا جائے تو شعر میں صفائی اور خوبی زیادہ ہے۔ غور کرنے سے دونوں میں فرق واضح ہو سکتا ہے۔

(۵) (۱) دیکھو کہ حضرت بیوقوف کے اور بھی بیٹے تھے مگر جلافت انہیں بے سرف سے تھی کسی دوسرے سے نہ تھی۔ مگر انہیں حضرت بے سرف سے جو غشائی تھی وہ کسی دوسرے بیٹے میں نہ تھی۔ مطلب یہ کہ ہم جس دم صحت ہو نیکی باوجود سب فزا دہر نہیں ہوتے ہوئے محبت و وفا ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(۶) جو عہد تو نے مجھے اپنی بخششوں کی شرم سے مار ڈالا اس لئے میں نے اپنا خون، تجھ پر حلال کر دیا۔ کیونکہ کسی اور آقا کی طبیعت میں یہ مروت موجود نہیں ہے۔ تو نے مجھ پر اس قدر متواتر مسلسل بخشش کی کہ میں شرم سے مر گیا۔ اس لئے تو قابلِ مواخذہ نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے۔ کیونکہ میں تیرا غلام اور بندہ ہوں۔ اور تیرے سوا کون آقا ایسا ہے جو اپنے غلام پر اس قدر مہربانیاں کرتا ہو۔

(۷) تو ہی ہے جو اپنے ہاتھ سے آئینہ رکھ دینے کی تاب لاسکتا ہے۔ ورنہ میں نے تیرے سوا تیرے جمال سے کسی کو خورندہ نہیں پایا۔ عشاق یہ تاب نہیں لاسکتے کہ تیرا رخ اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کی نظر سے دور ہو۔ معلوم نہیں تو کیسے آئینہ میں اپنا عکس رخ دیکھ کر ہر ہو جاتا اور آئینہ رکھ دیتا ہے۔

(۸) نظری کا شکریاں شکوہ تیری ہی محبت یا کینہہ نگاہیں ہوتا ہے۔ دوسرے اظہار محبت سے وہ شکوہ اور اظہار عقاب سے شکوہ کہنے لگتا ہے، اس طوطی کو آئینہ مت دکھا کہ یہ اب میٹھا بول نہیں بولے گی۔ طوطی کی شیریں زبانی کی وجہ سے اس کو دوسری صفات کے علاوہ شکوہ تک بھی کہتے ہیں۔ آئینہ سامنے رکھ کر طوطی کو قسیم دینا مشہور ہے۔ مطلب یہ کہ میں صرف تجھی سے وابستہ ہوں۔ اور تیرے شکوہ و شکوہ کے سوا کسی اور امر کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ میرے انکار کی تو تم رہنے یاں صرف تیرے لئے مخصوص ہیں۔ مولانا اکبر اپنے شکوہ کی تحدید یوں کرتے ہیں۔

لیکن میرے دل سے یہ عدا آتی ہے  
میں کا شکوہ و شکوہ دنیا میں ہے عزم  
نکلتا نہیں راز و ہر شکوہ ہے۔ تو یہ  
اور شکوہ یہ ہے کہ موت آجاتی ہے

## غزل نمبر

ارکان: مفاہین مفاہین مفاہین

بحر بزمِ سخن سالم

بہرِ چمی دلی داری دلِ صفا و ازاں خوشتر  
زبانے و کتابتِ سیلے آستا و ازاں خوشتر  
بخود قیدے نداری باوجودِ حسن و زیبائی  
زہرِ خوبی کہ داری خاطرِ آزاں خوشتر

پیر کا خیال اپنے غم کے کسی کے ساتھ الفت بند نہیں کر لیں کسی دوسرے بیٹے سے یوسف کی تو شبو نہیں آتی۔۔۔

فریب خندہ میخاند عتاب غمزہ میراند ۔ زخوباں خوش بود مهر و وفا بیدار ازان خوشتر  
چو دریا نیکشتم دم در خود و در جوش مے آیم ۔ کہ خاموشی خوشش مآید و فریاد ازان خوشتر  
بیدارش نئے نالم گرم زیر و زبر سازد ۔ بنائے کو کند ویراں نہد بنیاد ازان خوشتر  
نثارے بر بخ او صد عوض در زیر لب ارد ۔ برو جانے گرافش ہم صد جان ازان خوشتر

نظیری جذب ہے باعث صحبت میکند محبت

اگر فضلہ نداری عشق ماورزا دازان خوشتر

(۱) ہر محبت تیرا دل ایسا ہے کہ آتش تو شکاری کا دل ہی بہتر ہے دشکاری کے دل میں کبھی نہ کبھی وقت شکار علم آجاتا ہوگا مگر تو اس سے بھی  
بڑھ کر شکار لے رہا اور تیری زبان ایسی ہے کہ کتنا بت سکھنے میں استاد کا چہیت اس سے اچھا ہے تیری زبان استاد کے چہیت  
سے زیادہ تکلیف دہ ہے یعنی کا شعر ہے

جہا احاطت اللسان لھا التیام ولا یلتئم ما جمہم الانسان

یعنی نیردوں کے زخم منہ مل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم منہ نہیں مل سکتے

(۲) باوجود حسن و خوبی کے مجھے اپنے ساتھ کوئی دانتی نہیں ہے تیرا دل آزاد تیری ہر خوبی سے بڑھ کر ہے۔ دو گت تیرے حسن پر فریفتہ ہیں

مگر تو اپنے حسن کی قید و دانتی سے آزاد ہے تیرے دل کی آزادی تیری باقی سب خوبیوں سے بڑھ کر اور قابل رشک ہے

(۳) دھینوں کا غریب خندہ عاتقوں کی بلاتا ہے۔ دغزہ دیکھ کر وہ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کہ محبوب خوش ہے۔ گویا ہمیں بلاتا ہے ہا اور

ان کے غمزے کا عتاب و عتاق کو نکال دیتا ہے۔ محبوبوں سے مہر و وفا بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر بیدار اس سے بھی اچھے

(۴) کبھی تو میں دیریا کی طرح اپنے دم کو دل ہی دل میں روک لیتا ہوں رخصا کو بھی اکتیا کر لیتا ہوں ہا اور کبھی بھر جوش میں آ

جاتا ہوں کہ چونکہ اس کو فاشی پسند آتی ہے اور جیج و پکا کو اس بھی بڑھ کر بھی ملتی ہے تو میری دم دیکھتی اور جوش و دھنوں محبوب کی پسند کی وجہ

سے ہیں

(۵) میں اس کی پیاد سے فریاد نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ مجھے تو دھالا کر ڈالے کیونکہ جس سے کہ وہ دیران کرتا ہے اس کی پیاد پہلے سے

بھی اچھی رکھتا ہے کہ وہ اگر مجھے بگاڑتا ہے تو منوارنے کے لئے پھر فریاد کرتا ہے ہا اور دم فرماتے ہیں

بربنائے کمنہ کا یاداں کند اول آن بنیاد ویراں کشند

(۶) اسکے رخ کا شمار کہ ہم اس کے رخسار پر تیراں کر لیں گے ہوں گے مچھو مچھو رخصتا ہے اگر ہم نے کسی اس کے رخسار ہم ایک جان

قربان کی تو اس کے لب، نے اس سے بہتر نہیں ہو جان خوش دی اس کے رخسار اگر تیری میں جاؤں تو میں تو اس کے لب جہاں خوش

ہیں۔

(۷) اے نظیری! جذب عشق بغیر کسی درد مر سے، وسیلے اور سبب کے تجھے (اس کی صحبت میں خاص کر وہ) کا جذب عشق کی وجہ

سے تجھے وہ اپنی صحبت و میمنہ کی لئے خاص کر لے گا، اس لئے اگر تو اور کوئی نفیضت نہیں رکھتا تو ماورزا دانتی اس سے

بھی بڑھ کر ہے ایسی خوبی کافی ہے

## غزل نمبر ۱

ارکان، مفعول، مفعول، مفعول، مفعول، مفعول، مفعول

بکھر نزع مٹن اضرب کفوف مقصورا لآخر

اے مطرب جاں سوخت و لم ہو وہ دگر گیر ۱ یا پر وہ ازیں رازہ بیک مرتبہ دگر گیر

را ہے بنوا زن کہ غم عشق و آسید ۔ گوشورش مستی و جوانی رہ درگیر  
 رہے کہ مطلوب قریب است عزیز است ۔ تا سر زود پائے ازیں مرسلہ برگیر  
 اسرار خرابات مغان سادہ تو اس یافت ۔ ہاں اے بڑے بلبلہ پر دختہ تر گیر  
 زیں ہمنفساں آتش سردت نفروزو ۔ یار دم گرمے شود چوں سوختہ درگیر  
 تو طفلی و ایں راحت غم میدہت دست ۔ تا خون جگر شیر شود خون جگر گیر  
 جام فلک آ میختہ شہد و شترنگست ۔ کاسے کہ از و ساختہ تر گشت بتر گیر  
 تا در طلب کام خودی کام نیابی ۔ بگذر ز مراد خود و مقصود بر گیر  
 دل ز اول شب طالب فیض است نظیری  
 لب باز کن و ساغر لبریز سر گیر

- (۱) اسے جان کے عشق میں اول جل گیا کوئی دوسرا کا نام شروع کرادیا پھر کیا رنگی اس راز پر سے پردہ اٹھاوے و غمہ محبت میرے دل کو جلائے ڈالتا ہے ۔ یا تو اس کو بدل دے یا پھر اپنا راز ہی بھر پھول دے ۔ کہ ایک ہی مرثیہ خندہ نود سے جل بجھوں
- (۲) ایسے طریق سے غمہ کا کہ عشق (دل میں آجائے) جو رشتہ مستی اور جوانی سے کہہ دو کہ وہ اپنا رشتہ لیں وہ رشتہ دن ۔ کہانیہ اندر و گشتن ۔ عشق کئے آتے ہی جوانی و شورش دہتی جاتے رہیں گے ۔
- (۳) جو اسے مطلوب کی طرف قریب ہو وہی عزیز ہوتا ہے جب تک سر نہ لٹ جائے اس منزل سے قدم ہٹائے رکھو منزل عشق میں محبوب تک پہنچنے کے لئے سب سے قریب راستہ سر بازی و جہاں ناری کا ہے ۔ جب تک تپیں یہ مقام حاصل نہ ہو منزل عشق میں قدم مت رکھو
- (۴) خرابات مغان کے راز تو بالکل سادہ طریق سے معلوم کئے جاسکتے ہیں وہاں اسے شراب کی ہرچی اذرا اور صاف آواز نکال (بھولے) ہرچی شراب، بلبلہ ۔ آواز جو ہرچی سے شراب اندر پڑنے وقت پہلے ہوتی ہے لعل مینا ۔ اور ہرچی کہی کہتے ہیں ۔ مطلب یہ کہ شراب پنی کر راز مغان معلوم ہو سکتے ہیں عشق و محبت کے راز عشق و محبت کی شراب پنی کر معلوم کئے جاسکتے ہیں،
- (۵) ان ہمیشہوں سے تیری بھی ہوئی آگ نہ جل سکے گی اس لئے کسی گرم دم کا دوست بن جا اور بے ہوئے کی طرح بھڑک اٹھ و گرم دم ۔ جو عشق و معرفت کی گرمی سے گریا ہوا ہر گھٹک بھونکے مارا لگا جلا یا کرتے ہیں اس لئے ہمنفساں کا لفظ بھی خوب ہے،
- (۶) تو یہ ہے ۔ اور اس لئے ہے ۔ یہ راحت و غم حاصل ہو رہے ہیں اس وقت تک کہ خون جگر و دھبے تو خون جگر ہی ہے جان بچھو کو ان کے پیٹ میں خون کی غذا ملتی ہے ۔ ولادت کے بعد وہی خون دودھ بن جاتا ہے ۔ دنیا میں انسان کو رنج بھی پہنچتا ہے اور راحت بھی مدد میں کو یا اسے خون جگر پینا پڑتا ہے اور راحت کا لطف شیر کا سا ہے شاعر کہتا ہے کہ اگر نہیں رنج و غم میں خون جگر مینا پڑنا ہے ۔ تو گھر اور ہمیں کہ اس کے بعد راحت کا دودھ بھی نصیب ہو گا ۔ جس طرح بچہ پہلے خون پیتا ہے اور پھر دودھ،
- (۷) آسمان کا جام شہد اور زہر کا مرکب ہے ۔ جو کام اس سے زیادہ اچھے طریق پر انجام پا گیا ۔ اس کو اور بھی بڑھ دیتا کی کو زیادہ آرام ملتا ہے اس کے بعد اس سے بڑھ کر رنج و الم نصیب ہوتا ہے،
- (۸) جب تک تو اپنے مقصد کی طلب میں لگا رہا کہ سیلاب نہ ہو گا و زور ایک دفعہ اپنی مراد کو ترک کر دے اور پھر مقصود کو اپنے پہلو میں پالے و ترک مقصد کی کامیابی مقصد ہے یہی اگر تم مطالب دینی سے ہے نیاز ہو جاؤ تو اصل مقصد ہل ہو گیا،
- (۹) اسے نظیری اول تو رات کے پہلے حصہ سے فیض کا طالب ہے وابتدائے شب سے طلب فیض میں بیدار ہے منہ کھول اور صبح کا بھر ہوا پھیلنے لے اور صبح سے سستیض ہو جا،

# غزل نمبر ۱

بحر رجز مثنوی سالم

ارکان مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

چشمش برا ہے میر و دشرگان مناکش نگر ۱ در سینہ دار و آتشے پیرا ہن چاکش نگر  
 دے کہ زلف انداختہ در گردن سیمیش ہیں ۲ خونے کہ ترگاں رنجتہ بردا ہن پاکش نگر  
 شرم از میاں برخاستہ ہزار وہاں برواشتہ ۳ گفتار بے ترشش سپں رفتا ریمیش نگر  
 قصد فریے میکند سوئے غزالے مجھد ۴ آں چشم آہو گیرا بازلف سیمیش نگر  
 از کسے معشوق آمدہ شوریدگاں حلقہ آں ۵ از صید آہو میرسد شیراں بفتراکش نگر  
 دل بروہ در دل باخشن معشوق عاشق نہیں ۶ بگرفتہ در انداختن بازوئے چالاکش نگر

وحشی غزالے کز حیارم در بیاباں میخورد  
 رام نظیری میشود در ہوش و ادراکش نگر

معشوق کو کسی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے اس سلسل غزل میں اس کی حالت کا بیان ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ غزل نظیری کی بہترین غزلوں میں سے ہے۔

- (۱) اس کی آنکھ بھی کسی راستے پر لگ رہی ہے۔ در انتظار میں ہذا اس کی مناک چکوں کو دیکھو عشق میں بے اختیار آنسو نکل آئے ہیں، اس کے سینے میں ایک آگ لگ رہی ہے۔ اس کا پھٹا ہوا کراں دیکھو جو جنون عشق میں اس نے چاک کڑوا لیا ہے۔
- (۲) جو چال اس کی زلفوں نے لگا یا تھا وہ اب اس کی اپنی ہی نازک اور خوبصورت گردن میں دیکھو اور خود کسی کی زلفوں کے دام کا پیر ہو چکا ہے، اور جو خون چاہتوں کا اس کی پلکوں نے گرایا تھا۔ اسے اب خود اس کے پاک دامن پر دیکھو لولہ خون کے آنسو اپنے دامن سے پوچھتا ہے۔
- (۳) اس کی شرم اٹھ گئی ہے۔ اور اس کے منہ پر کی ٹھوٹ چکی ہے۔ معشوق کی حیثیت میں وہ نہایت شریکس اور صبر بہ لب تھا، اب اس کی بے خوف گفتگو اور بے باک رفتا دیکھو۔
- (۴) وہ کسی فریب کا ارادہ کر رہا ہے اور اسی لئے کسی غزال کی طرف جا رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کو اس کی پریچ و خم زلفوں کے ساتھ ڈرا ملا خطہ کرور عاشقی میں بھی معشوقیت قایم ہے کہ عاشق کو چھانسنے کے لئے چلم و زلف دام و دانہ بنا رہا ہے۔
- (۵) وہ معشوق کے کوسے سے آیا ہے مگر اس حالت میں کہ عاشق اس کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں۔ گویا وہ ہرن کو خنکار کر کے آیا ہے مگر دیکھو کہ خود اس کے شکار بند میں شیر بندھ رہے ہیں۔
- (۶) اس معشوق عاشق پیشہ کو دیکھو کہ دل کے ہار دینے میں بھی وہ دل لے گیا۔ اس کے چالاک بازوؤں کو دیکھو کہ اس نے گرنے میں بھی پکڑ لیا، دل لہانے میں دل لے لیا۔ مطلب یہ کہ عشق میں معشوق کو دل دے رہا تھا مگر خود معشوق کو اپنا عاشق بنا کر اس کا دل لے لیا۔ بگرفتہ در انداختن اس کا معشوق اسے زیر کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے نہایت ہرشیاری سے اسے زیر کر لیا اور عاشق بنا لیا۔
- (۷) وہ وحشی غزال جو شرم کے باعث بیابان میں رہ کر تاج پھرتا ہے وہ نظیری سے رام ہو ا جا رہا ہے۔ اس کی عقل و ہوش کو دیکھو کہ اس قدر وحشت کے باوجود نظیری اسے رام کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔



# غزل نمبر ۱۱

بحر مضارع مثنوی آخر ب مکفوف محذوف

ارکان: میفعل فاعلات مفاعیل فاعلات

منشیں بشارتِ آبِ رخِ پارِ سامبر ۱ آئینہ صفا بدم بے صفا مبر  
دور از طریقِ تہمت اگر جیبِ مریم است ۲ ولہائے پاکِ محققاں رازِ جا مبر  
از کوسے چوں بجانبِ خلوتِ رواں شوی ۳ بیگانہ را دروں گداز آستان مبر  
تا زخمِ طعنِ زنِ نخوری در سر لے خویش ۴ گر سایہ ہمرہ تو شود از قفس مبر  
آئینہ ات زہم نفساں تیرہ مے شود ۵ میمائے حسنِ مشکین و رنگِ حیا مبر  
تلختِ شکر شود لبِ انجیسیں بدہ ۶ خارت سمن شود بگزارِ صیب مبر  
نالاں مگر دو قیمتِ مارا سبکِ مساز ۷ گریاں مباحش و آبِ رخِ کارِ مبر  
بودنِ لطیفِ خوش منشیاں کارِ مشکل است ۸ نازک دے بسر ز سانیِ عنف مبر

حرزِ جمالِ خودِ نظیومی طلب نمائے

۹ جز سوئے حفظِ خاطرِ اوابتجِ سامبر

(۱) معشوق کے پاس مت بیٹھ اور اپنے پارِ سامبر سے کی آبر و ضایع نہ کر اس کے پاس بیٹھنے سے پارِ سامبر کی عزتِ حاتی پر گناہ اپنے پاکِ صافِ آئینہ دول کو اس کے ناخافِ سانس کے سامنے مت لے حادِ سانس سے آئینہ پر کدورت آجایا کرتی ہے معشوق مجازی کا عشقِ تہار سے دل کو مگر کر دے گا

(۲) جب یہ صبح ہے کہ عصمتِ مریم کسی تہمت سے داغدار نہیں تو پھر اس کہانی کی تفصیلات میں الجھ کر عقیدہ مندوں کے دل مضطرب کرنے کی کوشش نہ کر۔

(۳) جب تو کوجے سے خلوت کی جانب روانہ ہو تو پھر نہ کسی بیگانے کو اندر آنے کی اجازت دے اور نہ کسی آشنا ہی کو (خلوت میں) لیجا (آشنا ہو یا بیگانہ خلوت میں غفلت انداز ہو گا)

(۴) اگر تو چاہتا ہے کہ طعنِ زن و کے طعن کا زخم نہ کھائے تو پھر اپنے مکان میں اگر سایہ بھی تیرے ہمراہ ہو جائے اسے اپنے پیچھے (اندر) مت لیجا و کوئی بھی شخص تیرے مکان میں تیرے ہمراہ جائے گا۔ تو لوگ تیری طرف انگشت نمائی کریں گے اور تو بدنام ہو جائیگا

(۵) تیرا آئینہ دول، این بیٹھوں کی وجہ سے مگر رہو اجاتا ہے اس لئے ان سے علیحدگی اور تنہائی اختیار کر، تو اپنے حسن کی پشانی کو خراب نہ کر اور حیا کا رنگ دور نہ کر دان آوارہ مزاج بیٹھنوں کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے حسنِ ظاہری و باطنی کو بڑھ نہ گئے اور بے حیاء بن جا

(۶) تیری تلخیاں ہی شیرِ بنیاں بن جائیگی۔ تو لبوں کو شہدِ مت پلا۔ اور تیرا کانا چنبلی کا پھول بن جائیگا۔ تو اسے صبا کے راستے میں مت لے جا و تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھرا کر دوسروں کے وسیلے سے ان سے نجات پانے کی کوشش نہ کر و خود



- قدرت سے ہی آسانی سے سامان ہو جائیں گے کہ مصیبت کے بعد راحت ہوتی ہے۔
- (۷) نالہ کر کے نہیں کم قیمت مت کر دو کہ لوگ مشتاق کو کم جو صلیب نہ لیں گے اور ان کی کوئی قدر قیمت ہی نہ رہے گی، گریہ کر کے ہمارے کام دشمن کی عزت نہ کٹاؤ۔
- (۸) خوش طبیعت لوگوں کے مزاج کے موافق ہونا بہت مشکل کام ہے۔ چونکہ تم اس نازک دل و مشوق کے ساتھ نباہ نہ کر سکو گے۔ اس لئے (عشق کی) تکلیف نہ ہی اٹھاؤ تو اچھا ہے دوسرے مصرعہ میں اگر نازک ولی بیتے معروف پڑھا جا تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے عجب تھو سے نازک دلی نہیں نبھ سکے گی کیونکہ تجھے بڑے بڑے سے تم کٹش عشق سے واسطہ پڑے گا۔ اور خود تو بڑی بڑی جھڑپیں کر لگا اس لئے نازک دلی کے خیال کا بھی سے ترک کرو سے اور تکلیف نہ اٹھاؤ یہ دوسری صورت مجھے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں با محذوف ماننا پڑتا ہے،
- (۹) تو نظیری سے اپنے خون کی حفاظت، کا تعویذ طلب کر اور اس کے دل کے پاس ہوا حفظ و حسن، کے اور کوئی اتجا نہ بجا

## غزل نمبر ۱۲

ارکان ایضول۔ فاعلات مفاعیل فاعلان

بھر مزار عشق اضر بکفوف مقصور

- افلاک فتنہ زادہ ہدایان روزگار ۱۔ بر کردہ سر بلا ز گریبان روزگار
- سیب ذوق نگوے بگو گوے آفتاب ۲۔ زلفش رُبود از خم چوگان روزگار
- گا ہے کہ عقل بر سر جمعیت آمدہ ۳۔ عشقش بہم زدہ سر سامان روزگار
- دل چوں شناورے کہ عزیزش ز کف ۴۔ خود را فکند بر سر طوفان روزگار
- از سر نوشت ساقی دوران ماقضا ۵۔ بشکستہ خامہ در کف یوان روزگار
- ایزد چو کرد عامل چشمانش فتنہ را ۶۔ صد بار گفت جان تو و جان روزگار
- نا بود تا نگشتہ بسو دایے زلف او ۷۔ خود را نکر وہ جمع پریشان روزگار
- شو بلاش شدہ واروے زخمها ۸۔ در محبتش شدہ درمان روزگار
- افغاں کہ جائے بون و جنید نم نہاند ۹۔ زخم نشستہ بر سر پیکان روزگار
- از قہر جیب و سینہ خود پار میکنم ۱۰۔ وستم نمیسر سد بگریبان روزگار
- صبح اجل رسید و پروبال مینم ۱۱۔ در حسرت فروغ شبستان روزگار
- را ہے بسوئے قبیلہ حاجت نمی برم ۱۲۔ سر گشتہ امم میان بیابان روزگار
- جولان فتخ رازاں سوگر کنم ۱۳۔ رخشتم گذشتہ از سر جولان روزگار

گوئی کہ کامہ کو دل و پستان مادیست

زخم نظیری و سر پیکان روزگار

- (۱) آسمانوں نے زمانے کے واسطے میں فتنے پیدا کر رکھے ہیں۔ اور زمانے کے گریبان سے بلائیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ اور گریبان سر پر کردن ہوا تھا ناظر ہونا یعنی ہر طرف فتنے اور مصیبتیں برپا ہیں)
- (۲) اس کو سبب ذوق نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ اس کی زلف زمانے کے چوگان کے خم سے آفتاب کی گیند لے آئی ہے۔ ایک طرف زمانہ تھا اور دوسری طرف معشوق کی زلف۔ دونوں چوگان بازی میں منہ روف تھے۔ زلف کی شکل چوگان سے ملتی ہے آفتاب کی گیند سے کھیل کھیل جاتا تھا۔ اس کی زلف زمانے کو شکست دیتی ہوئی اس گیند کو لے آئی۔ اور وہ اس کا ذوق بن گیا۔ مطلب یہ کہ معشوق کی ٹھوڑی آفتاب سے بڑھ کر نورانی ہے)
- (۳) جب بھی عقل بر سر اطمینان ہوئی۔ جو بھی عقل کو اطمینان حاصل ہونے کے آثار نظر آئے۔ غرض نے اس کے روزگار کا تمام سرو سامان ہی عدم برہم کر دیا۔ غرض نے عقل کو ذوقی حاصل نہ ہونے دی۔ غرض میں ہمیشہ راجع بہ مشوق بخود ہی چل سکتی ہے)
- (۴) دل نے اس تیراک کی طرح جس کا کوئی عزیز ہاتھ سے نکل جائے اپنے آپ کو زمانے کے طوفان کے حوالے کر دیا ہے۔ (خود را بر سر طوفان افکند یعنی بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں میں دتا۔ جتنے ہاتھ پر اپنے کو طوفان کے حوالے کر دیا ہے۔ کہ جو ہوسو ہوں)
- (۵) ہمارے زمانے کے ساقی کی سرورشت کی وجہ سے قضا نے زمانے سے شے شے کے ہاتھ میں قلم توڑ ڈالا ہے۔ دوران کو ساقی قرار دیا ہے۔ یعنی ہمارا زمانہ ایک ایسا ساقی ہے جس کی تقدیر بالکل بھوٹ گئی ہے۔ اور اس کی تقدیر کو دیکھ کر قضا نے حسرت و افسوس سے اپنا قلم توڑ ڈالا ہے۔ مطلب یہ کہ ہماری قسمت میں کچھ بھی نہیں)
- (۶) خدا نے جب فتنہ کو اس کی آنکھوں کا حال مقرر کیا تو اس نے سو بار کہا کہ تیری جان اور زمانے کی جان لازم و ملزوم ہیں۔ عشق کی آنکھیں فتنہ بازی ہیں۔ اور جب تک دنیا برپا ہے یہ فتنہ بازی قائم رہے گی۔ تو لزوم کے لئے ہے)
- (۷) جب تک اس کی زلفوں کے سودا و غش میں وہ مٹ نہ گیا۔ اس وقت تک زمانے کا پریشان شخص اپنے آپ کو اطمینان میں نہ پاسکا۔ عشق میں مٹ جائی تمام پریشانوں کا خاتمہ ہے)
- (۸) اس کے جن کی نیکی ہی زخموں کی دو اہن گئی اور حالانکہ زخم کیلئے ناک مضر ہے۔ مگر اس کے جن کی نیکی سے زخم دل منڈل جوتے ہیں اور اس کی محبت کا درد زمانے کا علاج بن گیا ہے۔ اس کے دروہبت میں مبتلا ہو کر زمانہ تمام دوسرے رنجوں اور غموں کی طرف سے بے نیاز ہو گیا ہے)
- (۹) فرما دے کہ نہ میرے ٹھہرنے اور نہ تڑپنے اور حرکت کرنے کے لئے ہی جگہ رہ گئی ہے۔ گویا میرا زخم زمانے کے تیر کی نوک کے اوپر ہے
- (۱۰) میں تیر سے اپنے ہی گریبان اور سینہ کے ٹکڑے کٹے دیتا ہوں۔ کیونکہ میرا ہاتھ زمانے کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتا (حوادث آفات کے لئے زمانہ ذمہ دار ہے۔ مگر اس کو اس کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ مجبوراً "قبر درویش بجان درویش" اپنے ہی حبيب و سينہ کے ٹکڑے اڑا داتا ہوں)
- (۱۱) موت کی صبح آگئی اور میں ابھی تک زمانے کے شہستان کی روشنی کی حسرت میں پرو بال پھڑپھڑا رہا ہوں زمانہ کو قبستان قرار دیا ہے۔ گویا یہاں ہمیشہ تاریکی ہی چھلنے دیتی ہے۔ کیونکہ امیدوار زور آور آنے کی روشنی کبھی نہ دے گا۔ ابھی حسرت میں کوئی امید برائے۔ مگر گزر جاتی ہے۔ صبح ابل۔ ابل کو صبح قرار دے کر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ زمانے کی امیدیں اور دل شکنیوں کی مسلسل زندگی سے تو موت ابھی کہ وہ گویا ان تاریکیوں کے بعد روشنی کی صبح ہے)
- (۱۲) مجھے قبہ حاجت کی طرف کا کوئی راستہ نہیں ملتا میں زمانے کے بیابان میں سرگرداں ہوں۔ بیابان میں ہمت قبہ معلوم کرنے میں وقت پیش آیا کرتی ہے)
- (۱۳) رہتقدیم مصرعہ ثانی بہر اگھوڑا زمانے کی جولانیوں سے گزر چکا ہے۔ اب شاید میں اس طرف سے خضر کے ساتھ جولان کر سکوں۔ زمانے کی گھڑوڑ میں آگے نکل گیا ہوں۔ اس لئے اگر خضر کروں تو مجاہد ہے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں شاعری میں خیال کی بلند پروازی کے سبب سب شعر اسے بازی لے گیا ہوں اور اس پر مجھے خضر ہے۔ بازی جیتنے کے بعد گھوڑے کو خضر سے دوڑاتے ہوئے واپس آیا کرتے ہیں)
- (۱۴) اور دوسرا مصرعہ پہلے نظیری کا زخم اور زمانے کے تیر کی نوک ایسے ہیں۔ گویا چھوٹے بچے کا منہ برادر لاس میں، ہاں کا پستان ہو نظیری زمانے کے تیروں کو اس طرح ذوق و شوق سے اپنے سینے پر رکھتا ہے جس طرح چھوٹا بچہ پستان مادر کو چومتا ہے)

# غزل نمبر ۱۳

ارکان :- سرفا علقن، فلقن، سرفا علقن، فلقن

محرقت شمن بخمن محذوف

مے است چارہ غم ہو تمندر را چہ خبر ۱ رموز بانے تلخست قند را چہ خبر  
سماع دُر و کشاں صوفیاں چہ میدانند ۲ ز شیوہاے سمندر سپندر را چہ خبر  
بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را ۳ نوا اگر ان نخوردہ گزند را چہ خبر  
ز دامنے کہ کشایم ماتمی دستاں ۴ تو ییوہ سہر شاخ بلبل را چہ خبر  
ہزار دایم تصور نسیم و برداریم ۵ تو مرغ و حشتی فارغ ز بند را چہ خبر  
بخاص و عام ہند دایغ بند کی عشقت ۶ قبول و رد تو مشکل پسند را چہ خبر  
ہزار شیخ و برہمن ز کیش و دیں برگشت ۷ تصرف نظر ارجمند را چہ خبر  
نمے علاج نمایند پسندناشتواں ۸ طیب داروئے ناسودمند را چہ خبر

بہ بند عشق نظیری خجستگاں فستند

ستارہ بد و بخت نشند را چہ خبر

- (۱) غم کا علاج شراب ہے جو شمن کو جس نے کبھی پی ہی نہیں، کو اس کی کیا خبر جو اسرار و راز تلخ شراب میں ہیں۔ ان کی قند کو کیا خبر شراب کی سستی میں سب غم بھول جاتے ہیں۔ اور جو اسرار و راز تلخ شراب کے نشے میں معلوم ہوتے ہیں ان کے لطف کو قند کی شیرینی میں بھی نہیں پہنچتی۔
- (۲) تلخ پینے والوں کے دھوکے کو چاہئے کہ وہ کبھی سمندر کی اداسوں کی بریل کو کیا خبر وہ سہرا مصرعہ تیشیل کے طور پر ہے سمندر آگ میں بھی پیدا ہوتا اور وہ میں زندہ رہتا ہے۔ اور پسند کو آگ میں ڈالا جاتا ہے تو وہ فوراً تپ کر ختم ہو جاتی ہے۔ گویا درد و کوشش تو ہمیشہ وجد میں رہتے ہیں۔ اور فانی ہو رہے۔ حالت کبھی طاری ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی لطف ہے کہ اول الذکر اپنی اس مسلسل حالت کی کسی کو خبر تک نہیں ہونے دیتے۔ مگر مؤخر الذکر اس کو بھی کیفیت کو بھی چھپا نہیں سکتے۔
- (۳) بلبل کو شاخ گل کے نیچے سے گویا اڑدہ نے دس دیا ہے ان فغمہ گانے والوں کو جنہیں کسی نے کاٹا نہیں اس کے لطف کی کیا خبر خار گل گویا آڑو ہے اور یہ گزند گویا بلبل کو ایسا مخراب ہے۔ کہ وہ اس کے شوق میں چھپاتی ہے۔ گویا اس کا چھپنا نتیجہ ہے گزیر کی کا اور اس لئے نہایت ناز و کر ہے مطلب یہ کہ عشق کی چوٹ کھائے ہوئے دل کا فغمہ نہایت پر رموز و گداز ہے۔
- (۴) جس دامن کو ہم تہمت کھاتے ہیں اس کی کچھ اونچی شاخ پر کے پھل کو کیا خبر ہم نفس میں مگر ہمارا دامن قناعت کی دولت سے مالا مال ہے اور جو شخص دولت و مال کی خواہش و حرص میں بند یوں پراڑا رہتا ہے وہ ہماری قناعت کے لطف سے واقف و آگاہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عشق کی پامالیوں میں جو لطف ہم حاصل کر رہے ہیں اسے دنیا و دار لوگ اپنے شکوہ و نشان کے باوجود نہیں سمجھ سکتے۔
- (۵) ہم تصور کے ہزاروں جہال رکھتے اور اٹھا لیتے ہیں۔ مگر تجھ جہال کی قید سے آزاد و شوق پرندے کو اس کی کیا خبر تصور کو دام قرار دیا ہے۔ گویا ہم تصور ہی تصور میں جھے اپنے فہم میں لاتے ہیں۔ مگر یہ صرف تصور ہی ہوتا ہے۔ ہر وہ تصور تو جسے پر معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے فہم سے

میں نہیں ہے اور ہمارے یہ حالت ہوتی ہے اور اور تھری یہ کیفیت ہے کہ ایک مرغ عشق ہے جو جال میں پھنسا ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ ہم تیرے عشق میں مبتلا ہیں مگر تجھے خبر تک نہیں،

(۷) یہ عاشق تو اپنی غلامی کا داغ خاص و عام سب پہ لگا لے جاتا ہے مشکل پسند کو تیرے رد و قبول کا کیا علم۔

(۸) ہزاروں شیخ و برہمن اپنے طریقے اور مذہب سے پھر گئے و برہمن نے اپنا طریق اور شیخ نے اپنا دین چھوڑ دیا، اس مبارک نظر سے نظر کو جس نے شیخ و برہمن کو گمشدہ دین سے پھر کر اپنا گرویدہ کر لیا ہے، کیا خبر و نگاہ یار کے تعریف سے ہزاروں عشاق ترک مذاہب کر چکے ہیں۔ مگر اسے خبر بھی نہیں،

(۹) نصیحت نہ سننے والے راہنما بیماری و دل کا مضراب سے علاج کر لیا کرتے ہیں۔ مگر اس کی غیر فائدہ بخش دوائی کے معالج کو کیا خبر و نصیحت کہتے ہیں عشق ایک بیماری ہے اور نصیحت اس کا علاج۔ عشق اس نصیحت کو نہیں سنتے۔ گویا ناسخ کی دوائی ان پر کوئی اثر نہیں کیا۔ عشاق اپنی بیماری کا علاج نے سے کرتے ہیں اور یہ ایسا کوثر علاج ہے کہ ناسخ جس کی نصیحت دار وئے ناسودمند ثابت ہو چکی ہے اس سے نا آشنائے محض ہے،

(۱۰) اے نظیری! عشق کی قید میں خوش قسمت لوگ پھنسا کرتے ہیں۔ بد قسمت اور محسوس کو اس کی کیا خبر و عشق بڑے خوش قسمت لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ وہ حرمان نصیب دین جو اس سے محروم رہتے ہیں،

## غزل نمبر ۱۱

ایکان: ۱۰ - فاعلاق فاعلاق فاعلاق فاعلاق

بحر: رمل مثمن مقصور

چشم زخم خلق را با حسن روز افزوں چکار  
ہرگز زلف و رخ اعجاز است ہا افسوں چکار  
از عتاب لطف میباید مشتاقان عشق  
بلبلان را بانوا کار است با مضمون چکار  
و رعجا بہائے طور عشق حکمتہا گمست  
عقل را با مصلحت اندیشی مجنون چکار  
کار با باگردش طاس است نقش کعبتین  
با حساب انجم و کج بازے گردوں چکار  
دولت و ارشاد ہر کہ نماید خوشست  
عشق را با وقت خوب ساعت میوں چکار  
و رہا بمانے کہ خوبانند بہرین رہبر است  
ہر و ان عشق را با دجلہ ہائے خون چکار

سادگیہائے نظیری دست صمد تیر بہت

عشق چوں دکاں فرو چیند با فدا طوں چکار

(۱) لوگوں کی نظر ہر کو اس روز افزوں جن سے کیا تعلق جس کسی کی زلف اور رخا ہی ہجرہ ہوا اس کو افسوں و محروم سے کیا کام و ہجرہ کے سامنے جاوے نہیں پھر سکتا اسی طرح اس کے روز افزوں جن کو نظر ہر کا خوف نہیں۔ چشم زخم۔ نظر ہر

(۲) عشق کے مشتاق لوگ (عشوق کے) لطف و عتاب دونوں سے فرد و ناز کے سبب پھولے نہیں سماتے۔ کہ بلبل کو نئے سے کام ہے مضمون سے کیا کام و اسی طرح عاشق کو عشوق سے ایک گونہ تعلق چاہیئے۔ خواہ وہ تعلق اس کے لطف کا ہو یا عتاب کا۔ بلبل اپنے نغمہ میں مست ہے۔ عاشق عشوق کے لطف و عتاب میں مست ہے۔

(۳) عشق کے طور و طریق کے عجائبات میں حکمتیں پوشیدہ ہیں عقل کو مجنون کی مصلحت اندیشیوں سے کیا واقفیت و عشق کے اطوار میں ایسے عجائبات اظہار میں پوشیدہ ہیں کہ عقل ان کو نہیں سمجھ سکتی۔ مجنون کے عشق و جنون میں بھی مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں

(۴) مگر عقل کی وہان تک رسائی نہیں، ہمارا واسطہ توحید کی گردش جام اور نقل کھینچنے و شرب بخوری اور قمار بانی، سے ہے۔ اس لئے ہمیں تاروں کے حساب آؤنگان کی کج بازی سے کیا کام؟ اور طاقی، طشت کھاں، نیز فنیہ سے کہ در آب شراب خوردن، روش طاس، شراب بخوری کھینچنے دو ہاتھ پائندہ کو چپک زانتھون مرہے کشش پہلو کو بر پہلوئے ہر یک پائندہ ایک تاشمش عدد نقش کند و ہاں فرد ہانہ عینا شد

(۵) وارٹگی و آزادی کی دولت جب بھی ملے خوب ہے۔ اس لئے عشق کو مبارک گھڑی اور نیک وقت سے کیا کام ہو؟ وارٹگی۔ گویا عشق کی پابندی عاشق کے لئے آزادی ہے کہ عشق کے سوا باقی سب چیزوں سے آزاد کر دیتی ہے۔ یادوار طاقی چاہیے۔ ہر ایک کام کے لئے وقت اور مساحت نیک کا لحاظ کیا کرتے ہیں۔ مگر کہتا ہے کہ عشق کے لئے کسی ایسی ساعت کی ضرورت نہیں کہ وہ ہر حال مبارک ہے

(۶) جس بیابان میں عشق ہوتا ہے۔ وہاں کے رہن بھی رہبر بن جاتے ہیں کہ عشق میں دوسروں کی رہنمائی کرنے لگتے ہیں اس لئے عشق کے میدان کے ہاں گدروں کو خون کے دریاؤں سے کام کیا کہ جب رہن رہبری کا طریق اختیار کر چکے ہیں۔ تو پھر خطا دھماکے کہاں

(۷) نظری کی ساوگیوں نے سینکڑوں تدمیروں کے ہاتھ باندھ دیئے۔ جب عشق دکان آراستہ کرتا ہے۔ تو پھر افلاطون کی کیا ضرورت عشق جب ایک دفعہ کسی کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو پھر موتمدیریں کہ علاج پذیر نہیں ہوتا۔ یا ایسی بیماری ہے۔ کہ اس کا علاج افلاطون بھی نہیں کر سکتا

## غزل نمبر ۱۵

بھر مفرار عشق آخر پکوف مخدوف ارکان، یغفل فاعلات مغفیل فاعل

ہر روز ہست نالہ مرغان دراز تر ۱ گزار ہو فاطر و گل بنے باز تر  
پیدا است عشق مجلسیاں را بدار حصیت ۲ مے جانگداز و مطرب ازاں جانگداز تر  
دازند زیر کال ہمہ زاری کہ دہین ۳ شد بے بقا تر آنکہ برآمد بست از تر  
چندانکہ روز نرگس جادو بجواب الفت ۴ شب شد سپر شوختر و دیدہ باز تر  
قانون شکست مطرب مارا و بچیاں ۵ ضربت ز ضربت دگرش و لنواز تر  
کے دست ما بدامن آزاد میرسد ۶ ہر روز ہست سرور داں سر فراز تر

برصوت خود مناز نظیری کہ ہر کہ رفت

دستاں بدوق تر شد و بستاں بساز تر

(۱) پرندوں کا نالہ و فریاد روز بروز بڑھتا جاتا ہے کہونکہ گلزار زیادہ ہے وفا اور پھول زیادہ ہے نیاز ہوتا جا رہا ہے اور مطلب ہو

سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ نالہ و فریاد کا مبدیہ گلزار کی بیوفائی اور گل کی بے نیازی ہے چونکہ گلزار کی بے وفائی اور گل کی بے نیازی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے پہلوں اور پھلوں نے بھی اپنے نالہ کو روز بروز کر دیا ہے کہ بھجئے

نارائخ ترے من چون ذوق نغمہ کیا بی جھڑی راتیز تر بیخون چو گل را گاہا بیینی دوسرا یہ کہ جتنا ہند سے نالہ کو ترا تر کرتے چلے جاتے ہیں اسی قدر گلزار و فاطر اور گل بے نیاز تر ہوتے چلے جاتے ہیں یعنی عشق



- جس قدر زیادہ نیاز مندی سے کام لیتا ہے، عشق اسی قدر زیادہ ناز کرتا ہے۔
- (۲) ظاہر ہے کہ اس کے بہ مجلسوں کے عشق کا درجہ کیا ہے کہ شراب جاگداز ہے اور مطرب اس سے بھی زیادہ جاگداز و جیب و دامن جان گداز لیل کا بہ کشادہ پیشانی سامنا کرتے ہیں تو پھر عشق کی جاگدازیوں سے گھر اگر منہ نہیں مورتیں گے۔
- (۳) زیرک لوگ اس نئے بروقت زاری و عاجزی میں رہتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ باغ میں جتنا کوئی پھل، زیادہ ناز و نزاکت والا ہوتا ہے اسی قدر زیادہ کم عمر ہوتا ہے اور ناز بے بقالی کی علامت ہے۔
- (۴) اس کی جادہ بھری آنکھ جس قدر دن کو سوتی رہی اسی قدر وہ رات کے وقت آسمان کو زیادہ شوخ بنانے والی اور زیادہ باز ہو گئی۔
- (۵) ہمارے مطرب کا ساز ٹٹ گیا اور اس کے یاد ہوا اسی طرح اس کی ایک ضرب و دوسری ضرب سے زیادہ دنوازی ہے (قانون ساز)۔
- (۶) ہمارا ہاتھ اس آزاد کے دامن تک کہاں پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ سرور و اس رقابت مجرب، ہر روز دیکھا دہر بلند ہوتا جا رہا ہے۔
- دیکھو کہ سرور وہاں کہتے ہیں۔ روز بروز اس کے چاہنے والوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اس کی عمر بلند کی ہے۔ گویا سرور ہر روز نشرو دنیا پا کر اونچی ہوتا جا رہا ہے۔ اور ہمارا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔
- (۷) اسے نظیری۔ اپنی آواز پر نازاں نہ ہو کہ جو شخص بھی دنیا سے چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد، غم زیادہ دلپذیر اور باغ زیادہ آراستہ ہو گیا۔ کسی شخص کی موت سے دنیا میں کوئی کمی اور خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ جو جگہ خالی ہوتی ہے۔ قدرت کا ہاتھ اس کو پہلے سے زیادہ بہتر طریق سے پُر کر دیتا ہے۔

## غزل نمبر ۱۶

ارکان۔ مفعول مفعول مفعول

بحر رجز مسدس اضراب قبض محذوف الآخر

کیا رہ درِ وفا بر آور ۱ | ایں ہر قدیم را سراور  
یا محرم کعبہ صفا کن ۲ | یا بر سیر کوئے بتگر آور  
گر نقشِ یدیم خامہ سر کن ۳ | در سطر بسیم مسطر آور  
پیرا مین گل ہزار رنگ است ۴ | رنگیش ہم از وفادر آور  
طوفان چہار موجہ داری ۵ | کشتی ہزار لنگر آور  
گر بدستیم بادہ کم وہ ۶ | در مخموریم ساغر آور  
ور از شر و شور ماہ تنگی ۷ | مجلس بر چین و بستر آور  
اے ہادی کعبہ نظیری ۸ | مومن برویش کا فر آور  
امروز برنگِ دیگرش بر ۹  
فرواش برنگِ دیگر آور

(۱) اس وفا کے دروازے کو ایک ہی دفعہ بند کر ڈال اور اس پرانی محبت کو ختم کر دے یہ کبھی محبت سے بنانا اور کبھی حق ہے

نکال دینا جو محبت و وفا کا تہا را پرانا طریق ہے اسے ختم ہی کر دو۔ تو اچھا۔ تہہ برا درون چہرے و کار سے ختم کر دینا۔

انجام کھینچا دینا۔ بر آ ورون در درختہ بند نودن آں۔ صاحب کہتے ہیں کہ

(۳) پاتو مجھے پاکیزگی و صفائی (قلب) کے کہہ کا حرم راز بنا دے اور یا پھر بُت گر کے کہے میں لے چل درون کی سے نجات  
پاکیزگی چاہتا ہے۔ یا پورامون یا پوراکافر سے  
دور کی چھوڑ کر ایک رنگ بوجھا

(۴) اگر ہم بُرائی میں تو تیرے ہی بنا سے ہوتے ہیں، تو قلم کو پھر درست کر کے بنائے (یعنی ہمیں درست کر دے) اور اگر  
ہم ٹیڑھی سطر ہیں تو سطر ستر سے آدھ کر دینا قلم۔ کناہ از ترا شن آں مطلب یہ کہ ہم جو کچھ اور جیسے کچھ بھی میں تیرے

بنائے ہوئے ہیں۔ اگر ہم میں کوئی خلی۔ کمی یا نقص ہے تو اسے بھی تو ہی و در کر سکتا ہے،

(۵) پھول کا بس ہزار رنگ کا ہے اس کا ایک رنگ و فاکہ بھی عنایت کر دے رخن میں اتنی خوبہوں کے ساتھ اگر ایک  
وفا کا رنگ بھی ہوتا تو کیا خوب ہوتا۔

(۶) تو ایسے طوفان میں مبتلا ہے جس میں گر مابہر ہے ہیں۔ اس لئے ہزار لگ والی کشتی ہمیں کہ (دنیا کے مصائب اور حادثات  
طوفان ہیں۔ ان طوفانوں کے سچاؤ کیلئے اپنے سینے کو اور دل کو ایسا مضبوط بنا لو کہ گویا وہ کشتی ہزار لگ ہے۔ تہا روجہ: بھنور  
طوفان تہا روجہ: ایسا طوفان جس میں گرداب پڑتے ہوں اس قسم کا طوفان نہایت خطرناک ہوتا ہے)

(۷) اگر ہم پرست ہیں۔ تو پھر ہمیں شراب نہ پلا۔ اور اگر ہم مخور ہیں تو پھر ساعر نکال لاو اور شراب پلا، و اگر ہم عشق و محبت یا دیلو  
جمال کی شراب پی کر بدست ہو چکے ہوں تو بیشک ہمیں شراب نہ پلا۔ مگر و حقیقت حالت یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ ہم مخور ہیں اس  
لئے اور شراب نہ چاہیئے)

(۸) اور اگر تو ہمارے شور و شر سے تنگ آگیا ہے تو پھر مجلس کو برخاست کر دے اور بستر لے آؤ کہ ہم سر جائیں۔ بستر آور کے چہ معنی کہ  
تو سر جا۔ درست نہیں کیونکہ شور و شر ہمارا ہے۔ ہمارے سلائے کی ضرورت ہے،

(۹) اسے نظری کی کہہ کے رہنا، تو اسے میں ہونے کی حالت میں رہے گیا ہے۔ اب کافر کر کے لائو۔

(۱۰) آج اسے اور حالت میں لے جا۔ کل اور رنگ میں لے آؤ اور شمع سابق کے ساتھ قطعہ بند ہے مطلب یہ کہ اسے ظاہری اندر دیکھنا۔  
ایمان و اسلام سے نکال کر حقیقت و معرفت کے ان مقامات بند پر پہنچاؤ کہ ظاہر پرستوں کے نزدیک وہ کفر ہے۔

## غزل نمبر ۱

ارکان: مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل

بحر بروج ثمن اضرب کثوف مقصورا آخر

تعظیم پیام دل آگاہ نگہدار ۱  
تا دامن گل پر وہ گلزار دریدہ است ۲  
بزمین کہ حریفان صبور حلی بخروشد ۳  
شد عشق کہ از منزل جانا خبر آرد ۴  
مجلس براد است و محبت بقاضا ۵  
عاشق ز کجا و سخن صبر و جدائی ۶  
با جلیب حرم از در عجز درہ زاری ۷  
پیغام دل خویش ز افواہ نگہدار  
اے شاخ گیارشتہ کوتاہ نگہدار  
تو قہقہہ گل بسحر گاہ نگہدار  
اے عقل تو بنش و سر راہ نگہدار  
از صد کرانے برو در گاہ نگہدار  
یارب تو ازیں تہمت ناگاہ نگہدار  
چوں آمدہ ام خواہ بکش خواہ نگہدار

# زندانی وطن بہ کہ گستان غریبی از مصر بکنعاں برو در چاہ نگہدار خواہی کہ تو بیش شود شوق نظیری از پیش خودش گاہ براں گاہ نگہدار

- (۱) در از معرفت سے آگاہ دول کے پیام کی تعظیم کا خیال رکھا اور اپنے دل کے پیغام کو شہرت سے محفوظ رکھ کر راز عشق کو آگاہ دل کا پیغام ہی ہے محفوظ رکھ اور اس کو افشا نہ ہو لے دے)
- (۲) خبر دار! دامن گل نے گلزار کا پردہ ہی پھاڑ دیا ہے۔ دھجوں کے کھنکھنے کو گلزار کی پردہ داری قرار دیا ہے۔ کہ حقیقت میں گلزار کے تمام راز معلوم ہی نہیں پوشیدہ تھے۔ اس لئے اسے گھاس کی شاخ اور اپنے چھوٹے سے دھاگے کا خیال کر لے کہ باغ کا پردہ قیہ نہیں۔ راتوں کو چارہ دس شمار و قطار میں ہے۔ گھاس کے تنکے کی شکل وھاگے سے ملتی ہے۔ یہ منوم بھی نکل سکتا ہے۔ کہ بڑوں کے عیوب کو چھپانے کے لئے چھوٹوں کی ہمتی کو قربان کر دیا کرتے ہیں۔
- (۳) صوفی مینے والے عرف میر سے پاس چٹا رہے ہیں۔ ریں محبت نابینوں میں پھنس پڑا ہوں تو صبح کے وقت بھول کی تفسی ہو گیاں رکھنا کہینت صبح سے لطف اٹھانا اور میری طرح سے غفلت میں گزار دینا۔
- (۴) عشق گیا۔ تاکہ عشق کے شکار نہ کاہنے کا پتہ لائے۔ اس لئے اس عقل تو نہیں بیٹھ جا اور راستہ دیکھتی رہ عقل عشق کا ساتھ نہیں کر سکتی کہ بقول علامہ اقبال
- بے خطر کو دہرا آتش نرود میں عشق عقل ہے محو ماشائے لب بام بھی
- (۵) اگر محبوب کی مجلس تیری مراد کے موافق ہو تو پھر بھی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ سزا پر سے کنارہ کشی اختیار کر کے عداوت سے ہمہ جلوہ پاساں، جا بیٹھ و محبت میں غلامی و اتب کی بندگی اپنی کوئی چیز نہیں کھڑ
- دیں راہ فلاں ابن فلاں چیز سے نیست)
- (۶) عاشق کہاں اور ہمدانی اور مہر کی باتیں کہاں۔ عاشق سے ہجر میں مہر ہو ہی نہیں سکتا، خدا یا تو مجھے اس ناگمانی قیمت سے بچا کر یوں ملے پارتی ہو مگر تیری باتیں محض قیمت ہیں)
- (۷) میں گنہگار ہوں تو سزا دہی کے لئے کر بخیر کے دروازے اور زاری کی راہ سے جو کد تیری درگاہ میں آ گیا ہوں۔ اب خواہ تو ماٹا ال اور خواہ زندہ رکھ (گناہگار ہوں اور گناہ کا معترف۔ اب تیری مرنی پر منحصر ہے کہ جو سلوک چاہے مجھ سے روا رکھ۔ طلب بخشش کا نہایت اظہار قی ہے)
- (۸) وطن کا قید خانہ! اچھا ذکر غریب الوطنی کا گستاں! اس لئے مجھے مصر سے کنعان میں لجاؤ اور بیشک کنوئیں میں ڈال دو اور حضرت یوسف اپنے وطن کنعان سے مصر کی غریب پر مجبور ہوئے۔ مصر میں انہیں حکومت ملی۔ نظیری کہتا ہے کہ مجھے غریب کی راحت و حکومت نہیں چاہیئے ماں سے بہتر وطن کا قید خانہ ہے)
- (۹) اگر تو چاہتا ہے کہ نظیری کی محبت و الفت تیرے ساتھ اور زیادہ ہو جائے۔ تو اسے کبھی اپنے پاس رکھ اور کبھی اپنے پاس سے شادے دے اس کو ہر وقت اپنے پاس بٹھائے رکھ کہ اس سے میری پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ ہر وقت اسے ہوائی پر مجبور کر دے کہ اس کی ہوائی ہو گی۔ دونوں صورتیں محبت کے لئے نقصان رساں ہیں)

## غزل نمبر ۱۸

مصر مزارع سخن از غیب کھوف مقصور  
ارکان بر مفعول فاعلات مفعیل فاعلان

امروز کاروبار جہاں را خراب گیر  
فردا کہ شبہ است شگون از شراب گیر

دریاب مہر خوشان چمن را بہر صبح  
شبم بر دے بستر و نرگس بخواب گیر

از سر و سر فراخته صوتِ حزین شنو ۔ دزد شاخِ بر فروخته مرغِ کباب گیر  
 جز نہرِ دلبرے کہ قوامِ حیات از دست ۔ تن را نمود دال و رواں را سرب گیر  
 ہر وقت بد کہ روئے دہ آبِ سیلِ دال ۔ ہر نقشِ خوش کہ جلوہ کند موجِ آب گیر  
 اشعار خوش بگوئے و جلی بر ورقِ نگار ۔ الفاظِ تر بسیار و شکہ در گلاب گیر  
 خواہی ز کشفِ خلوتیاں با خبر شوی ، جامِ شراب در کشتِ طرفِ نقاب گیر  
 خواہ از طریقِ میکدہ خواہ از رہِ حرم ۔ از ہر جہت کہ شاد شوی فتح باب گیر  
 ہر ذرہ را بقدرِ طلبِ نور دادہ اند ۔ در کارِ خویش ششپرہ را آفتاب گیر  
 فردا گر بد دستِ نظیری حساب نیست  
 امروز ہر سوال کہ داری جواب گیر

- (۱) آج دنیا کے کاروبار کو تباہ سمجھ لے، کہ آج جمعہ ہے اور شراب نہ ملے گی، اہل کو ہفتہ کا دن ہے شراب سے ٹنگوں لے لینا۔  
 (۲) ہر صبح کے وقت باغ کے ستون کو اس حالت میں چاہا کہ کہ گنیمت بھی بسر نہ کرے اور نہ گنیمت بھی ہو۔ یعنی صبح منہ اندھیرے اٹھنے کا عادی ہو جائے۔ یہاں شراب صبح کے معنی میں نہیں بلکہ وقت صبح کے معنی میں ہے،  
 (۳) سرفراز سرور پر سے ناکہ لگیں سنو۔ اور بھولوں کے رنگ سے، بھڑکتی ہوئی شناخ سے بھڑکتا پیرندہ کچھڑو (سرور کو آزاد کتنے میں قمری اس پر عاشق ہوتی ہے۔ بھول کی شناخ پر طرح طرح کے پھول چل رہے ہیں۔ نگار اس پر پھول آتشِ محبت سے کباب ہو رہی ہے۔  
 (۴) دلبر کی محبت کے بغیر زندگی کی بقا اسی سے ہے جسم کو محض ایک نمود کہ درحقیقت کچھ نہیں، سمجھ اور جان کو ایک فریبِ خیال کہ عشق کے بغیر جسم و جان ہیچ ہیں۔ کہ اصل زندگی عشق ہی سے ہے،  
 (۵) ہر جرمی ساعت جو تہیں پیش آئے۔ اسے پانی کی ایک خیال کر دو وقت تکلیف گزر جائیگا، اور ہر خوبصورت نقش جو تہیں جلوہ دکھائے! اسے پانی کی ایک بونچِ زرخیز کر دو رنج اور راحت و دونوں گزراں اور ناپائیدار ہیں کسی کو ثبات و دوام نہیں،  
 (۶) اچھے اشعار کہہ ادبِ علمی سے کاغذ پر لکھ۔ تازہ و عمدہ الفاظ لا اور اس طرح لکھو اور گلاب کو ملا دے،  
 (۷) اگر تو چاہتا ہے کہ خلوتِ آئینوں کے کشف سے واقف ہو جائے۔ تو شراب کا جام پی لے اور محبوب کا گوشہ نقاب الٹ لے۔ ایسی شراب پیئے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تجھے محبوب کا رخ نظر آجائیگا۔ شرابِ معرفت میں شرابِ ہموکھ لکھا ہوا خود بخود نظر آجاتا ہے،  
 (۸) خواہ میکدہ کے راستے سے اور خواہ حرم کی راہ سے۔ غرض جس طرف بھی تو پسند کرے اپنی مراد حاصل کرے۔ (عشق میں حرم و میکدہ کی تمیز اٹھا دے کہ سب راستے اسی ایک راہ میں جاتے ہیں۔ فتح باب کشادگی کا بار و آغاز موسمِ برسات جہاں بعضی اول،  
 (۹) ہر ایک ذرہ کو اس کی خواہش کے مطابق نور دیا گیا ہے جس قدر وہ معرفت کی کمی کو ضرورت تھی قدرت نے اکی قدر اس کو دے رکھا ہے۔ اپنے کام میں چمکا ڈرو تو آفتاب بھولو چمکا ڈرو تو آفتاب کی تاب نہیں لگتی۔ تو گویا اس کے پاس نورِ مبتی ہی مختوری مقدار میں ہے ہر حقیقت چمکا ڈرو کہ اتنی ہی نور کی ضرورت تھی وہ اپنے لائق طریق شاد کام سے جس طرح آفتاب اپنے نور سے،  
 (۱۰) اسے نظیری، اہل پھر دست سے حساب کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے آج جو سوال کرنا چاہتا ہے کرے اور جواب لے لے ہے  
 اکبر جمع ہیں احباب در و دل کہ لے پھر التفاتِ دل و دستان رہے نہ رہے،

# غزل نمبر ۱۹

ارکان: مفعول مفاعیلن فعلن

بحر: رجز مسدس اعزب بقروض مقصورا آخر

غم گرفت فراق دید از دور ، آویخت و گریبان رنجور  
از عشرت ناقص زمانہ ، کوتاہ اہل ترم ز محمور  
رخسارہ خوشدلی نہ بینم ، دل شد ز فراق چستیم بے نور  
تقصیر نشد بگریہ پنہاں ، در آب نشد و فینہ مستور  
زخم جگر کم کمیت زخم جوش ، کان نمکی کھیت کند شور  
کوہ نشود بخامشی حرف ، مرہم چکند بزخم ناسور  
آنجا کہ شراب شوق دادند ، تہ جرعہ ز من گرفت منصور  
بوی ز نشاط ماندارد ، آب و گل صد ہزار فقور  
مشکل حالے و طرفہ کارے ، خود شاہد و خود شستہ مجبور  
کار تو ہمہ بدل موافق ، از نیکوئی تو چشم بد دور

زود از تو شود غنی نظیری

در ویش یکے و شہر معہور

- (۱) غم نے دور سے فراق کی گرد آڑتی ہوئی دیکھی امدہ پھر بھر)۔ بخود کی جان سے لپٹ گیا۔ ایک بچہ جو کبھی آندھیوں کے جھکے چلتے دیکھ کر ہشت زدہ ہو چکا ہو۔ ذرا اسی گرد دور سے آڑتی ہوئی دیکھتا ہے۔ تو جھٹ خوف کے مارے کسی عزیز سے لپٹ جاتا ہے۔ غم عشق فراق کی سختیاں سہہ چکا ہے۔ اس لئے اب اگر فراق کی آمد کے آثار کو دور سے بھی دیکھ پاتا ہے تو جھٹ عاشق کی جان سے آکر لپٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھر کے تصور ہی سے عاشق کی جان پر بن جاتی ہے۔
- (۲) میں زمانے کی ناقص عشرت کی وجہ سے محمور شخص سے بھی زیادہ کوتاہ امید والا ہوں۔ زمانے میں عشرت کامل کسی کو بھی حاصل نہیں۔ بخوار زدہ شخص کی عشرت نشہ سے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔
- (۳) مجھے اب خوشدلی کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ کیونکہ میرا دل فراق کی وجہ سے بے نور آنکھ دیکھ کر اوجھلا ہو چکا ہے۔ دہر نے دل کی امید آرزو کی جھک کو بالکل فنا کر دیا ہے۔ اس لئے کسی خوشی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ فراق کے غم کے بھوم سے سبب خوشی خوشی نہیں معلوم ہوتی۔
- (۴) میری تفسیر۔ دے سے سچپ نہ کی گو یا دینہ پانی میں چھپا نہ رہ سکا وگیا تفسیر ایک دینہ تھا اور گریہ پانی۔ خود گریہ کی وجہ سے گناہ ظاہر ہو گیا۔



- (۵) میں گدیا ہمتن ازخیر بگر ہوں کہ اس طرح جوش مار رہا ہوں اور تو گویا نمک کی ایسی کان ہے۔ جو نمک پاشی کرتی ہے دتیرا کام میرے  
ترجمانے جگر پر نمک پاشی کرنا اور میرا ہی بن کر میرے گھر سے لگانا ہے۔ شور۔ ٹیکہنی ٹھنی نمک وغیرہ)
- (۶) یہ بات عشق کی خاموشی سے بھی ختم نہیں ہوتی۔ زخم جب ناسور ہو جائے تو پھر اس پر مرہم کیا کام دے سکتی ہے گویا عشق نے ناسور  
بال دیئے ہیں اور خاموشی مرہم ہے۔ مگر مرہم معمولی زخموں پر اثر کر سکتی ہے۔ ناسور پر پچھا ہار کھنے سے کیا فائدہ۔ کسی  
نے کہا ہے کہ حکایت بود بے پایاں بخاموشی اور اگر دم۔ مگر نصیری کہتا ہے کہ یہ حکایت کسی طرح قیوم ہونے میں ہی نہیں آتی  
مطلب یہ کہ عموماً خاموشی سے صبر آجایا کرتا ہے۔ مگر میری یقین دہانی اور ترپ خاموشی سے اور زیادہ ہو جاتی ہے)
- (۷) جہاں عشق کی شراب دے رہے تھے۔ وہاں مہر نے مجھ سے صرف ٹھٹھ لیا دتہ جرمہ بقلب اضافت۔ جرمہ نہ جب ٹھٹھ  
کی کیفیت یہ ہے کہ مہر ضبط نہ کر سکا تو شراب کے جوش کی کیا بچہ حالت نہ ہوگی۔ میں مہر سے کہیں زیادہ اسرار معرفت سے  
آگاہ ہوں
- (۸) ہزاروں سلاطین کی سرشت میں اس نشا ط کی خوشبو بھی نہیں جو میں حاصل ہے ہمارے جیسا نشا ط و سرشت سلاطین کو بھی  
حاصل نہیں)
- (۹) وہ خود ہی عاشق اور خود ہی اس کے فراق میں غم مٹھتا ہے۔ پیچیدہ کام اور مشکل حال ہے۔
- (۱۰) تیری خوش قسمتی سے تیرے تمام کام حسب مراد ہیں۔ خدا انظر ہ سے بچائے رکھے۔
- (۱۱) نظیری جلد ہی تیرے سب سے دو لہندہ ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ درویش ایک ہی ہے اور تیرا حسن کا تمام شہر آباد ہے دیکھا شہر حسن  
لیک دہ درویش کو بھی غنی نہ کر سکے گا)

## غزل نمبر ۲

ارکان ۱۔ مفاطن۔ نعلاتن مفاطن فطائن

بحر محبت مثنیٰ مجنون مقصور

دو چار ہر کہ شوی جز سراغ یار گیر ۱ پسند ہر میر آتش شود سراغ گیر  
چو وعدہ در رسد او خود بیا و خواہ داد ۲ بذوق خویش سر راہ انتظار گیر  
ز آب و دانہ ہمہ وحشیاں برآمدہ ۳ سہر شکارنداری نئے شکار گیر  
تو اں درخت نہ کہ بر تو اں خوردن ۴ نئے نظارہ خوشی گل فشان بار گیر  
حقوق صحبت او نکتہ نیست کم شمار ۵ وفائے دوست متنازع خوشی خواہ گیر  
چو لالہ سوختہ دل یا چو سر فارغ باش ۶ ہزار رنگ مشو طور نہ بار گیر  
شراب غیر نظیری خمارے آرد  
قدح ز ساقی بیگانہ زینہا ر گیر

- (۱) تو جس سے بھی ملے اپنی سے یار کے سراغ کے سراپہ مت طلب کہ ہر ایک آگ پر پسند بن جا۔ مگر قرار نہ لے۔ پسند آگ پر دلائے  
سرپ کراد پر کو اٹھتا ہے مطلب یہ کہ ہر جگہ حسن سے لطف اندوز ہوئے۔ مگر تیرا مطلوب ہمیشہ سوئی حقیقی ہی رہے۔ جس عشق  
مجازی میں چھن کر رہ جا
- (۲) جب وعدہ کا وقت نہ آیا تو وہ خود ہی تپیں یا دولا دے گا۔ اس لئے اپنے شوق سے ہر راہ انتظار دکر جب اسے تمہیں  
اپنے لطف سے لانا ہوگا۔ تو وہ بے طلب کہیں اپنی حقیتوں سے شاد کام فرما دے گا۔ وعدہ۔ مقررہ وقت)

- (۳) تمام وحشی آب دوان کو ترک کر چکے ہیں۔ اس لئے شکار کا خیال ہرگز نہ کر اور نہ شکار کا پھپھا کر دتیر سے دام حسن میں کوئی نہیں بچنے کا کید نہ سب بد کے بوئے ہیں)
- (۴) تو ایسا درخت نہیں ہے کہ تیرا پھل کھا سکتے ہوں ماس لئے صرف نظارہ کیلئے اچھے اچھے پھول ہی برساوے۔ اور بیشک پھل نہ لاؤ بارش میں۔ درخت کا پھل دابہ زنا تیر سے وصل سے محفوظ نہیں ہو سکتے ماس لئے بلکہ دیدار سے ہی ہماری آنکھوں کو منہ رکروے۔
- (۵) اس کی محبت کے حقوق ایک نکتہ بجا سے حقیر مت خیال کر اور اس کی موعظت و شہادتانی کا سرمایہ سے ماسے ذیل نہ جان۔ اگر اس نے تمہیں اپنا ہم صحت بنائے رکھا ہے تو اسے معمولی بات نہ بھو بلکہ اس وجہ سے اس کے تم پر کئی حقوق قائم ہو چکے ہیں اور یہ بچنے والوں کے لئے ایک نکتہ ہے نہایت باریک۔ اسی طرح اگر وہ تم سے وفا کرتا ہے تو یہ بھوت مانہا ط کی ایک دولت سے گراں قدر۔
- (۶) یا تو گلی لالسی طرح سوختہ دل ہو جا اور یا پھر سرو کی طرح آزاہ ہو جا۔ ہزار رنگ نہ ہو اور نہ وہاں کا طریقہ۔ اختیار کرو یا تو ہر حق میں جل بسن جا اور یا پھر طوق عشق کے قریب مت جا۔ لالہ کے پھول کو سرخی میں آگ سے شیشہ دیا کرتے ہیں اور سرو آواز اور شور ہے۔ غرض یہ کہ ع
- دورنگی چھوڑو سے یک رنگ ہو جا
- ہمارا کو طرح طرح کے بھولوں اور سرسبز یوں کی وجہ سے ہزار رنگ کھتے ہیں
- (۷) اسے تغیری! غم کی شراب خمارید اگر فی ہے۔ اس لئے بیگانہ ساقی سے بھی جارم شراب نہ لینا و محبوب کے مواد و سر سے کے ہاتھ سے شراب نہ پینا کہ غم زید پیدا کرے گی۔ عشق و دیدار کی شراب ایسی ہے جو خوار نہیں لاتی یا یہ شراب معرفت عارفان کامل سے حاصل کرو۔

تَمَّتْ بِفَضْلِهِ وَكَرَامِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مِنْهُ وَحَسَانِهِ



۳۴۵۱۵۹۱ R/R ع  
آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آٹھ یومیہ دیر انہ لیا جائیگا۔

---

کتب خانہ  
 جامعہ اسلامیہ  
 ۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ مجلس رتقا مجلس انتظامی  
 مجلس شہیدان نصاب پنج کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و دیگر جات و مدرسہ و مدرسہ مدرسہ  
 اراکین دارالترجمہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۳۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۴۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۵۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۶۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۷۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۸۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۹۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ  
 ۱۰۔ طلبہ و دیگر کتابیں ایک ایک اپنی اپنی جگہ





